Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 25

تحقیر

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ [1]

کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

"من حقر مومناً مسکیناً اوغیر مسکین لم یزل اللہ عزوجل خاقر اًلہٗ مٰاقِتاً"

''جوشخص کسی مسکین یا غیر مسکین کی تحقیر کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلیل وخوار کرتا ہے اور اللہ اس سے دشمنی رکھتا ہے۔'' [2]

مختصر تشریح

خود پسندی، کینہ اور حسد جیسے افعال تکبر کا سبب بنتے ہیں۔ کبھی کوئی سوچتا ہے کہ فلاں شخص مجھ جتنا پڑھا لکھا نہیں ہے اور کبھی کوئی شخص اس لئے تکبر کرتا ہے کہ فلاں شخص کے پاس مجھ جتنی دولت نہیں ہے اور کبھی کوئی شخص اس لئے کسی کی تحقیر کرتا ہے کہ دوسرا شخص اس سے حقیر پیشے سے وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی مدد کرنی چاہئے اور سب کا احترام کرنا چاہئے۔ اور اپنی زبان سے کسی بھی شخص کو اذیت نہیں دینی چاہیے اور کسی کو بھی اپنے سے پست تصور نہیں کرنا چاہئے۔ تحقیر کی کوئی بھی صورت ہو وہ حرام ہے۔

اگر اس نے کسی شخص کی دل آزاری کی ہو تو اس کا ضرر تحقیر کرنے والے پر بھی ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ اللہ کی کمزور ترین مخلوقات پر بھی شفقت کی جائے۔

---

[1] سورۂ حجرات آیت 11

[2] جامع السعادات 215/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1. مفضل ابن عمر

مفضل ابن عمرکوفہ میں حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کی طرف سے کوفہ میں ان کی طرف سے وکیلِ مالیات تھے۔ان کی دوستی چندکبوتر بازوں سے تھی جنہیں بظاہر دیندارنہیں سمجھا جاتا تھا۔

کچھ بزرگوں کوان کا یہ رویہ پسند نہ آیا توانہوں نے امام جعفرصادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط بھیجا جس میں اس کے اس رویہ کاذکرکیااورسب نے اپنے دستخط بھی اس خط میں کئے۔

وہ خط امام علیہ السلام کے پاس پہنچاتو اس خط کے جواب میں امام علی السلام نے مفضل ابن عمر کے نام ایک اورخط بھیجا اتفاق سے جس وقت وہ خط مفضل ابن عمرکوملاتو اس وقت وہ تمام شیعہ بزرگ بھی موجود تھے جنہوں نے امام کواس کی شکایت کی تھی۔ مفضل نے خط پڑھ کران لوگوں کے حوالے کردیا۔اس خط میں مفضل اورکبوتر بازوں کے متعلق تو کچھ تحریر نہ تھا۔امامؑ نے ایک بڑی رقم کے لئے لکھا تھا کہ مجھے اتنی رقم کی ضرورت ہےبعض روایات میں ہے کہ وہ رقم ایک ہزاردرہم سے لیکردس ہزاردرہم تھی۔

اب بات پیسوں کی تھی تو سب نے سرجھکادیے پھرسب نے کہا کہ پہلے ہمیں اتنی رقم اکٹھی کرنی ہے بعد میں سب نے معذرت کرلی کہ ہم اتنی بڑی رقم کا بندوبست نہیں کرسکتے۔

مفضل بڑادانا تھااس نے سب کووہاں کھانے کی دعوت دی اورکھانا کھانے کے بغیراس نے کسی کوجانے نہ دیا۔

اس نے اسی اثنامیں جب کھانا تیارہورہاتھاتوکسی کوبھیج کران کبوتربازوں کووہاں پر بلوالیا۔

تومفضل نے ان کے سامنے امام جعفرصادق علیہ السلام کاخط پڑھا کہ امام علیہ السلام کو اتنی رقم کی ضرورت ہے تو کبوترباز وں نے کوئی عذرنہیں تراشا۔ابھی مہمان کھانا کھانے میں مصروف تھے تووہ بہت بڑی رقم لے کرآئے۔انہوں نے وہ رقم مفضل کےحوالےکی اوروہاں سے چلے گئے۔

اس وقت مفضل ابن عمرنے ان دستخط کرنے والوں کی طرف منہ کرکے کہا کہ آپ مجھ سے یہی چاہتے ہیں کہ میں ان جوانوں سے راہ ورسم ترک کردوں جبکہ ان کی اصلاح کے مواقع بہت زیادہ ہیں۔جب دین پرکوئی وقت آتا ہےتو یہ دین کے لئے مددگارثابت ہوتے ہیں۔

آپ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ خدانمازاورروزے کامحتاج ہےاورآپ مغرورہوچکے ہیں۔جب مالیات کی بات آئی توآپ عذرتراشی میں لگ گئےاورامام کوجواب دینا تک گوارہ نہ سمجھا۔

جومفضل کےاس رویہ سے نالاں تھے وہ لاجواب ہوگئےاوربعدمیں کسی نے بھی مفضل کےاس رویہ کی شکایت نہ کی۔[1]

[1] بامردم اینگونہ برخوردکینم ص78۔منہج المقال استرآبادی ص343

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

2. سیرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس کے جسم پر آبلے پڑے ہوئے تھے اوران آبلوں سے پیپ جاری تھی۔اس وقت آپؐ کھانے میں مصروف تھے۔اس شخص نے بہت سے لوگوں کے پاس بیٹھنے کی کوشش کی لیکن سب نے اسے حقیر سمجھا جس شخص کے پاس بھی بیٹھتا تو وہ اٹھ کر چلا جاتا تھا۔جب پیغمبر اکرمؐ نے اسے دیکھا تو آپ نے اسے اپنے قریب بٹھایا اوراس پر شفقت کی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کہ اتنا میں ایک شخص وارد ہوا۔جو جذام کی بیماری میں مبتلا تھا۔لوگ اس سے نفرت کرنے لگے۔لیکن آپؐ نے اس شخص کو اپنے پہلو میں بٹھایا اوراسے کھانا کھانے کی دعوت دی۔

قریش میں سے ایک شخص جس نے اس کو انتہائی نفرت سے دیکھا تھا بعد میں وہ خود اس بیماری میں مبتلا ہوا اور دنیا سے رحلت کر گیا۔[1]

3. خوار سمجھنے کا نتیجہ

بنی اسرائیل میں ایک گناہگار شخص رہتا تھا اور لوگوں کو اس سے سخت نفرت تھی اور انہوں نے اسے اپنے شہر سے نکال دیا۔

ایک دن اس شخص نے راستے پر دیکھا کہ بنی اسرائیل کا ایک عابد گزر رہا ہے جس کے سر پر ایک کبوتر نے اپنے پروں سے سایہ کیا ہوا تھا۔

اس شخص نے اپنے آپ سے کہا کہ میں تو گناہگار ہوں اور وہ عبادت گزار ہے اگر کچھ لمحے میں اس عابد کے ساتھ بیٹھ جاؤں تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کی برکت کی وجہ سے مجھ پر بھی رحم کرے۔دل میں سوچنے کے بعد وہ اس عابد کے پاس گیا۔

جب عابد نے اس شخص کو اپنے پاس بیٹھا ہوا دیکھا تو کہنے لگا یہ کیا ماجرا ہے میں اس قوم کا سب سے بڑا عابد ہوں یہ انتہائی فاسد ہے۔اس کی یہ جرات کہ میرے پاس آ کر بیٹھ جائے۔عابد نے اس شخص سے منہ موڑ لیا اوراس سے کہا کہ جناب آپ یہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو وحی کی کہ دونوں افراد کے پاس جاؤ اوران سے کہو کہ اپنے اعمال کا حساب بھی سن لو۔

اللہ فرمارہا ہے کہ میں نے اس گناہگار کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔اور میں نے اس عابد کی تمام نیکیاں تکبر کی

[1] علم اخلاق اسلامی 435/1۔جامع السعادات 357/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

وجہ سے ختم کردیں ہیں۔[1]

4۔چھوٹے قداوالا اور بدصورت بیٹا

شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے کچھ بیٹے تھے جن میں سے ایک بیٹا پست قد بدصورت اور کمزور تھا جبکہ اس کے باقی بیٹے خوبصورت دراز قداورتندرست وتوانا تھے۔ایک دن بادشاہ نے اپنے اس بیٹے کوحقارت کی نظر سے دیکھا بیٹا بہت دانا تھاوہ سمجھ گیا کہ اس کا باپ اس کوحقارت آمیز نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔اس نے اپنے باپ کی طرف منہ کر کے کہا:''پست قدردانا دراز قدر نادان سے بہتر ہوتا ہے۔یہ ضروری نہیں ہے جس کا قد لمبا ہواس کی قدرومنزلت بھی زیادہ ہو۔آپ خود دیکھ سکتے ہیں کہ بکری پاکیزہ ہے اور ہاتھی مردار ہوتا ہے۔

بادشاہ کواپنے اس بیٹے کی حکمت آمیز باتیں پسند آئیں اور وہ مسکرانے لگا۔وہاں پر جتنے بھی اعیان مملکت بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی خوش ہوکرمسکرانے لگے۔لیکن اس کے دوسرے بھائیوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔اتفاق سے انہی دنوں ایک دشمن بادشاہ نے اس بادشاہ پرحملہ کیا۔بادشاہ کے لشکر کی طرف سے جس نے سب سے پہلے مخالف لشکر کے قلب پرحملہ کیا وہ یہی پست قداور بدصورت لڑکا تھا۔اس نے اپنی شجاعت کا اظہار کیااور مخالف لشکر کے کئی سالاروں کوخاک وخون مین غلطان کردیااور پھرواپس اپنے باپ کے پاس آیااور بڑے احترام سے کہا:''اباجان!کمزورگھوڑے میدانِ جنگ میں کام آتے ہیں۔''پھروہ دوبارہ میدان جنگ میں گیا۔اوراسی اثنا میں اس کے باپ کے چندفوجی بھاگنے لگےتو اس نے کھڑے ہوکرنعرہ بلندکیا۔مردوں کی طرح سے جنگ کرواگرنہیں کرسکتےتو مردوں کےلباس اتارکرعورتوں کےلباس پہن لو۔

جیسے ہی بھاگتے ہوئےفوجیوں نے یہ نعرہ سناتوان کواس سےقوت ملی اوروہ دشمن فوج پرغالب آگئے۔

اس فتح کے بعد بادشاہ نے بیٹے کے چہرے کو چومااوراس کے بعداسے اپناولی عہدمقررکردیا۔اس کے بھائی اس سےحسد کرنے لگے۔اورایک دن اس کے بھائیوں نے اس کے کھانے میں زہرملادی تاکہ وہ کھا کرمرجائےلیکن وہ جب زہرملارہے تھےتواس کی ایک بہن دریچے کےساتھ کھڑی دیکھ رہی تھی۔جب اس پست قداور بدصورت لڑکے کےسامنےکھانارکھا گیاتواس کی بہن زورزورسےاس دریچہ کوہلارہی تھی۔وہ سمجھ گیااوراس نے وہ زہرآلودکھانانہ کھایا۔جب اس واقعہ کی اطلاع بادشاہ کوملی تواس نے اپنے دوسرے بیٹوں کواپنے ملک کے دوردراز حصوں میں بھیج دیا۔[2]

[1] شنیدانی تاریخ۔ص373۔جۃ البعیضاء239/6

[2] حکایتہای گلستان ص43

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

5. جو تجھ سے زیادہ خراب ہو اسے میرے پاس لے آؤ

خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اب کی بار جو مجھ سے مناجات کرنے کے لئے آؤ تو اپنے سے کسی کم ترکو اپنے ساتھ میرے پاس لے آنا۔

موسی علیہ السلام نے ادھر ادھر دیکھا لیکن ان میں یہ جرات پیدا نہ ہوئی کہ میں کس سے کہوں کہ تم مجھ سے کم تر ہو اور میں تجھ سے بہتر ہوں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے حیوانات پر نگاہ ڈالی اور چاہا کہ اس ایک بیمار کتے کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ اس کی گردن میں رسی ڈالی اور کچھ دیر کے بعد پشیمان ہوئے اور اس کتے کو بھی رہا کردیا۔

بارگاہ خداوندی میں اکیلے آئے۔ آواز قدرت آئی میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ تم اپنے ساتھ اپنے سے کم ترکو میرے پاس کیوں نہیں لائے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: پروردگار! میں نے کسی کو اپنے سے کم تر نہیں پایا۔

آواز قدرت آئی: ”مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم، اگر تم کسی کو لاتے تو میں اس پست کو بلندی دیتا اور تیرا نام انبیاء کی فہرست سے خارج کردیتا۔[1]

[1] مونہ معارف 676/2۔ لئالی الاخبار ص197.

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 26

تکبر

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾

لیکن جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل (قبول حق کے لئے) منکر ہیں اور وہ تکبر کر رہے ہیں۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

"لَا يدخل الجنه من كان في قلبه مثقال حَبَّةٍ خردَلٍ من كبرٍ۔"

وہ شخص جنت میں کبھی بھی داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا۔[2]

مختصر تشریح

متکبر شخص اپنے آپ کو دوسروں سے بلند و بالا تصور کرتا ہے۔ اور وہ تخیلاتی دلائل کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ وارفع سمجھتا ہے۔ یہی کام تو ابلیس نے کیا تھا۔ جب اسے سجدہ آدم کا حکم ملا تھا تو اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آدم مٹی سے بنا ہوا ہے اور میں آگ سے بنا ہوا ہوں۔ کائنات میں جو سب سے پہلا گناہ صادر ہوا وہ تکبر کا تھا اور تکبر کرنے والا پہلا شخص ابلیس تھا۔

اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ تکبر ایک انتہائی بُری صفت ہے۔ متکبر شخص دوسرے انسانوں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اور وہ یہ توقع رکھتا ہے۔ کہ دوسرے آکر اسے سلام کریں۔ دوسرے اس کی عزت و احترام کریں اور ہمیشہ اپنے آپ کو بزرگ و برتر سمجھتا ہے۔

خود پسندی اور تکبر میں فرق ہے۔ خود پسندی کرنے والا شخص خود پسندی کو اپنی ذات تک محدود رکھتا ہے جبکہ متکبر انسان اپنے تکبر کو دوسروں تک لے جاتا ہے۔ اپنے آپ سے دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو دوسروں سے بزرگ و برتر سمجھتا ہے۔ تکبر کی بیماری خود پسندی کی بیماری سے زیادہ سخت ہے۔[3]

---

[1] سورۂ نحل آیت/22

[2] جامع السعادات 346/1

[3] احیاء القلوب ص۔ ۴۷

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1.ابوجہل کا تکبر

جنگ بدر میں ایک مجاہد عمرو بن جموع نے ابوجہل پر حملہ کیا۔عمرو بن جموع نے ابوجہل کی ران پر تلوار سے وار کیا اور ابوجہل نے اس کے بازوں پر تلوار سے وار کیا جس سے صحابی کا بازو کٹ گیا۔مگر تھوڑی سی کھال جڑی ہونے کی وجہ سے ان کا بازو لٹکنے لگا۔ عبداللہ بن مسعود دوڑ کر آئے اس وقت ابوجہل خون میں لت پت تھا۔

عبداللہ نے ابوجہل کو گرا کر اس کے سینہ پر قدم رکھا اور کہا کہ:''اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے رسوا کیا۔''

ابوجہل نے کہا:''تو غلط کہتا ہے خدا نے تجھے رسوا کیا ہے، بتاؤ آج حکومت کس کی ہے؟''

عبداللہ ابن مسعود نے کہا:''آج اللہ اور اس کے رسول کی حکومت ہے۔''

ابوجہل نے کہا:''ہائے میری بدنصیبی کہ ایک چرواہا میرا قاتل بن رہا ہے کاش آج ابوطالب کا بیٹا مجھے قتل کرتا تو میرے لئے اعزاز ہوتا۔''

پھر اس نے عبداللہ بن مسعود سے کہا:''میرے سینہ سے اتر جا کیونکہ تو نے ایک بلند و بالا مقام پر قدم رکھا ہے۔''

عبداللہ ابن مسعود نے کہا:''لعین! تیار ہو جا میں تجھے قتل کرتا ہوں۔''

یہ سن کر ابوجہل نے کہا:''اچھا اگر یہی مقدر ہے تو پھر میری گردن کندھوں سے جدا کرنا تاکہ جب محمدؐ کے سامنے ہماری برادری کے باقی سر جائیں اور میرا بھی سر جائے تو چونکہ بالآخر میں سردار ہوں، لہٰذا میری گردن لمبی ہونا چاہئے۔اور میں مقتولین میں بھی ممتاز نظر آؤں۔''

حضرت عبداللہ ابن مسعود نے کہا:''ملعون! اس وقت بھی تیرے ذہن سے تکبر ختم نہیں ہوا۔میں تیری گردن کو تیرے منہ کے پاس سے کاٹوں گا تاکہ تمام مقتولین کے سروں کی بہ نسبت تیرا سر چھوٹا نظر آئے۔''

پھر عبداللہ ابن مسعود نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

نبی کریمؐ نے اس بدترین دشمنِ اسلام کے سر کو دیکھ کر سجدہ شکر ادا کیا۔[1]

2.ولید بن مغیرہ

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم مبعوث بہ رسالت ہوئے تو آپؐ تین سال تک ایک خفیہ جگہ بیٹھ کر تبلیغ دین کیا کرتے تھے۔اس عرصہ میں تھوڑے سے آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔اور بعد میں وحی نازل ہوئی کہ آپ کھل کر دین کی تبلیغ کریں۔وہ لوگ جو آپ کو اذیت دیتے ہیں ہم اذیت دینے والوں کو آپ سے دور کریں گے۔

[1] پیغمبرو یاران 206/4۔طبقات ابن سعد 106/3

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ان اذیت دینے والے اشخاص میں ایک شخص کا نام ولید بن مغیرہ تھا۔ایک دن جبرائیل امین آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی اثنا میں ولید بن مغیرہ وہاں سے گزرا۔ جبرائیل نے کہا: ''یارسول اللہ! یہ ولید آپؐ کو اذیت دینے والوں میں سے ہے۔''

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: ''جی ہاں۔''

جبرائیل امین نے اس کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا۔

ولید بھی تھوڑی دور گیا راستے میں بنی خزاعہ کا ایک شخص تیر تراشنے میں مصروف تھا۔اس کا پاؤں تیر کے ایک حصے سے جا کر لگا اور اس کی ایڑھی میں کچھ ریزے پیوست ہو گئے اور پاؤں سے خون جاری ہونے لگا۔

لیکن وہ تکبر میں اتنا محو تھا کہ اس نے خم ہو کر ان ریزوں کو نکالنا گوارا نہ کیا۔ وہ گھر گیا اور وہاں جا کر بستر پر لیٹ گیا۔ اور اس کے بستر کے نیچے اس کی بیٹی بستر پر سوئی ہوئی تھی۔ اس کے پاؤں سے اتنا خون بہا کر اس کی بیٹی کا بستر اس کے خون سے تر ہو گیا بیٹی بیدار ہو گئی اور اس نے کنیز کو کہا کہ تو نے پانی کی مشک کو اچھی طرح سے کیوں نہیں باندھا۔ سارا بستر گیلا ہو گیا ہے۔ تو اس وقت ولید نے اپنی بیٹی سے کہا کہ بیٹی یہ پانی نہیں ہے بلکہ یہ تیرے باپ کا خون ہے۔ بعد میں اس نے کچھ وصیتیں کی اور تھوڑی دیر بعد واصلِ جہنم ہو گیا۔[1]

3. تنگ دستی بہتر ہے یا مغرور کن دولت؟

ایک دولت مند شخص صاف ستھرے کپڑے پہن کر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں ایک غریب صحابی پھٹے پرانے کپڑے پہن کر حضور کی خدمت میں آیا اور اس دولت مند شخص کے قریب بیٹھ گیا۔ دولت مند شخص نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دولت مند سے فرمایا: ''اسے دیکھ کر تم نے جو اپنے کپڑے سمیٹے ہیں تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس غریب کی غربت تم کو چمٹ جائے گی؟'' اس نے کہا نہیں

تو آپ نے فرمایا: ''تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری دولت اس کے پاس چلی جائے گی؟''

اس نے کہا: ''نہیں''

پھر آپ نے فرمایا: ''جب ان دونوں میں سے ایک بھی بات نہیں تو پھر تم نے اسے دیکھ کر اپنے کپڑے کیوں سمیٹے؟''

اس نے کہا: یارسول اللہ! دراصل میرا نفس امارہ برائی کو میرے لئے زینت بنا کر پیش کرتا ہے اور نیکی کو معیوب بنا کر اس سے نفرت دلاتا ہے۔''

پھر اس دولت مند شخص نے کہا: ''یارسول اللہ! مجھ سے غلطی سرزد ہو گئی ہے میں اس کی تلافی کے لئے اس غریب کو اپنی آدھی دولت دیتا ہوں غریب نے کہا: ''مجھے منظور نہیں ہے۔''

---

[1] منتہی الامال 36/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کیا وجہ تم اس کی دولت قبول نہیں کرتے؟“

غریب نے کہا: ”یارسول اللہ! اگر میں نے اس کی دولت قبول کر لی تو میں بھی اس کی طرح مغرور بن جاؤں گا۔“[1]

4. سلیمان بن عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک بنی اُمیہ کا بڑا صاحب جبروت بادشاہ گزرا ہے۔ ایک دفعہ اس نے جمعہ کے دن نیا لباس پہنا۔ اپنے آپ کو معطر کیا اور اپنے عماموں کا صندوق منگوایا۔ ایک عمامہ کو دیکھتا پھر ناپسند کر کے اسے رکھ دیتا ہے۔ پھر دوسرا عمامہ دیکھتا اور اسے بھی شایانِ شان نہ سمجھتے ہوئے رکھ دیتا، آخر سینکڑوں عماموں میں سے اس نے ایک دستار پسند کی اور اسے سر پر باندھا۔

غرض یہ کہ پوری طرح سج دھج کر بڑے کروفر سے منبر پر آیا اور دوران خطبہ اس نے کہا: ”میں نوجوان بادشاہ ہوں اور ہیبت والا سردار ہوں اور میں سخی اور بے حد بخشنے والا ہوں۔“

اس کے بعد اس نے خطبہ ختم کیا اور اپنے محل میں واپس آ گیا۔ محل میں اسے ایک کنیز نظر آئی تو اس نے کہا کہ: بتاؤ ہم کیسے لگ رہے ہیں؟“

کنیز نے کہا: ”اگر شاعر کا شعر نہ ہوتا تو آپ لا جواب تھے۔“

سلیمان بن عبدالملک نے پوچھا: ”کونسا شعر؟“

کنیز نے یہ شعر پڑھا:

انت نعم المتاع لو کنت تبقی

غیر ان لا بقاء للانسان

”اگر تو باقی رہنے والا ہوتا تو تو اچھی جنس اور اچھا سرمایا ہوتا۔ مگر افسوس کہ انسان کو بقاء میسر نہیں ہے۔“

کنیز کی زبانی یہ شعر سن کر سلیمان رونے لگا اور دن بھر روتا رہا۔ شام کے وقت سلیمان نے کہا کہ فلاں کنیز کو ہمارے سامنے لایا جائے۔ وہ کنیز حاضر ہوئی تو سلیمان نے کہا: ”تو نے یہ شعر کیوں پڑھا؟“

کنیز نے بتایا کہ آج پورا دن میں نے آپ کو دیکھا تک نہیں، میں یہ شعر کیسے پڑھ سکتی ہوں؟ دوسری کنیزوں نے بھی اس کے بیان کی تصدیق کی۔“

سلیمان نے گھر میں موجود تمام کنیزوں کو بلایا سب نے شعر سنانے سے انکار کر دیا۔

سلیمان سمجھ گیا یہ دراصل ایک غیبی اشارہ تھا۔

---

[1] راہنمائی سعادت 161/1۔ اصولِ کافی ج2۔ باب فضل فقراء المسلمین

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس واقعہ کے چند روز بعد سلیمان مر گیا۔اس کی بادشاہت اسے موت سے نہ بچا سکی۔ [۱]

5. خسرو پرویز کی تکبر کی وجہ سے ہلاکت

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن سلاطین و امراء کو دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تھے۔اِن میں خسرو پرویز بھی شامل تھا۔خسرو پرویز ان دنوں ایران کا بادشاہ تھا۔عبداللہ بن حذافہ رحمۃ اللعالمین کا خط لیکر اس کے پاس گئے۔

خسرو پرویز نے مترجم کو بلا کر خط کا ترجمہ کرایا تو خط کا سرنامہ کچھ یوں تھا: ''من محمد رسول الله الی کسری عظیم فارس'' محمد رسول اللہ کی طرف سے فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف۔سرنامہ دیکھ کر اسے سخت غصہ آیا کہ رسول خداؐ نے اپنا نام میرے نام سے پہلے کیوں تحریر کیا۔چنانچہ اس نے رسولِ خدا کا خط پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور قاصد کو کوئی جواب نہ دیا۔

جب قاصد نے واپس آ کر حضور اکرمؐ کو اس کے نازیبا طرزِ عمل کی خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: ''اللّٰھم فرق ملکہ'' خدایا جس طرح سے اس نے میرے خط کے ٹکڑے کئے اسی طرح تو اس کے ملک کے ٹکڑے کر دے۔''

خسرو پرویز نے یمن کے گورنر بازان کو خط لکھا کہ عرب میں محمد نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔دو طاقتور آدمی بھیج کر اسے گرفتار کر کے ہمارے پاس روانہ کر دو۔

باذان نے بابویہ اور فرخسر نامی دو آدمیوں کو گرفتاری کے لئے مدینہ بھیجا۔دونوں افراد مدینہ آئے تو انہوں نے اپنے بازوں پر سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے اور زرین کمر بند کے ساتھ اپنے آپ کو مزین کیا ہوا تھا۔اور داڑھی مونڈی ہوئی تھی اور مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شکلیں دیکھ کر نفرت کا اظہار کیا۔آپؐ نے فرمایا: ''اچھا آج رات تم ہمارے ہاں آرام کرو۔ہم تمہیں اس کا جواب دیں گے۔''

جب وہ دوسری صبح کو آپؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے فرمایا: ''تم باذان سے جا کر کہنا کہ کل رات (10 جمادی الاوّل منگل کی رات 7ھ) سات بجے میرے پروردگار نے کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ کے ذریعہ قتل کرا دیا ہے۔اور ہم عنقریب ان کے ملک کو فتح کریں گے اور اگر تو اپنے عہدے پر قائم رہنا چاہتا ہے تو ایمان لے آ۔'' [۲]

---

[۱] پند تاریخ 37/3

[۲] داستانھا و پندھا 126/2۔روضۃ الصفاء

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر27

تواضع

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا

اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر (فروتنی) سے دبے پاؤں چلتے ہیں۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ماتواضع احدللّٰہ الارفعہُ اللّٰہ"

"جو شخص بھی خدا کے لئے تواضع کرے گا تو خدا اس کا رتبہ بلند کرے گا۔"[2]

مختصر تشریح

ہر شرافت کی بنیاد تواضع ہے۔خدا کی عظمت،جلال کے سامنے تواضع کرنے والا شخص متواضع کہلاتا ہے اور وہ خدا کی عبادت کو اچھے طریقے سے سرانجام دیتا ہے۔تواضع کی حیثیت کو مقربین بہتر جانتے ہیں وہ اپنی اس صفت سے وحدانیت حق کے ساتھ متصل ہوجاتے ہیں۔خشوع،خضوع اور خوف تواضع ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

اہل تواضع کو خدا نے ایسے چہرے عطا کئے ہیں کہ آسمان اور زمین کے فرشتے انہیں اچھی طرح سے پہنچانتے ہیں۔

وہ لوگ اپنے چلنے سے،اپنے اجتماعی معاملات اور خاندانی معاملات کو بخوبی جانتے ہیں اور ایسے لوگ ہر قسم کے تکبر سے آزاد ہوتے ہیں۔[3]

1. حضرت سلمان فارسی کی تواضع

حضرت سلمان فارسی کچھ عرصے تک شام کے ایک شہر کے حکمران رہے تھے۔حکمرانی سے پہلے اور حکمرانی کے بعد کسی

[1] سورہ الفرقان آیت 63

[2] جامع السعادات 359/1

[3] تذکرہ الحقائق ص55

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

نے آپ کے رویہ میں فرق محسوس نہ کیا۔آپ ہمیشہ موٹے کپڑے پہنتے تھے، پیدل سفر کرتے تھے اور اپنے گھر کے سامان کو خود ہی اٹھایا کرتے تھے۔

ایک دن آپ بازار سے گزر رہے تھے آپ نے بازار میں دیکھا کہ ایک شخص کچھ سامان لے کر اس انتظار میں کھڑا تھا کہ کوئی شخص آئے اور اس کے سامان کو اٹھا کر اس کے گھر پر لے جائے۔وہ شخص حضرت سلمان کو نہیں جانتا تھا۔جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے اس شخص کا سامان بغیر کسی اجرت کے اس کے گھر پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔

اس شخص نے اپنا سامان سلمانؓ کی پشت پر لادا اور حضرت سلمانؓ اس کا سامان اٹھا کر چلے۔

راستے میں ایک شخص ملا جو حضرت سلمانؓ کو جانتا تھا اس نے جیسے ہی حضرت سلمان کو دیکھا تو کہا:''امیر میرا آپ پر سلام ہو اور آپ یہ سامان لے کر کہا جا رہے ہو؟''حضرت سلمان نے اس شخص کو سلام کا جواب دیا۔تو وہ سامان والا شخص جان گیا کہ میں نے جس شخص پر اپنا سامان لادا ہوا ہے وہ امیر شہر حضرت سلمان فارسی ہیں۔

پھر وہ شخص آپ کے پاؤں میں گر گیا اور آپ کے ہاتھوں کے بوسے لینے لگا اور کہنے لگا کہ خدا کے لئے مجھے میرا گناہ معاف فرمادیں کیونکہ میں آپ کو نہیں جانتا تھا۔

حضرت سلمان نے کہا کہ اس دفعہ تو میں سامان ضرور آپ کے گھر چھوڑ آؤں گا کیونکہ میں نے تم سے اس کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ وہاں پر سامان لے گئے اور اس سے فرمایا کہ اب تم مجھ سے وعدہ کرو کہ کبھی بھی کسی سے بیگار نہ لینا۔اور جو وزن تم اٹھا سکتے ہو تو اس کو خود اٹھا لینا اس سے تمہاری مردانگی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔[1]

2.بلال حبشی

حضرت بلال حبشی کا تعلق ان مسلمانوں سے ہے جنہوں نے معنوی طور پر بڑی ترقی کی تھی۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا مؤذن قرار دیا تھا۔اور نماز کے وقت آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ بلال اذان دے کر ہماری روح کو خوش کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے دور میں بیت المال کا امین بھی مقرر کیا تھا۔اور آپؐ ان سے ایسے سلوک کرتے تھے جیسا کہ اپنے بھائیوں سے کیا جاتا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بلال میں جب بھی جنت میں گیا ہوں تو میں نے تیرے پیروں کی آہٹ اپنے آگے آگے سنی اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تو اس وقت جنت کی راہوں پر چل رہا ہوتا ہے۔

جب مسلمانوں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ حضرت بلال کے پاس آئے اور اس کو یہ فخر ملنے پر مبارک باد دی۔

لیکن حضرت بلال باتیں سن کر مغرور نہ ہوئے اور نہ ہی اپنی تعریفات سن کر متاثر ہوئے بلکہ وہ ان کے جواب میں کہتے تھے

[1] جوامع الحکایات ص17

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کہ میں حبشہ کا رہنے والا ایک حبشی ہوں اور کل تک میں ایک عبد اور غلام تھا۔[۱]

3. رسول خدا کی تواضع

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت سلمانؓ اور حضرت بلالؓ اکٹھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت سلمانؓ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کے لئے آپؐ کے پاؤں میں گرے اور ان کو بوسہ دیا۔ رسول خدا نے حضرت سلمانؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''دیکھو! عجمی لوگ جو اپنے بادشاہوں کے سامنے آداب بجالاتے ہیں میرے سامنے وہ آداب نہ بجاؤ۔ میں بھی خدا کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں جو کچھ باقی لوگ کھاتے ہیں میں بھی وہی کچھ کھاتا ہوں۔ اور جہاں پر دوسرے لوگ بیٹھا کرتے ہیں میں بھی اسی جگہ بیٹھا رہتا ہوں۔''[۲]

4. محمد بن مسلم کو حکمِ تواضع

محمد بن مسلم کوفہ میں رہتے تھے اور بہت بڑے دولت مند شخص تھے۔ وہ مدینہ آئے اور امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کی ملاقات ہوئی۔ امام محمد باقر علیہ اسلام نے اسے فرمایا: ''تم عاجزی اور تواضع اختیار کرو۔'' جب محمد بن مسلم کوفہ واپس آئے تو انہوں نے مسجد کے دروازے پر چٹائی بچھا کر کھجوریں بیچنا شروع کردیں اور کھجور کے لئے آواز لگانے لگے۔

ان کے خاندان والوں نے ان کا یہ کاروبار دیکھا تو جمع ہو کر ان کے پاس آئے اور کہا: ''آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ آپ نے تو ہمارے خاندان کی ناک کٹوادی ہے۔'' انہوں نے تواضع اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسا کرنے سے میری جھوٹی انا کو ضرب لگتی ہے اور غرور و تکبر کو ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔''

ان کے خاندان والوں نے کہا: ''اگر آپ کو کاروبار کرنا ہی تھا تو پھر آپ لاکھوں کا کاروبار کرتے اور پوری مارکیٹ پر چھا جاتے۔''

انہوں نے کہا: ''میرا مقصد زیادہ منافع کمانا نہیں ہے اور دولت جمع کرنا بھی نہیں۔ میں چھوٹا موٹا کاروبار کر کے اپنے نفس امارہ کو شکست دینا چاہتا ہوں۔''

آخر میں انہوں نے آٹے کی ایک چکی خرید لی اور سارا دن چکی پر دانے پیسا کرتے تھے۔[۳]

---

[۱] حکایتھای شنیدانی 4/.173۔ طبقات ابن سعد 238/3

[۲] درسھائی از زندگی مبرص 162۔ بحار 43/77

[۳] روایتھا و حکایتھای ص۔103۔ داستانھای پراکندہ 18/3

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

5. حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حوارئین

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے کہا: ''تم سے مجھے ایک حاجت ہے۔''

حواریوں نے کہا کہ ہم آپ کی حاجت پوری کریں گے۔

آپ اُٹھے اوران سب کے پاؤں دھوئے۔

حواریوں نے کہا: ''ہمارا حق بنتا تھا کہ ہم آپؑ کے پاؤں دھوتے، آپ نے کیا زحمت فرمائی؟''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں نے اس لئے تمہارے پاؤں دھوئے ہیں تاکہ تم بھی میرے بعد لوگوں کے پاؤں دھوؤ۔ عالم کو چاہئے کہ وہ تواضع کی ابتدا کرے۔ میرے بعد تم بھی میری طرح تواضع کرنا۔''

پھر فرمایا: ''تواضع ہی سے حکمت ودانش کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے تکبر سے نہیں۔ کیونکہ پیداوار نرم زمین میں ہوتی ہے پہاڑ پر نہیں ہوتی۔''[1]

اس مقام پر اردو کا یہ شعر لکھنا مناسب نظر آتا ہے۔

مٹادے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہئے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے

[1] نمونہ معارف 223/3۔ وافی 4/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر28

توبہ

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَاَنِ اسغفروا ربکم ثُمَّ تُوبوا اِلَیْہِ۔"

اور یہ کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے آگے توبہ کرو۔[۱]

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے:

"اذأتابَ الْعَبْدُ توبۃً نَصوحاً أَحبَّہُ اللہُ فَسَتَرَعَلَیْہِ۔"

''جب کوئی مومن خلوصِ نیت سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔''[۲]

مختصر تشریح

توبہ خدا کی رسی ہے اور توبہ کرنے والے شخص پر یہ لازم ہے کہ وہ اس رسی سے منسلک رہے۔ اور اپنے باطن کے گناہوں کو آبِ حیات کے ذریعے دھوئے۔ اور اپنے خلاف اپنے خدا کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے۔ سابقہ گناہوں پر اپنے دل میں پشیمانی محسوس کرے اور اور باقی عمر خدا سے ڈرتا رہے۔

اولیاء کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل و دماغ میں پیدا ہونے والے خیالات پر توبہ کرتے ہیں۔ خواص اگر غیر اللہ کے ساتھ مشغول ہو گئے تو وہ اس سے توبہ کرتے ہیں۔ اور عام انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔ سابقہ کوتاہیوں کی تلافی کے لئے گناہوں کی طرف دوبارہ رجوع نہ کرنے کے لئے ایک تائب شخص کو چاہئے کہ وہ کسی بھی گناہ کو چھوٹا نہ سمجھے اور اپنے سابقہ گناہوں پر ہمیشہ فکرمند رہے اور اپنے نفس کو شھوات سے دور رکھے، وہ ہمیشہ خدا کی عبادت کرے اور استغفار کرے۔[۳]

---

[۱] سورۂ ھود3

[۲] جامع السعادت 65/3

[۳] تذکرۃ الحقائق ص75

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1. ہر گناہ کی علیحدہ توبہ ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''پچھلے زمانے میں ایک شخص رہتا تھا۔ اس نے حلال طریقے سے دنیا تلاش کی مگر ناکام رہا اس کے ہاتھ دنیا نہ آئی۔ اس نے حرام طریقوں سے دنیا طلب کی پھر بھی ناکام رہا۔ اس کے ہاتھ دنیا نہ لگی۔

ایک مرتبہ ابلیس مجسم ہو کر اس کے سامنے آ گیا اور کہا: ''تم نے حلال و حرام طریقوں سے دنیا حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو تمہارے پاس دنیا کی کوئی کمی نہیں رہے گی۔ اور بہت سے افراد تمہاری پیروی کرنا اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھیں گے۔''

اس شخص نے کہا: ''میں تیری بات پر ضرور عمل کروں گا۔''

ابلیس نے اسے مشورہ دیا: ''تو ایک نیا دین و مذہب ایجاد کر لے اور لوگوں کو اس کی دعوت دے۔'' اس نے ابلیس کے کہنے پر عمل کیا آہستہ آہستہ لوگ اس کے پیروکار بنتے گئے۔ اور اس کے پاس دولت کے ڈھیر جمع ہو گئے۔ پھر اس نے کچھ عرصے کے بعد سوچا کہ میں نے بہت غلط کام کیا ہے۔ میں نے لوگوں کو گمراہ کیا، اب میرے لیے توبہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے اپنے پیروکاروں کے سامنے جھوٹ کا اقرار کر لوں تا کہ وہ غلط نظریات سے بچ سکیں۔ اور اللہ مجھے معاف فرمادے۔ چنانچہ اس نے اپنے پیروکاروں کا اجتماع بلا کر اعلان کیا کہ میں نے اب تک تمہیں گمراہ کیا تھا اور جو کچھ بیان کرتا تھا وہ سب باطل اور جھوٹ پر مبنی تھا۔

انہوں نے کہا: ''تو اب جھوٹ بول رہا ہے اور تو اپنے دین میں شک کر کے گمراہ ہو گیا ہے۔'' یہ کہہ کر اس کے پیروکار وہاں سے چلے گئے۔ اس شخص نے اپنے آپ کو طوق و زنجیر میں قید کر لیا اور ارادہ کیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ کرے گا میں یہ طوق و زنجیر جدا نہیں کرونگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو وحی فرمائی کہ تم اس شخص سے کہہ دو کہ خدا فرماتا ہے: ''مجھے اپنی عزت کی قسم اگر تو اتنی گریہ وزاری کرے کہ تیرے وجود کا بند بند جدا ہو جائے تو بھی میں تیری توبہ قبول نہیں کرونگا اور نہ ہی تیری کوئی دعا قبول کرونگا۔ جب تک تو ان لوگوں کو زندہ نہ کرے جنہیں تو نے گمراہ کیا تھا اور وہ اسی گمراہی میں مر گئے۔''[1]

2. بنی اُمیہ کے کاتب کی توبہ

علی ابن ابی حمزہ روایت کرتے ہیں کہ سلاطین بنی اُمیہ کا ایک کاتب میرا دوست تھا اور اس نے مجھ سے اصرار کیا کہ میں اس کے لئے امام جعفر صادقؑ سے ملاقات کی اجازت طلب کروں۔

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ سلاطین بنی اُمیہ کا ایک کاتب آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔ اگر

[1] پند تاریخ۔251/4۔ بحارالانوار۔277/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

آپ اجازت دیں تو میں اسے آپ کی خدمت میں پیش کروں؟

آپ نے اجازت دی تو میں اسے امام عالی مقامؑ کی خدمت میں لے گیا۔اس نے امام عالی مقام کوسلام کیا اور بیٹھ گیا۔ پھراس نے عرض کی:''فرزندرسولؐ! میں ایک عرصہ تک سلاطین بنی امیہ کا کاتب رہا اوران کے دفتروں میں کام کرتا رہا اور دوران ملازمت میں نے بہت سی دولت جمع کر لی اور دولت کی جمع آوری کے لئے میں نے کبھی حلال وحرام کی تمیز نہ کی تھی، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:''اگر بنی امیہ کو ایسے افراد نہ ملتے جو ان کے کاتب بنتے اور جو ان کے لیے خراج کی رقم وصول کرتے اوران کی طاغوتی حکومت کے لئے جنگ کرتے اوران کے درباروں کی زینت بنتے تو وہ کبھی بھی ہمارا حق چھین نہیں سکتے تھے۔اگرلوگ ان سے عدم تعاون کا مظاہرہ کرتے تو انہیں یہ جرات نہ ہوتی کہ لوگوں کے حقوق غصب کرتے اوران کے ہاتھ میں بھی کچھ نہ رہتا۔''

اس شخص نے عرض کی کہ تیرے لئے اب نجات کی کیا صورت ہے؟

آپؑ نے فرمایا:''میں تیری راہنمائی کرتا ہوں اور کیا تو میرے فرمان پرعمل کرے گا۔''

اس نے کہا:''جی ہاں''۔

آپ نے فرمایا:''تو پھر تم نے ان کی نوکری سے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے اس سے ہاتھ اٹھالو۔جو صاحبان حق تمہیں یاد ہوں ان تک ان کا حق پہنچا دو اور جو تمہیں بھول چکے ہیں تو باقی رقم ان کی طرف سے صدقہ کردو اور اگر تم نے میرے فرمان پرعمل کیا تو میں خدا کی طرف سے تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

آپ کا فرمان سن کراس شخص نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا پھر ایک نئے عزم وولولہ سے کہا:''میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپؑ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔''

راوی کہتا ہے کہ ہم دونوں واپس اپنے گھر کوفہ آئے۔اس شخص کے گھر میں جو کچھ تھا اس نے سب کا سب صاحبان حقوق کو واپس کردیا اور جس کے مالک کا علم نہ تھا ان کی طرف سے صدقہ کیا۔اس شخص نے اپنے جسم کے کپڑے بھی اتار دیئے۔

میں نے اس کے لئے اپنے ایمانی بھائیوں سے تعاون کی درخواست کی اور ہم نے اسے کپڑے لاکر دیئے اور اس کے اخراجات کے لئے ہم نے کچھ رقم بھی اس کے حوالے کی۔

اس کے بعد وہ شخص محنت مزدوری کرنے لگا اور اس سے اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے لگا۔

چند ماہ بعد وہ بیمار ہوا۔میں اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ اس پر نزع کا عالم طاری تھا اور جیسے ہی اس نے آنکھ کھولی اور مجھے دیکھا تو کہا:''آپ کے مولا وآقا نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔''

یہ الفاظ کہہ کر وہ دنیا سے رخصت ہوگیا۔اور ہم نے اس کی تجہیز وتکفین کے فرائض سرانجام دیئے۔

کچھ عرصے بعد میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:''ہم نے تمہارے دوست سے کیا ہوا وعدہ پورا کردیا۔''

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

میں نے عرض کی: ''بے شک آپؑ صحیح کہتے ہیں، میرے دوست نے بھی عالم نزع میں مجھے یہی کہا تھا۔[1]

3. توبہ زندگی کے آخری لمحے بھی کی جاسکتی ہے

معاویہ بن وہب کہتے ہیں کہ میں مکہ کی طرف سفر کر رہا تھا اس سفر میں ایک بوڑھا عابد ہمارے ساتھ تھا۔لیکن وہ ہمارے مذہب کا پیروکار نہیں تھا۔وہ سفر میں بھی قصر کرنے کی بجائے نماز پوری پڑھتا تھا۔اس کے ساتھ اس کا ایک بھتیجا بھی تھا جو ہمارا ہم مذہب تھا۔

راستے میں بوڑھا شخص بیمار ہوا اور ہمیں یقین ہوگیا یہ بوڑھا اب نہیں بچے گا۔میں نے اس کے بھتیجے سے کہا کہ اپنے چچا کو ولایت علیؑ کی طرف مائل کرو۔تاکہ اس کا خاتمہ بالخیر ہوجائے۔نوجوان چچا کے پاس بیٹھا اور کہا: ''چچا جان! یہ ایک حقیقت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر افراد صحیح نظریات پر قائم نہیں رہے تھے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی پیروی سے روگردانی کی جبکہ علیؑ کی اتباع (دراصل رسولِ خدا کی اتباع ہے۔''

بوڑھے شخص نے آہ کی آواز سینے سے نکالی اور کہا: ''میں اس وقت اسی عقیدہ کو قبول کرتا ہوں اور اسی مذہب کو قبول کرتا ہوں۔''

یہ الفاظ کہنے کے بعد اس کی روح پرواز کرگئی۔

ہم مکہ آئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، علی بن سری نے بوڑھے شخص کی روئیداد امام جعفر صادق علیہ السلام کو سنائی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''وہ جنتی ہے۔''

علی بن سری نے کہا: ''مولا! اس نے تو مرتے وقت ولایت علیؑ کا عقیدہ اختیار کیا۔بھلا اسے اس کا ایمان کیا فائدہ دے گا؟''

آپؑ نے فرمایا: ''تم اس سے اور کیا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم وہ جنت میں داخل ہو چکا ہے۔''[2]

4. ابولبابہ کا اندازِ توبہ

جنگ خندق ختم ہوئی۔جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ظہر کے وقت جبرائیل امین نازل ہوئے اور آپؐ کو بنی قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم پہنچایا۔

رسولِ خدا ﷺ نے فوراً جسم پر ہتھیار سجائے اور حکم دیا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ پڑھیں گے۔مسلمانوں نے ہتھیار

---

[1] شنیدنی ھای تاریخ ص۔55۔ محجۃ البیضاء 254/3

[2] خزینۃ الجواہر ص 312۔روضۃ الانوار منبرواری

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اٹھائے اور بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔

واضح رہے کہ بنی قریظہ یہودی تھے۔اور مدینہ سے چار کلومیٹر کے فاصلے پر آباد تھے۔انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدکیا تھا کہ وہ ان کے دشمن کی مدد نہیں کریں گے لیکن انہوں نے جنگ خندق کے موقع پر کھل کر مسلمانوں کی مخالفت کی اور کفارِمکہ کا ساتھ دیا تھا۔ جنگ خندق کے خاتمہ پر آپؐ نے انہیں عہد شکنی کی سزادی تھی۔عرض مترجم)

محاصرہ نے طول کھینچا اور یہودی تنگ آ گئے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ اپنے صحابی ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیجیں ہم اس سے صلاح ومشورہ کریں گے۔ابولبابہ بنی قریظہ کے حلیف رہ چکے تھے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ سے فرمایا:تم اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

ابولبابہ بنی قریظہ کے قلعہ میں آئے۔بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کی جیسے ہی نظر اپنے ایک حلیف پر پڑی تو وہ شدت غم سے رونے لگے۔ابولبابہ اس رقت انگیز منظر سے دل ہی دل میں متاثر ہوئے۔

بنی قریظہ کے افراد نے کہا:''ابولبابہ تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہم غیرمشروط طور پر اپنے آپ کو محمدؐ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں اور وہ ہمارے لئے جو فیصلہ چاہیں کریں یا ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا چاہئے؟''

ابولبابہ نے کہا:''میرا مشورہ یہی ہے کہ تم مزاحمت ختم کر کے اپنے آپ کو غیرمشروط طور پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کردو۔''

یہ الفاظ کہتے وقت ابولبابہ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔اشارے سے انہیں یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم قتل کردیئے جاؤ گے۔

ابولبابہ اشارہ تو کر بیٹھے لیکن وہ اپنے اس طرزعمل پر سخت پشیمان ہوئے اور انہوں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے رسول خدا سے خیانت کی ہے۔پھر ابولبابہ قلعہ سے باہر آئے اور ضمیر کی ملامت کی وجہ سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جاتے ہوئے حیا آئی۔وہ قلعے سے نکل کر سیدھے مسجد میں چلے گئے اور انہوں نے اپنی گردن میں رسی باندھ کر مسجد کے ایک ستون کے ساتھ رسی کا دوسرا سرا باندھ دیا وہ ستون''اسطوانہ توبہ'' کہلاتا ہے۔

ابولبابہ نے دل میں یہ عہد کرلیا تھا کہ میں اپنے آپ کو اس قید سے اس وقت تک نہیں نکالوں گا۔ جب تک اللہ میری توبہ قبول نہیں کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابولبابہ کا شدت سے انتظار تھا۔آخرکار رسول مقبولؐ نے فرمایا:''ابولبابہ ابھی تک کیوں واپس نہیں آیا؟''

ایک صحابی نے عرض کی:''اس نے اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔''

آپؐ نے فرمایا:''اگر ابولبابہ ہمارے پاس چلا آتا تو اور توبہ کی درخواست کرتا تو ہم اللہ تعالیٰ سے اس کا گناہ معاف

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کرادیتے لیکن اب اس نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ کیا ہے اب اللہ تعالیٰ جومناسب ہوگا اس کے لئے فیصلہ فرمائے گا۔''

ابولبابہ نے کئی روز تک اپنے آپ کو رسی سے باندھے رکھا اور وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور افطار کے وقت انتہائی قلیل غذا کھاتے تھے۔قضائے حاجات کے علاوہ مسجد سے باہر نہ نکلتے تھے۔

ایک شب جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ کے گھر تشریف فرماتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کرنے کی آیت نازل فرمائی اور جبرائیل امین یہ آیت لے آئے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲ "(سورہ توبہ آیت 102)

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، انہوں نے نیک اور بدعمل مخلوط کردیئے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زوجہ بی بی ام سلمہ سے فرمایا: ''اللہ نے ابولبابہ کی توبہ قبول کرلی ہے۔''

ام سلمہ نے عرض کی: ''اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے خوش خبری سناؤں؟'' (مورخ طبری لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ نزول حجاب سے قبل کا ہے)

آپؐ نے اجازت دی، حضرت بی بی ام سلمہ نے حجرے سے سر نکال کر ابولبابہ کو خوش خبری سنائی۔

ابولبابہ نے اللہ کی حمد وثنا کی۔چند مسلمان آگے بڑھے تاکہ ابولبابہ کو رسی سے آزاد کریں۔لیکن ابولبابہ نے سختی سے سب کو منع کردیا اور کہا: ''جب تک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے ہاتھوں سے آزاد نہیں کریں گے اس وقت تک میں اس قید میں رہوں گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اسے اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا اور فرمایا: ''اللہ نے تیری توبہ قبول کی اور آج گناہوں سے اسی طرح پاک ہے جیسا کہ پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا۔[1]

5. توبہ کا یہ انداز ہوتا ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت معاذ ابن جبل گریہ کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ پر سلام کیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: ''کیوں گریہ کررہے ہو؟''

معاذ نے عرض کی: ''مولا! مسجد کے دروازے پر ایک خوبصورت نوجوان آیا ہوا ہے اور زار وقطار گریہ کررہا ہے وہ ایسے رو رہا ہے جیسے ایک ماں اپنے جوان بیٹے پر روتی ہے۔اور آپؐ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔''

[1] پیغمبر دیاران 129/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بات نہیں اسے اجازت ہے۔'' پس وہ جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ پر سلام کیا۔ اور آپؐ نے سلام کا جواب کے بعد اس سے پوچھا کہ کیوں رو رہا ہے۔

اس نے عرض کیا: ''میں نے ایسا گناہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھے دوزخ میں ڈال دے گا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے؟''

اس نے عرض کی: ''نہیں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو نے کسی محترم ہستی کا قتل کیا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''نہیں''

تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تیرا گناہ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''جی ہاں میرا گناہ پہاڑوں سے بھی بلند وبالا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تیرا گناہ سات زمینوں، دریاؤں، ریت کے ذروں، درختوں اور جو کچھ خدا نے بنایا ہے مثلاً آسمان، ستاروں عرش اور کرسی سے بھی بڑا ہے؟''

اس نے عرض کیا: ''جی ہاں میرا گناہ ان سب چیزوں سے بڑا ہے''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو اپنا گناہ بیان کر۔ پھر اس نے اپنی داستان یوں بیان کی کہ میں سات سال سے قبریں کھود کر مردوں کے کفن اتار کر بازار میں فروخت کرتا رہا ہوں۔ ایک رات میں نے انصار کی ایک لڑکی کی قبر کھودی اور اس کے کفن کو اس سے جدا کیا تو شیطان نے میرے ذہن میں وسوسہ ڈالا اور میں نے اس لاش سے مقاربت کی۔ جب میں واپس آ رہا تھا تو لاش سے آواز آئی، جوان! تجھے خدا کی حکومت سے کوئی خوف نہیں آتا، آتش دوزخ کے لئے تجھ پر افسوس ہو۔ جوان کہنے لگا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اب بتائیں کہ میں کیا کروں؟''

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دور جاؤ مجھ سے، تو اپنے ساتھ مجھے بھی عذاب آتش میں جلانا چاہتا ہے۔''

وہ اُٹھ کر ایک پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ لیے وہ توبہ، مناجات اور عبادات میں مشغول ہوگیا۔ چالیس روز تک وہ شب وروز گریہ کرتا رہا۔ اس نے اتنا گریہ کیا پرندے اور وحشی حیوانات بھی اس سے متاثر ہو گئے۔

چالیس روز کے بعد اس نے خداوند تعالیٰ سے درخواست کی کہ خداوندا یا تو مجھ پر آگ نازل کر یا میرے گناہ معاف فرما مگر قیامت کے روز مجھے رسوا نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ (سورہ آلِ عمران 135)

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

''وہ لوگ جب کوئی گناہ کرلیں یا اپنے نفس پر ظلم کرلیں تو وہ اپنے خدا کا ذکر کریں اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کریں، اللہ کے علاوہ اور کون ہے جو گناہ معاف کرے۔''

اس آیت میں بہلول کی مغفرت کی طرف بھی اشارہ تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر تلاوت کی۔ اور آپؐ نے فرمایا: ''کون ہے جو مجھے اس جوان تک لے جائے؟''

معاذ بن جبل نے عرض کی: ''جی ہاں! یارسول اللہ میں جانتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔''

پیغمبر اکرمؐ معاذ کو اپنے ساتھ لیکر اس کے پاس گئے اور دیکھا کہ اس نے دو پتھروں کے درمیان اپنے ہاتھوں کو گردن میں باندھا ہوا ہے، شدت گرما کی وجہ سے اس کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا۔ شدت گریہ کی وجہ سے اس کی آنکھوں کے گرد بال گر چکے تھے اور وہ شخص محو مناجات تھا۔ وہ اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا۔ صحرا کے درندے اس کے گرد کھڑے ہوئے تھے اور پرندے اس کے سر کے اوپر سایہ فگن تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس گئے اور اپنے دست مبارک سے اس کے ہاتھ آزاد کئے اس کے چہرے سے خاک کو صاف کیا اور کہا: ''بہلول! تجھے بشارت ہو خدا نے تجھے آتش دوزخ سے نجات دی۔''

آپؐ نے اصحاب سے کہا کہ دیکھو! اپنے گناہوں کی تلافی اس طرح کیا کرو۔[1]

[1] رسالہ لقاء اللہ ص 62۔ مجالس الصدوق

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 29

جہالت

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾

(اے رسول) درگزر سے کام لیں، نیک کاموں کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کش ہوجائیں۔[۱]

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"الجهل اصل كل شرٍ۔"

"نادانی اور جہالت تمام بُرائیوں کی جڑ ہوتی ہے۔"[۲]

مختصر تشریح

جہالت ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو ہمیشہ تاریکی میں لے جاتی ہے اور جو انسان اپنے آپ کو جہالت سے دور رکھے تو مقام بصیرت اور نورانیت تک پہنچ جاتا ہے اگر کوئی شخص غلط راستہ اختیار کرے اور جہالت کے تحت اپنے اعمال سرانجام دے تو وہ شخص گناہگار اور جہنمی بن جائے گا۔ اور اگر ایسے شخص کو صحیح راستے کی توفیق مل جائے اور وہ علم ومعرفت سے مستفید ہوجائے تو ایسے شخص کو دوزخ سے نجات مل جائے گی۔

جہالت کی جو بڑی چابی ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل پر خوش رہتا ہے۔ اور جاہل کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ جہالت کے باوجود اپنے آپ کو اہل علم تصور کرتا ہے۔

جاہل جب اپنے عیوب کو دیکھتا ہے تو وہ پشیمان نہیں ہوتا۔ اور جب اسے کوئی نصیحت کی جائے تو اسے بھی قبول نہیں کرتا۔ اگر چہ وہ اپنی جہالت سے مکمل طور پر واقف ہوتا لیکن اس کے باوجود بھی غلطی کرتا ہے اور مسلسل لغزشوں کا شکار رہتا ہے۔[۳]

---

[۱] سورۃ الاعراف آیت 199

[۲] غرر الحکم ج 819

[۳] تذکرہ الحقائق ص/73

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1.نادان حکمران

یعقوب لیث صفار (متوفی265) نے ایک شخص کوحکمران مقرر کیا جس کا نام ابراہیم تھا۔ابراہیم ذاتی طور پر دلیر اور شجاع انسان تھالیکن وہ انتہائی نادان تھااوراپنی نادانی کی وجہ سے اس نے اپنی جان گنوائی تھی۔

سرما کا موسم تھا کہ وہی ابراہیم یعقوب لیث کے پاس گیا۔یعقوب نے حکم دیا کہ میرے سرمائی لباس میں سے کچھ لباس ابراہیم کودیئے جائیں گے۔

ابراہیم کاایک نوکرتھاجس کا نام احمد بن عبداللہ تھا۔بظاہراحمداس کا نوکرتھالیکن وہ حقیقت میں اس کا دشمن تھا۔ابراہیم جب گھرآیاتواس نوکر نے اسے کہا کیا تجھے یہ معلوم ہے کہ یعقوب لیث جسے بھی اپنی پوشاک دیتا ہے اسے ہفتہ کے بعدقتل کروادیتا ہے؟

ابراہیم نے کہا کہ مجھے اس کا کوئی پتانہیں ہے۔اب بتاؤ!ہمیں کیا کرنا چاہئے؟احمد نے کہا کہ ہمیں بھاگ جانا چاہئے۔ ابراہیم نے کوئی تحقیق نہ کی اورفرار کے منصوبے بنانے لگا۔احمد نے کہا:''جناب اگر یہ بات ہےتو میں بھی یعقوب لیث کے پاس نہیں رہنا چاہتااورتمہارے ساتھ یہاں سے بھاگ جاؤں گا۔

احمد وہاں سے اٹھ کرخلوت میں یعقوب لیث کے پاس چلا گیا۔اوراسے کہا کہ ابراہیم کاارادہ ہے کہ وہ یہاں سے فرار ہوکر سیستان چلاجائے اوروہاں جاکرآپ کے خلاف شورش بپاکردے۔

یعقوب لیث نے کہا کہ پھرہم اس کے لئے ایک لشکر تیار کرتے ہیں جواسے وہاں تک جانے ہی نہ دے گا۔احمد نے کہا کہ آپ مجھے حکم دے دیں میں اکیلا ہی اس کا سرقلم کرسکتا ہوں۔یعقوب لیث نے اسے اجازت دے دی۔ابراہیم اپنے سپاہ کے ساتھ شہر سے جانے کے لئے تیار تھا کہ احمد پیچھے سے آیا اوراس نے تلوار کا وار کرکے اس کا سرتن سے جدا کردیا۔اوروہ اس کا سرلے کریعقوب کے پاس چلا گیا۔

یعقوب نے ابراہیم کی حکمرانی احمد کے حوالے کی اوراس کی بڑی قدردانی کی۔[1]

2.خلیفہ کا جاہل بیٹا

مہدی عباسی بنی عباس کا تیسرا خلیفہ تھااوراس کے ایک بیٹے کا نام ابراہیم تھا جو کہ انتہائی منحرف تھااورخصوصاً امیرالمومنین علیہ السلام سے کینہ اورعداوت رکھتا تھا۔

ایک دن وہ ساتویں عباسی خلیفہ مامون کے پاس آیا اورکہا:''میں نے رات اپنے خواب میں علیؑ کودیکھا ہم ایک ساتھ چل رہے تھےتو راستے میں ایک تنگ پل آئی توعلیؑ نے مجھے پل عبورکرنے کو کہا۔میں نے علی سے کہا کہ آپؑ تو دعوی کرتے ہیں کہ آپؑ

[1] نمونہ معارف 93/4

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

امیرالمومنین ہیں لیکن آپ کی بہ نسبت ہم امارت کے زیادہ لائق ہیں تو انہوں نے میرے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی اختیار کرلی۔''

مامون نے کہا:''توانہوں نے تیرے سوال کے جواب میں کیا کہا؟''

اس نے کہا:''علیؑ نے اورتو کچھ نہیں کہا تھا لیکن اس نے کئی مرتبہ سلاماً سلاماً کہا۔''

مامون نے کہا:''خدا کی قسم علیؑ نے تو تجھے اچھا جواب دیا۔''

ابراہیم نے کہا:''وہ کیسے؟''

مامون نے کہا:''علی نے تجھے جاہل اور نادان سمجھا اور انہوں نے تو تجھے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو اپنے خاص بندوں کے اوصاف بیان کئے ہیں ان میں سے ایک حقیقت یہ بھی ہے۔''واذاخاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً۔''(سورہ فرقان 63)اور جب جاہل ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ صرف انہیں سلام کہہ دیتے ہیں'' علی نے تجھے جاہل سمجھا اور قرآن کی پیروی کرتے ہوئے تجھ جیسے جاہل سے بات کرنا مناسب ہی نہ سمجھا اور سلام کرکے اپنی جان چھڑا لی۔''[1]

3. خوبصورت جاہل

قاضی ابویوسف (متوفی 182) ہارون الرشید کی طرف سے سرکاری قاضی تھے۔ ایک دفعہ ایک خوبصورت شخص ان کی مجلس میں آیا۔ قاضی نے اس شخص کا بڑا احترام کیا۔ وہ کافی دیر تک مجلس میں خاموش بیٹھا رہا۔ قاضی نے اس کی خاموشی کی وجہ سے سمجھا کہ یہ شخص باوقار اور صاحب عقل انسان ہے۔

قاضی نے اس سے کہا:''جی فرمائیے؟''

اس نے جواب دیا:''مجھے ایک مسئلہ درپیش ہے اس لئے میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں۔

قاضی نے کہا:''جو کچھ مجھے معلوم ہوگا آپ کو ضرور جواب دوں گا۔''

اس شخص نے پوچھا:''یہ بتائیں کہ روزہ دار کو روزہ کس وقت افطار کرنا چاہئے؟'' اس کے جواب میں قاضی نے کہا:''جب سورج غروب ہوجائے۔''

اس شخص نے کہا:''اچھا یہ بتائیں کہ اگر سورج آدھی رات تک غروب نہ ہو تو؟''

قاضی مسکرانے لگا اور کہا کہ شاعر''جریرابن عطیہ''(متوفی 110) نے کیا ہی خوبصورت بات کہی تھی''وفی الصمت زین للغبی'' خاموشی کمزور اور نادان انسان کے لئے باعث زینت ہوا کرتی ہے۔ ہر شخص جب بات کرتا ہے تو اس کے صحیفہ عقل اور بے عقلی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

[1] حکایتھای شنیدانی 20/2۔ سفینۃ البحار 79/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس کی اس گفتگو سے قاضی کو معلوم ہو گیا کہ یہ شخص انتہائی جاہل ہے۔[۱]

4. قیس ابن عاصم

''قیس ابن عاصم'' زمانہ جاہلیت میں ایک قبیلے کا سردار تھا۔ظہور اسلام کے بعد وہ مشرف بہ اسلام ہوا۔کئی سالوں کے بعد اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرف یاب ہوا۔اورکہا کہ یارسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بارہ بیٹیوں کو زندہ درگور کیا تھا۔اور جب مجھے تیرھویں بیٹی ہوئی تو اس وقت میں گھر پر موجود نہ تھا۔میری بیوی نے اسے مجھ سے چھپا کر اپنے بھائیوں کے گھر بھیج دیا تھا اور مجھے بتایا کہ ایک مردہ بیٹا پیدا ہوا تھا۔

کچھ سالوں کے بعد جب میں سفر سے گھر آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے گھر میں ایک معصوم بچی میرے بچوں کے ساتھ کھیل رہی تھی جس کی شکل میرے بچوں سے ملتی تھی۔اور مجھے شک ہوا کہ میری بیٹی ہے۔میں اسے لیکر گھر کے باہر گیا تا کہ اسے بھی زندہ درگور کر دوں۔لیکن راستے میں میرے ارادہ کا میری بیٹی کو معلوم ہوا تو وہ رونے لگی اور مجھ سے کہہ رہی تھی ابا جان مجھ پر رحم کریں میں اپنے ماموں کے گھر چلی جاتی ہوں۔لیکن مجھے اس بچی پر رحم نہ آیا اور آخر میں نے اسے زندہ درگور کر دیا۔

قیس جیسے یہ واقعہ بیان کر رہے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور آپ فرما رہے تھے''من لا یرحم لا یرحم'' جو خدا کے بندوں پر رحم نہیں کرتا خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔اوراس کے بعد آپ نے قیس سے مخاطب ہو کر کہا:''تیرے سامنے انتہائی بدترین دن موجود ہے۔''

قیس نے کہا کہ یارسول اللہ! ان گناہوں کی تخفیف کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے آپ نے فرمایا:''جتنی بیٹیاں تو نے زندہ درگور کی ہیں اتنی ہی تعداد میں کنیزوں کو راہ خدا میں آزاد کرو۔''[۲]

5. لمبی داڑھی والا

جاحظ بصری (متوفی 249) جس نے تمام علوم پر کتابیں لکھی تھیں۔''بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم مامون عباسی کے ساتھ کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔اس دوران ایک شخص نے کہا کہ جس کی داڑھی لمبی ہو وہ شخص احمق ہوتا ہے۔ چند افراد نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ نہیں ہمارا یہ مشاہدہ نہیں ہے ہم نے کئی لمبی داڑھی والے دیکھے ہیں جو بڑے دانا ہیں۔

جب مامون نے یہ بات سنی تو کہا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جس شخص کی لمبی داڑھی ہو اور وہ عقل مند ہو۔اتنے میں ایک شخص جس نے لمبی داڑھی رکھی ہوئی تھی وہ اونٹ پر سوار ہمارے ہاں پہنچا۔اس مطلب کو ظاہر کرنے کے لئے مامون نے اسے اپنے پاس

---

[۱] لطائف الطوائف ص 412

[۲] داستانھا و پندھا 154/1۔جاھلیت او اسلام ص 632

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

طلب کیا۔ مامون نے اس سے پوچھا: ''تیری کنیت کیا ہے؟ اس نے کہا: ''علویہ''۔ مامون نے حاضرین کی طرف دیکھ کر کہا کہ جس کا نام اور کنیت ایسی ہو باقی افعال میں بھی جہالت ہوگی۔

پھر مامون نے اس سے پوچھا: ''کیا کام کرتے ہو؟''

کہنے لگا: ''میں علم فقہ کا ماہر ہوں امیر اگر تم مجھ سے کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتے ہوں تو میں حاضر ہوں۔''

مامون نے کہا: ''اچھا یہ بتا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے ایک دنبہ فروخت کیا لیکن خریدار نے ابھی اسے پیسے نہیں دیئے لیکن ابھی اسی خریدار کے ہاتھ میں ہے اچانک اس دنبے نے مینگھنی ماری جو پیچھے کھڑے ہوئے شخص کی آنکھ میں جا کر لگی اور اس کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ اب بتا کہ اس کی دیت فروخت کرنے والے پر ہوگی یا خریدار پر؟''

لمبی داڑھی والے نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: ''اس کی دیت بیچنے والے پر آتی ہے۔''

حاضرین نے کہا: ''اس کی وجہ کیا ہے؟''

اس نے کہا: ''صاف سی بات ہے بیچنے والے نے خریدار کو یہ تو نہیں بتایا کہ وہ جو دنبہ فروخت کر رہا ہے اس کے پیٹ میں ایک منجیق لگی ہوئی جو پتھروں کی طرح میگنیاں باہر پھینکتی ہے۔

جو یہ سنا تو مامون سمیت تمام حاضرین ہنسنے لگے۔

مامون نے اسے کچھ انعام دے کر روانہ کر دیا۔ اور بعد میں کہنے لگا کہ بزرگوں نے سچ ہی کہا ہے کہ لمبی داڑھی والا ہمیشہ احمق ہی ہوتا ہے۔ [1]

[1] جامع الحکایات ص300

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 30

حرص

قرآن مجید میں ارشادربانی ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ﴿۱۹﴾

انسان یقیناً کم حوصلہ خلق ہوا ہے۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یشیب ابن آدم و تشب فیه خصلتانِ الحرصِ وطول الامل۔"

''جب ابن آدم بوڑھا ہوتا ہے تو اس میں دو خصلتیں جوان ہوجاتی ہیں پہلی خصلت حرص اور دوسری خصلت امیدوں کا پھیلاؤ ہے۔''[2]

مختصر تشریح

اگر انسان حریص بن جائے تو خدا کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے کیونکر حریص شخص توکل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے اور تقسیم خدا پر راضی نہیں ہوتا۔اور وہ جلد بازی کو قبول کر لیتا ہے جو کہ شیطان کی صفت ہے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو سایہ کی مانند بنایا جتنا بھی کوئی شخص سایہ کے پیچھے بھاگے گا تو اسے تھکان محسوس ہوگی۔

جو ضرورت سے زیادہ دنیا کے پیچھے بھاگے گا وہ دردوالم میں گرفتار ہوگا۔اور وہ آدمی اپنی امید بھی حاصل نہیں کر سکے گا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ حریص شخص محروم ہوتا ہے اور حریص شخص اللہ کو بے حد ناپسند ہوتا ہے اور قابل مذمت ہوتا ہے۔

اس کی سوچ ہمیشہ باعث تشویش ہوتی ہے۔اس کی تکالیف بہت ہوتی ہیں اور ہمیشہ مال حاصل کرنے کے لئے اسے دنیا

---

[1] سورہ معارج، آیت 19

[2] جامع السعادات 1000/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

میں نہ ہی فراغت نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی وہ آخرت کی طرف مائل ہوتا ہے۔[1]

1. قبر کی مٹی ہی حریص کا دوا ہوتی ہے

شیخ سعدیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کے متعلق سنا ہوا تھا کہ جس کے پاس ایک سو پچاس اونٹ ہوتے تھے اور چالیس غلام اس کی خدمت میں ہوتے تھے۔ اور مختلف شہروں میں اس کے تجاراتی کارواں جاتے تھے۔

اتفاق سے ایک رات ''جزیرہ کش'' میں اس نے مجھے اپنے کمرے میں آنے کی دعوت دی اور میں اس کے کمرے میں گیا۔

آغاز شب سے لیکر صبح تک اس شخص کو آرام نہ آیا۔ وہ پریشان تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا فلاں سامان ترکمانستان میں پڑا ہوا ہے۔ اور فلاں مال میرا ہندوستان میں ہے۔ یہ فلاں زمین کا قبالہ ہے۔ فلاں شخص نے فلاں چیز گروی رکھی ہوئی اور فلاں شخص فلاں شخص کا ضامن ہے۔ اور میں اب چاہتا ہوں کہ میں سکندریہ جاؤں کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہاں کی آب وہوا بہت خوشگوار ہے۔ لیکن اس وقت دریائے متوسط میں طوفان آیا ہوا ہے۔

سعدی! اس وقت میرے سامنے ایک اور بھی سفر ہے اور سوچتا ہوں کہ اس سفر کے بعد میں گوشہ نشین ہو جاؤں۔

میں نے پوچھا: ''اب آپ کون سا سفر درپیش ہے جس سفر کے بعد سفر چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گے؟''

وہ کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایران کے اخروٹ چین لے جاؤں میں نے سنا ہے کہ وہاں اس کی اچھی قیمت ہوتی ہے اور چین سے پیالے لیکر روم میں جا کر فروخت کروں اور ہندوستان سے فولاد لیکر شام کے شہر حلب جا کر فروخت کروں اور وہاں سے شیشے اور آئینے لیکر یمن چلا جاؤں اور انہیں فروخت کر کے یمن سے یمنی لباس خرید کر ایران میں جا کر فروخت کروں اور وہاں انہیں فروخت کر کے ایک چھوٹی سی دوکان لگا کر باقی کی زندگی اس گوشہ نشینی میں گزاردوں۔ اس طرح سے وہ شخص ساری رات دیوانہ وار گفتگو کرتا رہا حتیٰ کہ اس کی زبان تھک گئی۔ اب اس کے پاس بولنے کی بھی قوت نہ رہی پھر اس نے مجھ سے کہا کہ تم بھی جہاں گشت ہوں اور دنیا پھرتے رہے۔ تم نے بھی بہت کچھ دیکھا اور سنا ہے تم بھی مجھے نصیحت کرو۔

میں نے کہا کہ دنیا پرست اور حریص شخص کو صرف دو ہی چیزیں پُر کر سکتی ہیں پہلی چیز قیامت ہے اور دوسری چیز قبر کی خاک ہے۔[2]

2. حریص کی عیش اور اُس کا انجام

عمر بن عبدالعزیز ایک مشہور اموی خلیفہ گزرا ہے جو کہ بہت ہی بڑا عادل تھا۔ اس کی موت کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ

---

[1] تذکرۃ الحقائق ص 33

[2] حکایتھای گلستان ص 166

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

بنا۔اس نے عمر بن عبدالعزیز کے طور طریقوں کو چھوڑ دیا اوران پر عمل نہ کیا۔دن رات عیش وعشرت اور شراب نوشی میں مشغول رہتا تھا۔

اس کے پاس دو خوبصورت گانے والی کنیزیں تھیں جن کے نام ''سلامہ اور حبابہ'' تھے۔اور وہ ہر وقت ان کی محفلوں میں مشغول رہتا تھا۔

حبابہ نے سلامتہ سے خلیفہ کو بدزن کر دیا تھا اور اس نے خلیفہ کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے لی تھی۔

خلیفہ کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک اس کے پاس آیا اور کہا: ''دیکھو کہ عمر بن عبدالعزیز بہت بڑا عادل تھا اب تم خلیفہ بنے ہو تو تم نے پورا ملک حبابہ کے حوالے کر دیا ہے جب کہ لوگ تمہارے دیدار کے خواہش مند ہیں اور تم ہو کہ حبابہ کے دامن میں گھسے ہوئے ہو۔اسے چھوڑ اور خلافت کے کام سرانجام دو۔''

اس نے ارادہ کر لیا کہ اپنے بھائی کی باتوں پر پوری توجہ دے گا اور اس نے فیصلہ کیا کہ جمعہ کے دن مسلمانوں کو جمعہ پڑھانے کے لئے جائے گا۔

حبابہ نے کنیزوں سے کہا کہ جب خلیفہ تیاری کر کے جانے لگے تو مجھے ضرور بتانا۔

جب خلیفہ تیار ہو کر جانے لگا تو کنیزوں نے اسے خبر کر دی وہ اپنے ہاتھ میں بربط لے کر سامنے آئی اور اس نے دلکش آواز میں اشعار پڑھے جن کا معنی یہ تھا اگر سر سے عقل چلی جائے تو اس شخص کو ملامت نہ کرنا اس لئے کہ غم کی وجہ سے وہ شخص صابر ہو چکا ہے۔

جب خلیفہ نے یہ خوبصورت گانا سنا تو پھر دوبارہ اس کے عشق میں گرفتار ہو گیا اور کہنے لگا بس اب مزید کچھ نہ کہنا۔اس کے بعد خلیفہ صاحب نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی خوش گزرانی کا نام ہے، زندگی اپنے مقصد حاصل کرنے کا نام ہے۔ پھر اس نے آواز دے کر کہا کہ جاناں! خدا ان لوگوں کو برباد کرے جو تیرے پیار کی وجہ سے مجھے سرزنش کرتے ہیں۔غلام سے کہا کہ جاؤ میرے بھائی مسلمہ سے کہو کہ میں آج مسجد نہیں آسکتا آج وہ مسلمانوں کو نماز جمعہ پڑھا دیں۔اور بعد میں اپنی عیش گاہ بیت الراس جو دمشق کے قریب ہے چلا گیا اور خلیفہ صاحب نے اپنے غلاموں سے کہا کہ دیکھو کہ لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہر عیش ونوش میں تکلیف ہوتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کی اس بات کو جھوٹا ثابت کروں۔وہ اپنی محبوبہ کو لے کر اس خلوت کے مقام پر چلا گیا اور بادہ نوشی میں مشغول ہو گیا اتفاق سے حبابہ انار کھا رہی تھی اور ایک انار کا دانہ اس کی سانس کی نالی میں چلا گیا وہ کافی دیر تک کھانستی رہی مگر وہ دانہ نہ نکل سکا جس کی وجہ سے حبابہ کی موت واقع ہو گئی۔اور خلیفہ نے حبابہ کو دفن نہیں کرنے دیا اور دن رات اس کے مردہ جسم کے پاس بیٹھا اسے تکتا رہتا تھا۔حتیٰ کہ تعفن پھیلانے لگا اور محل میں بدبو پھیلنے لگی۔

خلیفہ کے مصاحبین نے اسے سمجھایا تو اس نے حبابہ کو دفن کرنے دیا۔اور خلیفہ صاحب کو حبابہ کی موت کا المیہ کا اتنا بڑا شاک جس کی وجہ سے وہ بھی پندرہ روز بعد رحلت کر گیا اور خلیفہ کو حبابہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔[1]

---

[1] رھنمائی سعادت 657/3، تاریخ تمدن اسلام 86/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

3۔عیسیٰ اور مرد حریص

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شاگرد کو ساتھ لے کر سفر پر نکلے۔ راستے میں ایک جگہ پر آئے اور قیام کیا اور شاگرد سے پوچھا کہ تمہاری جیب میں کچھ ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں میرے پاس دو درہم ہیں۔

آپؑ نے اپنی جیب سے ایک درہم نکال کر اسے دیا اور فرمایا: ''یہ تین درہم ہو جائیں گے۔ قریب ہی آبادی ہے تم وہاں سے تین درہموں کی روٹیاں لے آؤ۔

شاگرد گیا اور تین روٹیاں لیں۔ راستے میں سوچنے لگا کہ مسیحؑ نے تو ایک درہم دیا تھا اور دو درہم میرے تھے۔ جبکہ روٹیاں تین ہیں ان میں سے آدھی روٹیاں نصیب ہونگی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ میں ایک روٹی پہلے ہی کھا لوں۔ چنانچہ اس نے راستے میں ایک روٹی کھائی دو روٹیاں لے کر عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے روٹی کھائی اور شاگرد سے پوچھا: ''تین درہم کی کتنی روٹیاں ملی تھیں؟''

شاگرد نے جواب دیا: دو روٹیاں ملی تھیں ایک آپ نے کھائی اور ایک میں نے کھائی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے روانہ ہوئے اور راستے میں ایک دریا آیا۔

شاگرد نے حیران ہو کر کہا: ''ہم دریا کیسے عبور کریں گے جبکہ یہاں تو کوئی کشتی نظر نہیں آتی؟''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مت گھبراؤ میں آگے چلوں گا تم میری عبا کا دامن تھام کر میرے پیچھے چلتے آؤ اور خدا نے چاہا تو ہم دریا پار کرلیں گے۔

چنانچہ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے دریا میں قدم رکھا اور شاگرد نے بھی ان کا دامن تھام لیا۔ باذن خدا آپؑ نے دریا کو عبور کیا۔ ان کے پاؤں تک بھی گیلے نہ ہوئے۔

شاگرد نے یہ معجزہ دیکھ کر کہا: میری ہزاروں جانیں آپؑ پر قربان آپؑ جیسا صاحب اعجاز نبی آپ سے پہلے کوئی مبعوث ہی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا: ''یہ معجزہ دیکھ کر تمہارے ایمان میں کچھ اضافہ ہوا؟''

شاگرد نے کہا: جی ہاں میرا قلب نور سے بھر گیا ہے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اگر تمہارا دل نورانی ہو گیا تو بتاؤ روٹیاں کتنی تھیں؟

شاگرد نے کہا: حضرت روٹیاں بس دو ہی تھیں۔

پھر آپ وہاں سے چلے۔ راستے میں ہرنوں کا ایک ٹولہ گزر رہا تھا۔ آپ نے ایک ہرن کو اشارہ کیا۔ وہ آپ کے پاس چلا آیا۔ آپؑ نے ذبح کر کے اس کا گوشت کھایا اور شاگرد کو بھی کھلایا۔

جب دونوں گوشت سے سیر ہو گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی کھال پر پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا ''قُم باذن

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اللہ‘‘اللہ کے حکم سے زندہ ہوجا۔

ہرن زندہ ہوگیااور دوڑتا ہوااپنے گروہ سے جاملا۔شاگرد یہ معجزہ دیکھ کرحیران ہوگیااور کہنےلگا:اللہ کاشکر ہے جس نے آپ جیسانبی اورمعلم عنایت کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:یہ معجزہ دیکھ کرتمہارے ایمان میں کچھ اضافہ ہواہے؟

شاگرد نے عرض کی:سبحان اللہ میراایمان پہلے سے دوگنا ہوچکا ہے۔

آپؑ نے فرمایا:پھر یہ بتاؤ کہ روٹیاں کتنی تھیں؟

شاگرد نے کہا:حضرت روٹیاں دو ہی تھیں۔

دونوں راستہ چلتے گئے اورایک پہاڑ کے قریب سونے کی تین اینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔آپ نے فرمایا:ایک اینٹ تیری اور ایک اینٹ میری اور تیسری اینٹ اس کی ہے جس نے تیسری روٹی کھائی۔یہ سن کرشاگرد نے شرمندگی سے جواب دیا:حضرت تیسری روٹی میں نے کھائی تھی۔حضرت عیسی علیہ السلام نے شاگرد کوچھوڑ دیااور فرمایا:تینوں اینٹیں تم لے جاؤ۔یہ کہہ کرحضرت عیسیٰ علیہ السلام روانہ ہوگئے۔اورحریص شخص اینٹوں کے قریب بیٹھاسوچ رہاتھا کہ اب ان کوگھر کیسے لے جائے۔

اسی اثناء میں تین ڈاکووہاں سے گزرے انہوں نے دیکھاایک شخص کے پاس سونے کی تین اینٹیں رکھی ہوئی ہیں۔انہوں نے اسے قتل کردیا۔اورآپس میں کہنے لگے کہ ہم بھی تین ہیں اوراینٹیں بھی تین ہیں لہٰذاایک ایک شخص کوایک ایک اینٹ حصہ میں آتی ہے۔اتفاق سے وہ بھوکے تھے انہوں نے ایک ساتھی کو پیسے دیئے اورکہا کہ شہرقریب ہے تم وہاں سے روٹیاں لاؤ اس کے بعد ہم اپناحصہ جداکریں گے وہ شخص روٹیاں لینے گیااوردل میں سوچنے لگا اگرمیں روٹیوں میں زہرملادوں تو وہ دونوں مرجائیں گے۔اور تینوں اینٹیں میری ملکیت بن جائیں گی۔ادھراس کے دونوں ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگرہم اس ساتھی کوقتل کردیں تو ہمارے حصہ میں سونے کی ڈیڑھ اینٹ آئے گی۔

جب ان کا تیسرا ساتھی زہرآلودروٹیاں لیکرآیا توانہوں نے منصوبہ کے تحت اس پرحملہ کردیااوراسے قتل کردیا۔پھر جب انہوں نے روٹی کھائی تووہ دونوں بھی زہرکی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔

جناب عیسیٰ علیہ السلام کااس مقام سے گزرہواتو دیکھا کہ اینٹیں ویسی کی ویسی ہی رکھی ہوئی ہیں۔مگران کے پہلو میں چار افراد کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔آپ نے یہ دیکھ کرٹھنڈی سانس بھری اورفرمایا:’’ھکذا تفعل الدنیا باھلھا‘‘دنیااپنے چاہنے والوں سے یہی سلوک کرتی ہے۔[1]

[1] پندتاریخ 124/2۔انوارنعمانیہ ص353

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

4.ذوالقرنین

''ذوالقرنین'' سفر کرتے ہوئے بحر ظلمات تک پہنچا اور وہاں سے اس نے ایک محل دیکھا اور اس محل کے دروازے پر ایک جوان سفید لباس پہنے ہوئے کھڑا ہوا ہے۔ اور اس کی نگاہ آسمان کی طرف ہے اور اس کے دونوں ہاتھ اس کے لبوں پر ہیں۔

جوان نے اس سے پوچھا: ''اے شخص تو کون ہے؟''

اس نے جواب دیا: ''میں ذوالقرنین ہوں۔''

وہ جوان حضرت اسرافیل تھا اور اس نے اسے بتایا کہ میں اسرافیل ہوں اور قیامت کے دن میں صور پھونکوں گا اور اسی لئے میری نگاہ آسمان پر ہے کہ کب مجھے حکم ملے اور میں صور پھونکوں۔

پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر ذوالقرنین کو دیا اور بولا کہ اگر یہ پتھر سیر ہو گیا تو تو بھی سیر ہو جائے گا۔ اگر یہ پتھر بھوکا رہا تو تو بھی بھوکا رہے گا۔ حضرت ذوالقرنین وہ پتھر لے کر اپنے دوستوں کے پاس گئے۔ انہوں نے اس پتھر کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا اور دوسری طرف اس نے اس جیسے ہزار پتھر رکھے اور ترازو میں وہی پتھر وزنی تھا۔ باقی تمام پتھر اس سے وزن میں کافی ہلکے تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام وہاں گئے انہوں نے اس پتھر کو دیکھا۔ انہوں نے ایک اور پتھر اٹھا کر اس پر خاک ڈالی اور جب وزن کیا گیا تو دونوں پتھروں کا وزن برابر ہوا۔

حضرت ذوالقرنین نے جب حضرت خضر علیہ السلام سے اس کی وجہ پوچھی۔

حضرت خضر علیہ السلام نے بتایا کہ دراصل خدا تعالیٰ تمہیں یہ بتانا چاہتا ہے کہ تو نے اتنے ممالک فتح کئے ہیں لیکن تو ابھی تک سیر نہیں ہوا۔ اور ابن آدم کبھی بھی سیر نہیں ہوتا جب تک مشت خاک اس کے چہرے پر نہ جائے اور اس کے شکم کو مٹی کے علاوہ اور کوئی چیز پر ہی نہیں کرسکتی۔

اس کے بعد ذوالقرنین رونے لگے اور واپس آ گئے۔

ایک اور دن وہ ایک قبرستان سے گزرے اور دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور اس نے اپنے سامنے مختلف ہڈیاں اور کھوپڑیاں رکھی ہوئی ہیں اور ان کو اوپر نیچے کر رہا ہے۔

ذوالقرنین نے اس سے پوچھا کہ بھائی تم یہ کیا کر رہے ہو؟

اس شخص نے جواب دیا کہ میں غریبوں کی ہڈیاں کو بادشاہ کی ہڈیوں سے جدا کر رہا ہوں۔ لیکن مجھ سے جدا نہیں ہو رہی ہیں اور مجھے معلوم نہیں ہو رہا کہ ان میں سے بادشاہ کی ہڈیاں کون سی ہیں اور غریبوں کی ہڈیاں کون سی ہیں۔

اور حضرت ذوالقرنین کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا اس کا اشارہ میری طرف تھا۔ پھر انہوں نے فتوحات کا سلسلہ ترک کر دیا اور

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

دومتہ الجندل کے مقام پرانہوں نے قیام کیااوراپنی باقی زندگی اطاعتِ خداوندی میں گزاردی۔[1]

5.اشعب بن جبیرمدنی:(متوفی 152)

حرص اورطمع کی دنیا کا بے تاج بادشاہ اشعب بن جبیر مدنی گزرا ہے یہ اعلیٰ درجہ کا حریص اورطمع کارتھا۔جیسے کھانے پینے کی ہروقت فکر رہتی تھی۔اس سے پوچھا گیا کہ تمہاری طمع اور لالچ کس درجہ پر پہنچی ہے۔اس نے جواب دیا کہ اگر مجھے کسی گھر سے دھواں اٹھتا ہوادکھائی دیتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس گھر میں میرے لئے کھانا پک رہا ہے۔پھر میں اس گھر کے باہرانتظار کرتا ہوں اورانتظار کرتے کرتے تھک جاتا ہوں لیکن میرے لئے اس گھر سے کھانا نہیں آتا۔پھر میں خشک روٹی کو پانی میں بھگو کرکھا جاتا ہوں۔جب کسی شخص کے مرنے کی مجھے اطلاع ملتی ہے تو میں اس جگہ پہنچ جاتا ہوں اوراس کے ورثاء سے ملکراس کی تجہیزوتکفین کرتا ہوں۔اور میرے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ مرنے والے نے ایک تہائی اپنے مال کی مجھے دینے کی وصیت ضرورکی ہوگی۔لیکن بعد میں اس شخص کی وصیت ظاہرنہیں ہوتی میں ناامید ہوکراپنے گھرلوٹ جاتا ہوں۔اور جب میں گلی کوچوں میں سے گزرتا ہوں تواپنے دامن کو پھیلا لیتا ہوں اورمیرے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ اگرایک شخص کوئی چیزاپنے دوسرے ہمسائے کو پھینکےاوراس کا نشانہ خطا ہوجائے اورعین ممکن ہے کہ وہ چیزمیرے دامن میں گرجائے۔

ایک دن وہ ایک کوچے سے گزر رہا تھا۔اس نے دیکھا کہ میدان میں بچے کھیل رہے تھے۔اوروہ بچوں سے مخاطب ہوکر بولا:''بچو!تم ادھرکھیل رہے ہوجب کہ پچھلے چوک میں ایک شخص نے سرخ اورسفید سیبوں کا ڈھیرلگایا ہواہےاورخدا کی راہ میں تقسیم کررہاہے۔بچے اس کی یہ بات سن کراس چوک کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے

جب اشعب نے بچوں کودوڑتا ہوادیکھا تواس پربھی حرص وطمع غالب آ گیاوہ بھی ان کے پیچھے دوڑنے لگا۔

کسی نے اس سے پوچھا کہ جھوٹی خبرتو دی ہےلیکن تو کیوں ان کے پیچھے دوڑا؟

اس نے جواب دیا:''بچے تو سچ سمجھ کردوڑےاورمیرے دل میں خیال آیا کہ واقعی اگراس چوک پرسیب بانٹے جارہے ہوں میں محروم نہ رہ جاؤں۔''[2]

---

[1] نمونہ معارف 234/4۔لئالی الاخبارص26

[2] طائف الطوائف۔261

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر31

حسد

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"اَمۡ یحسدون النّاس علیٰ مآ اٰتٰھُمُ اللہ من فضلِہ۔"

کیا یہ (دوسرے) لوگوں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا ہے؟[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اِنَّ المومن یغبطُ ولا یَحْسِدُ۔"

"مومن رشک کرتا ہے لیکن حسد نہیں کرتا۔"[2]

مختصر تشریح

کفر کے دوستون ہیں ایک دل کا سیاہ ہونا اور دوسرا فضل الٰہی سے انکار کرنا اور انہی سے حسد جنم لیتا ہے۔اس سے قبل کہ حاسد اگر کسی معصوم شخص کو اپنے حسد کی وجہ سے نقصان پہنچائے اسے خود ہی اپنے حسد کا نقصان ہوتا ہے۔ابلیس لعین اس کی واضح مثال ہے وہ ابدی لعنت میں گرفتار ہو گیا اور جس سے اس نے حسد کیا تھا یعنی حضرت آدم علیہ السلام مقامِ نبوت پر فائز ہو گئے۔

حاسد کا میزان عمل ہمیشہ ہلکا ہوتا ہے اور باعثِ دوزخ ہوتا ہے۔محسود کا میزان عمل ہمیشہ وزنی ہوتا ہے اور باعث جنت ہوتا ہے۔قابیل نے اسی حسد کی وجہ سے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔اور اسی حسد کی وجہ سے وہ جہنم کا ایندھن بنا اور ہابیل کا شمار شہیدوں میں ہوا۔اور جنت میں پہنچا۔

اگر حسد کی صفت کسی شخص میں اچھی طرح سے راسخ ہو جائے تو کبھی بھی وہ توبہ نہیں کرے گا اور ہمیشہ دوسروں کے مال کے نقصان کی کوشش کرتا رہے گا۔[3]

---

[1] سورۂ نساء آیت 54

[2] جامع اسعادات 195/2

[3] تذکرہ الحقائق 49

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1. حضرت عیسیٰ اور حاسد

داؤد رقی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ حسد سے بچو ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں سیر وسیاحت کا حکم تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ایک کوتاہ قد شاگرد کو ساتھ لے کر کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں دریا آ گیا۔

حضرت عیسیٰؑ نے ''بسم الله بصحة يقين منه'' (اللہ کے نام کے سہارے اور اس پر یقین کی صحت کے سہارے) کہہ کر دریا میں قدم رکھا اور لہروں پر چلنا شروع کر دیا۔

شاگرد نے بھی استاد کی تقلید میں بسم اللہ بصحۃ یقین منہ'' کہہ کر دریا میں قدم رکھا اور لہروں پر چلتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب پہنچ گیا۔ پھر وہ دل میں سوچنے لگا کہ عیسیٰ بھی لہروں پر چلتے ہیں اور آج میں بھی تلاطم خیز موجوں پر چل رہا ہوں۔ مجھ میں اور عیسیٰ علیہ السلام میں کیا فرق ہے؟

یہ سوچنے کی دیر تھی کہ غوطے لگانے لگا اور عیسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارنے لگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے بازو کو پکڑا اور کہا: کہ تم نے کیا سوچا جس کی وجہ سے تم ڈوبنے لگے؟

شاگرد نے کہا: ''میں نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھ میں اور عیسیٰ علیہ السلام میں کیا فرق ہے؟ جب کہ ہم دونوں ہی لہروں پر چل رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بندہ خدا تو نے بلند پرواز جاری کر دی اور اپنے نفس کی تعریف کی اس لئے تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہوا ہے۔ اللہ کے حضور توبہ کرتا کہ تجھے سابقہ مقام دوبارہ مل سکے۔ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''خدا سے ڈرو اور حسد سے پرہیز کرو اور یاد رکھو کہ حسد کی بنیاد خود پسندی پر ہے۔''[1]

2. عبداللہ ابن ابی کا انجام

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے تو یہاں ایک شخص عبداللہ ابن ابی جو کہ اہل مدینہ کا سردار تھا مدینہ میں آباد تھا۔ اور یہ شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ حسد رکھتا تھا اور آپؐ کو قتل کرنے کے مختلف منصوبے بناتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ اس نے اپنی بیٹی کے ولیمے میں حضرت رسول خداؐ اور حضرت علی اور چند دوسرے اصحاب کو منافقانہ چال چلتے ہوئے مدعو کیا۔

---

[1] شبندخوانی تاریخ 314۔ محجۃ البیضاء 328/5

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس نے اپنے گھر میں گڑھا کھدوا کراس مین زہر آلود نیزے،تلواریں وغیرہ رکھ دیں اوراس کے اوپر قالین رکھ دیا۔
اس کے علاوہ اس نے زہر آلود کھانا تیار کروایا اور کچھ یہودیوں کو نیزے اور تلواریں دے کراپنے گھر میں چھپا کر کھڑا کرلیا۔
اس کا منصوبہ یہ تھا کہ جیسے ہی رسول اکرم اس قالین پر قدم رکھیں گے تو اس گڑھے میں گر جائیں گے اور نیچے رکھی ہوئے نیزے اور تلواریں ان کے جسم میں پیوست ہو جائیں گی وہ ان سے نہیں بچ سکیں گے اور اگر جیسے ہی اس گڑھے میں سے کوئی باہر آنے کی کوشش کرے گا تو وہ تلوار بردار یہودی ان پر حملہ کردیں اور اگر یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تو زہر آلود غذا کے ذریعے سے ان کا کام تمام کردیا جائے گا۔
اللہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اس کے حسد اور تدبیروں سے آگاہ کیا۔حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کا خدا آپ کو حکم دیتا ہے کہ جہاں وہ آپؐ کو بیٹھنے کے لئے کہے تو وہاں پر آپ بیٹھ جائیں۔ جو غذا آپؐ کے سامنے پیش کرے آپ اسے قبول فرمائیں۔میں آپؐ کو اس کے شر اور مکر سے پاک رکھوں گا۔
حضرت رسول کریمؐ،حضرت علیؑ اور چند دوسرے اصحاب عبداللہ ابن ابی کے گھر گئے۔اس نے آپ کو قالین پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔رسول کریمؐ اس قالین پر بیٹھ گئے لیکن وہ قالین ادھر ادھر نہ ہوا۔عبداللہ تعجب کرنے لگا۔
پھر اس نے زہریلی غذا منگوائی۔ پھر آپؐ کے سامنے وہ زہریلی غذا رکھی گئی پھر رسول خدا نے حضرت علی اور دوسرے اصحاب سے کہا کہ اس غذا پر یہ دعا پڑھی جائے۔

"بسم الله الشافی، بسم الله الکافی، بسم الله المعافی بسم الله الذی لایضرمع اسمه شئی ولا داء فی الارض ولا فی السماء وهو السمیع العلیم۔"

اس کے بعد رسول خداؐ، امیرالمومنین اور باقی صحابہ نے کھانا تناول فرمایا۔اور وہاں سے باہر آ گئے۔
اس کے بعد عبداللہ نے تعجب کیا اور یہ خیال کرنے لگا کہ غذا میں شاید زہر ملایا ہی نہیں گیا تھا۔ جو اس نے شمشیر بدست یہودی کھڑے کئے ہوئے تھے ان کو بھی وہی کھانا کھلایا لیکن وہ اس کے کھانے کے بعد فوراً مر گئے۔
اور اس کی وہ بیٹی جس کی شادی تھی جیسے ہی اس نے قالین پر قدم رکھا تو وہ نیچے گری اور اس کے رونے کی آوازیں بلند ہوتی اور وہ وہی تڑپ تڑپ ہلاک ہو گئی۔
عبداللہ نے لوگوں سے کہا کہ میری بیٹی کے مرنے کی وجہ کسی سے بیان نہ کرنا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: ''سنا ہے کہ تمہاری بیٹی مر گئی اس کی کیا وجہ ہوئی؟''
عبداللہ نے جواب دیا: جی ہاں وہ چھت سے گری جس کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹی اور وہ مر گئی۔
رسول اکرمؐ نے کہا: ''کچھ اور لوگ بھی مر گئے۔''

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس نے جواب دیا: ’’جی ہاں سب کے سب اسہال کی مرض میں مبتلا ہوئے اور مر گئے۔ [1]

3. حسد میں کتنی قوت موجود ہے؟

موسیٰ ہادی عباسی کے عہد حکومت میں بغداد میں ایک دولت مند شخص رہتا تھا۔جس کا ہمسایہ اس سے حسد کیا کرتا تھا۔لیکن اس کے حسد کا دولت مند کی ذات پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا۔

حاسد نے اپنے جذبہ حسد کو تسکین دینے کے لئے ایک لڑکا بازار سے خریدا اس کی خوب تربیت کی کہ یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا۔

ایک دن اس نے غلام کو بلا کر کہا: بیٹا میں نے تم سے ایک کام کرانا ہے بتاؤ سرانجام دوگے۔

غلام نے کہا: یہ بھی پوچھنے کی بات ہے آپ حکم کریں گے میں اس کی تعمیل کروں گا اگر آپ مجھے دریا یا آگ میں بھی چھلانگ لگانے کا حکم دیں گے تو بھی میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

غلام کی وفاداری دیکھ کر اسے سینے سے لگایا اور اس کا ماتھا چوم کر کہا: ’’مجھے تم سے یہی امید ہے کہ تم میرے کہنے پر عمل کروگے۔‘‘

غلام نے کہا: آپ حکم تو کریں میں آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گا۔

مالک نے کہا: ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ایک سال بعد میں تمہیں اپنا کام بتاؤں گا۔

ایک سال گزر گیا تو اس نے غلام کو بلایا اور کہا: ’’بیٹا! میری تمنا ہے کہ میرا دولت مند ہمسایہ قتل ہونا چاہئے۔

غلام نے کہا: ’’تو کوئی بات نہیں میں اسے قتل کروں گا۔‘‘

مالک نے کہا: نہیں میں اسے تمہارے ہاتھوں سے قتل نہیں کرانا چاہتا۔ممکن ہے کہ تم اسے قتل نہ کرسکو اور مجھ پر اس کا الزام آجائے گا۔ میں نے اسے قتل کرانے کا ایک اور منصوبہ سوچ رکھا ہے اور تم سے میری درخواست یہی ہے کہ تم میرے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا۔

میں نے سوچا ہے کہ تم مجھے ہمسائے کی چھت پر لے جاؤ اور وہاں مجھے قتل کردو اور جب میری لاش ہمسائے کی چھت سے برآمد ہوگی تو میرے ورثاء عدالت کے ذریعے سے قصاص کا مطالبہ کریں گے اس طرح سے وہ شخص قتل ہونے سے نہیں بچ سکے۔

غلام نے جب یہ عجیب وغریب ترکیب سنی تو اس کو سخت تعجب ہوا۔اس نے اپنے مالک سے کہا کہ وہ اس تجویز سے باز آجائے جس میں اس کی اپنی ہلاکت تو لازمی ہے اور دوسرے کی ہلاکت غیر یقینی ہے۔

مگر وہ شخص اپنی اس تجویز پر جمارہا اور غلام کو مجبور کیا کہ وہ اس کے حکم پر عمل کرے۔ یہاں تک کہ اس نے غلام کو راضی

---

[1] خزینۃ الجواہر 344۔ بحارالانوار ج6

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کرلیا۔رات کے پچھلے پہراس نے غلام کو بیدار کیا اور تیز چھری اس کے ہاتھ میں تھمائی اور اسے لیکر ہمسایہ کی چھت پر گیا۔ وہ چھت پر لیٹ گیا اور غلام نے اس کا کام تمام کر دیا۔ اور چھت سے اتر کر گھر آ کر سو گیا۔ صبح ہوئی تو گھر والوں نے اس کو موجود نہ پا کر تلاش شروع کی۔ آخرکار ظہر کے وقت اس کی لاش دولت مند ہمسائے کے گھر سے برآمد ہوئی۔ اس کے گھر والوں نے قاضی کے پاس قتل کا مقدمہ دائر کیا۔ قاضی نے مالک مکان کو اپنی عدالت میں طلب کیا۔

مالک مکان نے صحت جرم سے انکار کر دیا۔ لیکن قاضی نے اسے جیل بھیج دیا۔ چند دنوں بعد غلام چھوڑ کر اصفہان چلا گیا۔ وہاں اسے اس کا ایک دوست ملا۔ اس نے چند گواہوں کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا تو انہوں نے والی اصفہان کو اطلاع دی۔

اصفہان کے والی نے غلام کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ جہاں اسے اس قاضی کی عدالت میں پیش کیا گیا جس کے پاس مقتول کا مقدمہ چل رہا تھا۔ قاضی نے غلام کے بیان کو سنا تو اس نے قیدی کو رہا کر دیا اور غلام کو بھی آزاد کر دیا۔ یوں ایک حاسد اپنے انجام کو پہنچا۔[1]

4. عورتوں میں حسد

ابن ابی لیلیٰ اہل سنت کے مشہور قاضی گزرے ہیں۔ ایک دن وہ منصور دوانقی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ منصور نے کہا:

"بعض اوقات قاضیوں کے پاس بڑے دلچسپ مقدمات آتے ہیں۔ اگر تمہارے پاس بھی کوئی دلچسپ مقدمہ دائر ہوا ہو تو مجھے سناؤ۔"

ابن ابی لیلیٰ نے کہا: جی ہاں بعض اوقات ہمارے پاس دلچسپ مقدمات آتے ہیں۔ میں آپ کو ایک عجیب وغریب مقدمہ کا حال سناتا ہوں۔ ایک دن ایک بوڑھی اور بدصورت عورت میرے پاس آئی اور رو رو کر کہا کہ قاضی صاحب آپ مجھے انصاف دلائیں۔

میں نے پوچھا کہ تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟

بڑھیا نے کہا: "مجھ پر میری بھتیجی نے ظلم کیا ہے۔ آپ اس کے ظلم کا ازالہ کر کے مجھے انصاف فراہم کریں۔

میں نے عدالت میں اس کی بھتیجی کو بلایا اور وہ انتہائی خوبصورت عورت تھی، میرا خیال ہے کہ جنت کی حوریں اس سے زیادہ حسین نہیں ہوں گی۔

میں نے اس خاتون کو دفاع کا حق دیتے ہوئے پوچھا کہ اصل واقعات کیا ہیں؟

اس نے بتایا کہ میں اس بڑھیا کی بھتیجی ہوں اور یہ میری پھوپھی ہے۔ میں بچپن میں ہی یتیم ہوگئی تھی اور مجھے میری پھوپھی نے پالا پوسا جب میں جوان ہوئی تو میری پھوپھی نے میرا نکاح ایک زرگر سے کر دیا۔ وہاں میں ہر طرح سے راضی خوشی زندگی بسر کرنے لگی۔ مگر میری یہ خوشی میری پھوپھی کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ کیونکہ اس کی اپنی ایک کنواری بیٹی گھر میں بیٹھی تھی۔ اور میری پھوپھی یہ چاہنے لگی کسی طرح سے اس کی بیٹی کی شادی میرے شوہر سے ہو جائے۔

---

[1] داستانھای ما 2/138۔ مستدرک الوسائل ج3 ذیل شرح حال فضل اللہ راوندی۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس نے اپنی بیٹی کو بناؤ نگھار کر کے زرگر کو پھانسنے کا حکم دیا اور وہ آخر کار اس کی زلف کا اسیر ہو گیا۔ پھر میرے شوہر نے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کیا تو اس نے کہا: میں اس شرط پر تجھے اپنی بیٹی کا نکاح میں دوں گی کہ اگر تم اپنی پہلی بیوی کی طلاق کا حق مجھے تفویض کرو۔

اس کی بیٹی کی شادی کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے میری پھوپھی نے مجھے طلاق دے دی۔ اور میں روتی دھوتی شوہر کے گھر سے پھوپھی کے گھر آ گئی۔ پھر میں نے اپنی پھوپھی سے انتقام لینے کا ارادہ کر لیا۔ جب اس کا شوہر گھر آتا تو میں خوب بن سنوار کر اس کے سامنے جاتی آہستہ آہستہ وہ میرا عاشق زار بن گیا۔ اور اس نے مجھے نکاح کی درخواست کی۔ میں نے نکاح کے لئے ایک شرط عائد کردی کہ اگر وہ اپنی پہلی بیوی یعنی میری پھوپھی کا حق طلاق مجھے تفویض کردے تو میں اس سے نکاح کرلوں گی۔

پس میری پھوپھی کے شوہر نے بے چون و چرا مجھے اپنی بیوی کا حق طلاق تفویض کر دیا۔

پھر میں نے اس سے نکاح کرلیا اور دوسرے دن اپنے حق کو استعمال کرتے ہوئے میں نے اپنی پھوپھی کو طلاق دے دی۔

اور یوں میری پھوپھی بڑھاپے میں بے آسرا ہوگئی۔ پھر قضائے قدرت سے چند ماہ بعد میرا یہ شوہر وفات پا گیا۔ اور میں بیوہ ہوگئی۔

عدت کے ایام گزرنے کے بعد میرے پہلے شوہر یعنی زرگر نے مجھ سے پھر رابطہ کیا اور نکاح کی دعوت دی۔ میں نے اس سے یہی شرط لگائی کہ اگر وہ اپنی موجودہ بیوی کی طلاق کا حق مجھے تفویض کردے تو میں اس سے نکاح کرلوں گی۔

میرے سابق شوہر نے مجھے اپنا حق شرعی استعمال کرنے کی اجازت دے دی پھر میں نے اس سے نکاح کرلیا اور چند دنوں کے بعد میں نے اپنی سوکن کو طلاق جاری کردی۔

یہ تمام واقعات سنا کر اس عورت نے مجھے کہا کہ قاضی صاحب! اب آپ خود فیصلہ کریں کہ میں نے کونسا جرم کیا ہے۔ میں اپنی پھوپھی کے بے جا حسد کا شکار ہوئی تھی۔ اور میں نے اس کی تلافی کی ہے۔[1]

5. حاسد کا انجام

معتصم باللہ مشہور عباسی خلیفہ گزرا ہے۔ ایک بادیہ نشین سے اس کی دوستی ہوگئی اور دوستی اس قدر مستحکم ہوئی کہ وہ دیہاتی اجازت کے بغیر اسے ہر وقت مل سکتا تھا۔ اس دیہاتی کی عادت تھی وہ ہمیشہ یہ الفاظ کہا کرتا تھا: خدایا نیک کو جزا دے اور برے کو سزا دے۔

معتصم کا ایک وزیر نہایت تنگ نظر تھا۔ معتصم سے دیہاتی کی یہ دوستی اسے ایک آنکھ نہ بھاتی تھی اور وہ دل میں سوچا کرتا کہ اگر اس دیہاتی کا اثر رسوخ مزید بڑھ گیا تو ممکن ہے کہ خلیفہ مجھے معزول کر کے میری جگہ اس دیہاتی کو ہی کہیں اپنا وزیر نہ بنا لے۔

چنانچہ وہ اپنے ذہن میں ہمیشہ اس کو رسوا کرنے کے بہانے تراشا کرتا تھا۔ آخر کار اس نے دیہاتی سے دوستی کر لی۔ اور

[1] پند تاریخ 156/2۔ اعلام الناس۔ اقلیدی ص 44

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اسے اپنے گھر دعوت طعام دے ڈالی۔جب دیہاتی کھانے سے فارغ ہوا تو وزیر نے اس سے پوچھا کہ اب وہ کہاں جائے گا؟

دیہاتی نے کہا: میں خلیفہ کے دربار جاؤں گا۔

وزیر نے اس سے کہا: ہم نے جو سالن کھایا ہے اس میں لہسن بہت زیادہ تھا اور بادشاہ کو لہسن کی بو سے سخت نفرت ہے لہٰذا جب تم دربار میں بیٹھو تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا۔

اس کے بعد وہ وزیر اس دیہاتی کے جانے سے پہلے خلیفہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ نے اس جاہل دیہاتی کو خوامخواہ سر پر چڑھایا ہوا ہے جبکہ اس کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں میں کہتا ہے کہ خلیفہ کے منہ سے ہر وقت بدبو آتی ہے اور میں اس بدبو سے بہت تنگ ہوں۔کچھ دیر بعد وہ دیہاتی معتصم کے دربار میں آیا اور خلیفہ کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔مگر آج خلافِ معمول منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔خلیفہ کو یہ دیکھ کر وزیر کی بات کا یقین آ گیا۔خلیفہ نے ایک رقعہ لکھ کر اسے لفافہ میں بند کیا اور اس پر اپنی مہر لگائی پھر وہ رقعہ اپنے دیہاتی دوست کو دے کر کہا تم یہ رقعہ لے کر فلاں کے پاس جاؤ۔

دیہاتی وہ رقعہ لے کر جا رہا تھا کہ راستے میں وزیر سے ملاقات ہوئی۔وزیر نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟

اس نے بتایا کہ خلیفہ کا رقعہ لے کر فلاں حکومت کے کارندے کے پاس جا رہا ہوں۔

وزیر سمجھا کہ ہو نہ ہو اس رقعہ میں خلیفہ نے اس کے لئے انعام کی سفارش کی ہے۔لہٰذا وزیر نے اس سے کہا: تم یہ رقعہ خود لے کر نہ جاؤ یہ رقعہ مجھے دے دو میں تمہاری جگہ چلا جاتا ہوں۔

دیہاتی نے جتنا انکار کیا وزیر کا اصرار اتنا ہی بڑھتا گیا۔

آخر کار وزیر نے دو ہزار دینار کے عوض اس سے رقعہ حاصل کر لیا۔

دیہاتی رقم لے کر اپنے گھر چلا گیا۔اور وزیر نے وہ رقعہ متعلقہ شخص کو پہنچا دیا۔رقعہ میں تحریر تھا کہ اس بے ادب کا سر قلم کر دیا جائے۔

چنانچہ حکم کی فوری تعمیل ہوئی اور خلیفہ کے غلام نے بے دریغ وزیر کا سر قلم کر دیا۔

جب چند روز تک خلیفہ کو وزیر نظر نہ آیا تو اس نے وزیر کے متعلق پوچھا کہ ہمارا وزیر کہاں ہے؟

درباریوں نے بتایا: آپ نے خود رقعہ لکھ کر اسے دیا اور وہ قتل ہو گیا ہے۔

خلیفہ نے کہا: اس دیہاتی کا تمہیں کوئی پتہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں وہ شہر آیا ہوا ہے۔خلیفہ نے کہا: اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

تھوڑی دیر بعد دیہاتی خلیفہ کے سامنے کھڑا تھا۔خلیفہ نے اس سے واقعات کی تفصیل دریافت کی تو اس نے سارا قصہ سنایا۔پورا واقعہ سن کر معتصم باللہ نے کہا: قتل اللہ الحسد بدء بصاحبہ" خدا حسد کو برباد کرے اس نے حاسد ہی سے ابتداء کی۔[1]

---

[1] رنگارنگ 358/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر32

حق وباطل

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالٰی ہوتا ہے۔

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝81

اور کہہ دیجئے: حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل کو تو یقیناً مٹنا ہی تھا۔[1]

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"ظلم الحق من نَصَرَ الباطل"

''جو شخص باطل کی مدد کرتا ہے وہ حق پر ظلم کرتا ہے۔''[2]

مختصر تشریح

حق و باطل کی شناخت کے بھی بہت سے مراتب ہیں مختلف لوگوں کی اس میں مختلف کیفیات ہیں۔حق کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ قلب خدا کی طرف مائل رہے اور اس کے حقائق کو تسلیم کرے اور اس کے حکم کی طرف جھک جائے۔

دوسری طرف باطل جو کہ نواہی اور غیر خدائی احکامات پر مشتمل ہے قلب اس سے نفرت کرے اور ان سے دوری کا اختیار کرے۔

صاحب تقوی شخص سمجھ لیتا ہے کہ جو چیز غیر خدا کی طرف سے ہو وہ باطل ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔اور باطل چیز انسان کو حقائق سے بھی دور رکھتی ہے۔ جو چیز ہمیشہ سلامت رہتی ہے وہ حق ہے لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ حق کے ساتھ متصل رہے اور باطل سے دوری اختیار کرے۔

1.مرنے والے مسلمان کا حق

''زرارہ'' بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا تو اس وقت قبیلہ قریش کا کوئی

[1] سورۃ بنی اسرائیل آیت 81

[2] غررالحکم ج 4041

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

شخص فوت ہوگیا۔امام علیہ السلام جنازے کی مشایعت کے لئے چلے مشایعت کرنے والوں میں مکہ کا ''مفتی عطا'' بھی شامل تھا۔

جنازے کے ساتھ ایک عورت زور زور سے چیخ وپکار کررہی تھی۔ ''عطا'' نے اس عورت سے کہا کہ بی بی خاموش ہوجاؤ اگر آپ خاموشی نہ ہوئی تو میں واپس چلا جاؤں گا۔لیکن وہ عورت خاموش نہ ہوئی تو عطا واپس چلا گیا۔

میں نے امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا کہ عطا تو واپس چلا گیا۔

امام علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ کیوں؟

میں نے عرض کیا: ''مولا! یہ عورت چیخ وپکار کررہی تھی اور'' عطا'' نے اس سے کہا کہ بی بی خاموش ہوجاؤ۔لیکن یہ خاموش نہ ہوئی تو اس وجہ سے عطا واپس چلا گیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کوئی بات نہیں تم میرے ساتھ رہو ہم جنازے کے ساتھ جائیں گے اگر حق کے ساتھ کچھ باطل مل بھی جائے تو تھوڑے سے باطل کی وجہ سے حق کو چھوڑا نہیں جاتا۔مسلمان کے حق کی ادائیگی کرنا انتہائی ضروری ہے''۔مقصد یہ تھا کہ ایک مسلمان کے جنازے کی مشایعت کرنا حق ہے۔اور ایک عورت کے رونے دھونے کی وجہ سے اسے چھوڑا تو نہیں جاسکتا۔

جب نماز جنازہ ہوگئی تو اس متوفی کے وارث نے امام علیہ السلام سے عرض کی: مولا! خدا آپ پر رحم کرے آپ پیدل چلنے کے عادی نہیں ہیں اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو بے شک جاسکتے ہیں۔''

امام نے فرمایا: نہیں میں جنازے کے ساتھ چلوں گا۔''

میں نے عرض کیا: مولا! جب متوفی کا وارث آپ کو جانے کی اجازت دے رہا ہے اور آپ کو گھر چلے جانا چاہیے۔''

حضرت نے فرمایا: اگر تمہیں کوئی کام ہے تو تم چلے جاؤ اور اپنا کام کاج کرو، میں اس شخص سے اجازت لیکر یہاں نہیں آیا تھا جو اس کی اجازت کے ساتھ واپس چلا جاؤں۔ میں تو اس اجر وثواب کی تلاش میں آیا ہوں جو کسی مسلمان شخص کے جنازے کی مشایعت کرنے کی وجہ سے ملتا ہے۔''[1]

2.معاویہ ابن یزید: (معاویہ ثانی)

یزید لعین نے تین سال تک حکمرانی کی تھی اور اس اثناء میں اس نے فرزند رسول حضرت امام حسینؑ کو کربلا میں شہید کیا۔مکہ ومدینہ کو اس نے تباہ وبرباد کردیا اور خانہ کعبہ پر اس نے پتھروں کی بارش کرائی۔

اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا معاویہ (ثانی) تخت نشین ہوا۔

جب وہ رات کو سوتا تو ایک کنیز اس کے سرہانے کھڑی ہوتی اور دوسری اس کے پاؤں کی طرف کھڑے ہوکر اس کی حفاظت کا کام سرانجام دیتی تھیں۔

---

[1] با مردم اینگونه برخورد کنیم ص55۔کافی 171/3

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ایک دفعہ خلیفہ بستر پر سویا تھا لیکن وہ حالت نیند میں نہ تھا ان کنیزوں کو لگا کہ وہ نیند میں ہے۔اور دونوں کنیزوں نے آپس میں بات شروع کی۔

جو کنیز سرہانے کھڑی تھی اس نے دوسری سے کہا:''تجھے شاید معلوم ہے کہ نہیں کہ خلیفہ تیری نسبت مجھے زیادہ پیار کرتا ہے اگر ایک دن میں وہ مجھے تین مرتبہ دیکھ نہ لے تو اس وقت تک اس کو آرام نہیں آتا۔''

دوسری نے کہا:''تم دونوں جہنم میں جاؤ گے۔''

معاویہ ابھی بیدار تھا اور اس نے اس بات کو سنا تو ارادہ کیا کہ ابھی تلوار اٹھا کر اس کا سر قلم کر دے لیکن اس نے اٹھنے سے گریز کیا اور جاننا چاہتا تھا کہ یہ بحث و تکرار کہاں تک جاتی ہے۔

پہلی کنیز نے اس کی وجہ پوچھی تو دوسری نے جواب دیا:''معاویہ اور یزید جو اس معاویہ کے باپ دادا تھے وہ خلافت کے غاصب تھے اور یہ مقام خاندان نبوت کو زیب دیتا ہے۔

معاویہ ثانی جو بظاہر سویا ہوا تھا جب اس نے یہ باتیں سنی تو اس نے اچھی طرح سے غور و فکر کیا اس نے اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کیا کہ وہ خلافت چھوڑ کر اس کے حقدار کے حوالے کریگا۔

جب صبح ہوئی تو اس نے اعلان کیا کہ لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا جائے جب مسجد لوگوں سے بھر گئی تو اس نے اعلان کیا کہ خلافت سے دستبردار ہوتا ہوں اور خلافت امام سجاد علیہ السلام کے حوالے کرتا ہوں۔اس کے بعد وہ اپنے گھر کی طرف گیا اور اس نے اپنے آپ کو کمرہ میں بند کر لیا۔اور اس کی ماں کمرہ کے دروازے پر چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی تھی کہ کاش تو حالت حیض میں ضائع ہو جاتا اور آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔اس کے جواب میں معاویہ ثانی نے کہا: کاش ایسا ہی ہوتا اور میں یزید کا بیٹا نہ ہوتا۔اس کے بعد معاویہ کی ماں نے مروان ابن الحکم سے شادی کر لی اور مروان تخت نشین ہو گیا۔

معاویہ چالیس دن تک گھر سے باہر نہ آیا۔اور کچھ دنوں بعد حق شناس معاویہ کو زہر دے کر قتل کر دیا گیا۔[1]

3. حق کو تسلیم کرنا

ایک مرتبہ حضرت''سعید ابن حسیب''مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز میں نماز پڑھنے میں مشغول ہے۔اس کی آواز بہت ہی خوبصورت تھی اور با آواز بلند نماز پڑھ رہا تھا۔

سعید نے اپنے غلام سے کہا کہ تم اس نمازی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ آہستہ نماز پڑھے۔

غلام نے کہا: جناب! یہ مسجد نہ تو میری ملکیت ہے اور نہ ہی آپ کی۔اس مسجد میں سب مسلمانوں کا حصہ ہے اور اس شخص کا بھی اس مسجد میں حصہ ہے۔

[1] داستانھا و پندھا 154/1۔جامع النورین ص316

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

سعید نے بلند آواز سے کہا: ''اے نماز پڑھنے والے اگر تو نماز خدا کے لئے پڑھ رہا ہے تو اپنی آواز مدہم کر لے اور اگر تو یہ نماز دنیا کے دکھاوے کے لئے پڑھ رہا ہے تو یہ نماز تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی۔''

نمازی نے حق کی یہ بات نماز میں سنی تو اس نے باقی نماز مدہم آواز میں پڑھی جیسے ہی سلام ختم کیا تو اپنے جوتے اٹھا کر مسجد سے باہر چلا گیا۔ جیسے ہی لوگوں نے دیکھا تو وہ امیر مدینہ عمر عبدالعزیز تھے۔ [1]

4. مست حق شناس

ذوالنون مصری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میرے دل نے چاہا کہ میں کچھ دیر کے لئے صحرا کی طرف جاؤں میں شہر سے باہر آیا اور دریائے نیل کے کنارے چل رہا تھا۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بچھو بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا جا رہا تھا اور میں نے سوچا کہ وہ اتنی تیزی سے کہاں جا رہا ہوگا۔ جیسے ہی وہ بچھو پانی کے نزدیک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بہت بڑا مینڈک پانی کے کنارہ آیا ہوا تھا اور بچھو اس کی پشت پر سوار ہوا اور مینڈک بچھو کو لے کر دوسرے کنارے کی طرف تیزی سے تیرنے لگا۔ اور میں نے اپنے دل ہی دل میں سوچا کہ ہو نہ ہو اس بات میں کوئی راز مضمر ہے۔ اور وہ راز جاننے کے لئے میں بھی دریا میں تیرنے لگا پھر میں بھی دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

میں نے دیکھا کہ مینڈک خشکی پر آیا اور اس نے بچھو کو خشکی پر اتارا۔ اس کے بعد بچھو بڑی تیزی سے ایک طرف دوڑنے لگا۔ میں بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔

میں نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے ایک جوان سویا ہوا ہے اور ایک سیاہ رنگ کا سانپ اسے ڈسنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ وہاں پر بچھو پہنچا اس نے ڈنک مار کر اس سانپ کو ہلاک کیا۔ پھر وہی بچھو دوبارہ دریا کی طرف آیا اور اسی طریقے سے یعنی مینڈک کی پشت پر سوار ہو کر دریا کی دوسری جانب چلا گیا۔

میں حیران رہ گیا اور اپنے آپ سے کہا کہ یہ شخص یقیناً خدا کے اولیاء میں سے ہے۔ اور چاہتا تھا کہ اس شخص کے پاؤں کو بوسہ دوں لیکن میں نے اسے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو ایک مدہوش انسان تھا اور میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں نے صبر کیا یہاں تک کہ جب تک وہ بیدار نہ ہوا۔ جب وہ بیدار ہوا تو مجھے اپنے سرہانے پا کر پریشانی سے مجھ سے کہا کہ اے اہل زمانہ کے مقتداء، آپ مجھ جیسے گناہگار کے پاس آئے ہیں اور میرا اتنا احترام کر رہے ہیں۔ میں نے اس جوان سے کہا کہ آپ یہ باتیں نہ کریں آپ سب سے پہلے اس سانپ کو دیکھیں۔ جب اس نے سانپ کو دیکھا تو تعجب سے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ کیا ماجرا ہے؟

میں نے اسے بچھو، مینڈک اور اس سانپ کا سارا واقعہ سنایا تو اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: ''خداوندا! اگر تو اپنے مست بندوں پر اتنا مہربان ہے تو نہ جانے تو اپنے دوستوں پر کتنا مہربان ہوگا؟''

---

[1] شنیدانی تاریخ ص 18۔ محجۃ البیضاء 230/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

یہ کہادریائے نیل میں غسل کیا،توبہ کی اوردن ورات عبادات میں مصروف ہوگیا۔

پھر خدا نے اسے اتنا مرتبہ دیا کہ جب بھی وہ کسی مریض کے پاس جا کر اس کی صحت یابی کی دعا کرتا تو وہ مریض تندرست ہو جا تا تھا۔[۱]

5. حضرت ابوذر کی حق شناسی

جب حضرت ابوذر نے سنا کہ مکہ میں ایک پیغمبر مبعوث ہوا ہے تو اس نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ مکہ جاؤ اور وہاں کے حالات سن کر آؤ۔ ان کا بھائی مکہ آیا اور رسولِ خدا کی باتیں سنیں اور جا کر ابوذر کو بتایا۔ ابوذر نے اپنے بھائی سے کہا کہ تیری باتیں سن کر میرے دل کی آتش خاموش نہیں ہوئی۔ لہٰذا انہوں نے سفر کی تیاری کی اور مکہ میں وارد ہوئے اور مسجد الحرام کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔

تیسرے دن حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خفیہ طریقے سے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے آپ کا نام پوچھا حضرت ابوذر نے اپنا نام بتایا اور وہ قرآن مجید کی چند آیات سن کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ سے فرمایا:''اب تم اپنے گھر واپس چلے جاؤ۔مکہ میں مت ٹھہرو کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کہیں کفارمکہ تم پرظلم نہ کریں۔''

ابوذر نے کہا:''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں مکہ والوں کے سامنے جا کر اپنے اسلام کا اظہار کروں گا۔''

حضرت ابوذر اٹھے اور مسجدالحرام میں آئے اور وہاں انہوں نے باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا۔اوراس کے مقابلے میں کفار نے ان کو خوب مارا یہاں تک کہ وہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر گئے۔اس موقع پر رسول اللہ کے چچا عباس آئے اور کفار سے کہا کہ اہل مکہ تم پر افسوس ہو تم نے جس شخص کو مارا ہے اس کا تعلق قبیلہ غفار سے ہے اور جب تم شام کا سفر کرتے ہو تو بنی غفار کے راستے سے تم کو جانا پڑتا ہے۔اوراگر تم نے اسے مزید مارا تو بنی غفار تمہارا تجارتی راستہ بند کردیں گے۔ یہ سن کر لوگوں نے اسے چھوڑ دیا۔

دوسرے دن بھی حضرت ابوذر آئے اور مسجد الحرام میں باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا تو مردوں نے انہیں دوبارہ سزائیں دیں اور دوسری مرتبہ بھی حضرت عباس نے ان کولوگوں سے نجات دلائی اوراس کے بعدوہ اپنے گھر واپس آ گئے۔[۲]

---

[۱] جوامع العکایات ص24۔سیرالسالحین

[۲] پیغمبرو یاران 45/1۔اعیان الشیعہ ص3/6

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر33

حلال وحرام

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا

لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔[1]

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"اِنَّ الْحَرَامَ لَا يُنْمِي وَاِنْ نُمِيَ لَمْ يُبَارَكْ فِيهِ"

"بے شک حرام میں نشوونما نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی جائے تو اس میں برکت نہیں رہتی۔"[2]

مختصر تشریح

حلال کھانے والے کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ انبیاء اولیاء اور بزرگان دین ہمیشہ حرام سے اجتناب کرتے تھے۔ وہ اپنی امتوں کو حلال کھانے کی ترغیب دیتے تھے اور حرام کھانے سے منع کرتے تھے۔

حرام خوری سے دل سخت ہو جاتا ہے دل کی سختی بہت بڑی بیماری ہے جس کا اثر آنے والی نسلوں پر بھی ہوتا ہے حرام کھانے والا شخص دراصل خدا کے ساتھ جنگ کر رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص جس کا انجام صرف چند میٹر کفن اور قبر کے لئے دو گز زمین ہو اسے کیا ضرورت ہے کہ مال حرام اکٹھا کرے۔ اور وہ مال اس کے بعد آنے والے اپنے تصرف میں لائیں وہی مال اس کے لئے وبال جان بن جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ عبادت کے ستر حصے ہیں اور ان میں افضل ترین حصہ طلب رزق حلال ہے۔[3]

---

[1] سورۂ بقرہ168

[2] جامع السعادت 167/2

[3] سفینۃ البحار 298/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

طلب رزق حلال کی وجہ سے دل کونورانیت نصیب ہوتی ہے اور عبادات کو قبولیت کا درجہ ملتا ہے۔حلال کھانے والے شخص کی خدا ہمیشہ حفاظت کرتا ہے۔

1. یہود اور حرام غذا

یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر سات برس کی تھی۔اور آپ اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ سفرِ شام پر جا رہے تھے تو راستے میں یہودیوں نے آپ کی وہ نشانیاں دیکھیں جو ان کی کتابوں میں آخری نبی کی نشانیاں تھیں اور آپس میں کہنے لگے کہ ہماری کتابوں میں جو پیغمبر اسلام کی ایک نشانی لکھی ہوئی ہے وہ حرام غذا اور شبہ حرام غذا کھانے سے پرہیز کریں گے آئیں آج اِن کا امتحان لیتے ہیں۔

انہوں نے ایک چوری کیا ہوا مرغ بھیجا اور حضرت ابوطالب سے کہا کہ یہ مرغ ہماری طرف سے ہدیہ ہے آپؑ اسے پکا کر کھائیں۔جب مرغ پک کر تیار ہوا تو سب نے کھایا لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کھایا۔جب آپ سے وجہ پوچھی گئی تو آپؐ نے فرمایا کیونکہ یہ حرام غذا تھی اور اللہ تعالیٰ مجھے حرام کھانے منع کیا ہے۔اس واقعہ کے بعد یہودیوں نے ایک اور مرغ حضرت ابوطالبؑ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم کچھ عرصے تک اس مرغ کی قیمت مالک کو ادا کر دیں گے۔

پھر وہ مرغ پکایا گیا لیکن اس دفعہ بھی آپؐ نے وہ مرغ نہ کھایا۔جب آپؐ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس کے جواب میں رسولِ خدا نے فرمایا ایسی غذا بھی میرے لئے حرام ہے جس میں حرام کا شبہ ہو۔

جب یہود کو اس واقع کی اطلاع ملی تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہی وہ بچہ ہے جسے کائنات میں بہت بڑی عزت اور بڑا مقام ملے گا۔[1]

2. حرام کا طبق

جس وقت امام محمد باقر علیہ السلام منصور دوانیقی کی قید میں تھے تو آپؑ بہت کم غذا کھاتے تھے۔ایک دن ایک نیک خاتون نے جو کہ اہل بیت نبوت سے مودت رکھتی تھی حلال کی دو روٹیاں اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے آپؑ کی طرف بھیجیں۔

زندان کے دوراغہ نے امام علیہ السلام سے کہا فلاں عورت جو آپ سے عقیدت رکھتی ہے اس نے یہ دو روٹیاں اپنے رزق حلال سے تیار کر کے آپؑ کی خدمت میں بھیجیں ہیں اور وہ قسم کھا کر کہتی تھی کہ یہ بالکل رزق حلال سے تیار کیں ہیں تا کہ امام علیہ السلام تناول فرما سکیں۔

لیکن امام علیہ السلام نے وہ روٹیاں نہ کھائیں اور واپس کر دیں اور کہا کہ اس خاتون سے کہنا کہ میں جانتا ہوں تمہارا طعام

---

[1] درسھایی از زندگی پیامبر ص31۔بحارالانوار336/15

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

بالکل حلال ہے مگر جس طبق پر تم نے رکھی ہیں وہ طبق حرام کا تھا۔اس لئے یہ کھانا ہمارے لیے صحیح نہیں ہے۔[1]

3. دامِ شیطان

آیت اللہ شیخ مرتضیٰ انصاری کا ایک طالب علم بیان کرتا ہے کہ جب میں نجف اشرف میں شیخ صاحب کے پاس زیر تعلیم تھا تو ایک رات میں نے عالم خواب میں شیطان کو دیکھا جس کے پاس بہت بڑی رسیاں اور طنابیں تھیں۔

میں نے شیطان سے پوچھا کہ ان رسیوں سے تم کیا کرو گے؟

اس نے جواب دیا کہ میں رسیاں انسان کی گردن میں ڈالتا ہوں پھر اس کے بعد انہیں اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں۔

گذشتہ دنوں میں نے ایک محکم رسی تمہارے شیخ کی گردن میں بھی ڈالی تھی اسے اس کے کمرے سے نکال کر اس کوچہ تک لے آیا تھا۔لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ میرے ہاتھ سے نکل گیا اور واپس چلا گیا۔

دوسرے روز جب صبح ہوئی تو میں شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنا خواب سنایا تو انہوں نے کہا: ہاں شیطان نے بالکل سچ کہا ہے اس لعین نے مجھے فریب دینا چاہا تھا۔اللہ کا لطف وکرم میرے شامل حال ہوا اور میں اس کی گرفت سے بچ گیا۔کل میرے پاس کچھ بھی رقم موجود نہ تھی۔اتفاقاً مجھے ضرورت محسوس ہوئی تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ ابھی میرے پاس امام زمانہ کا ایک ریال موجود ہے لیکن لینے والا آیا کوئی نہیں لہٰذا میں کیوں نہ اس ریال کو بعنوان قرض لے لوں اور جب خدا مجھے دے دے گا تو میں یہ ریال واپس کردوں گا۔میں نے وہ ریال اُٹھایا اور اپنے گھر سے باہر آیا، چاہتا تھا کہ میں اس سے اپنی ضرورت کی چیز خرید کروں پھر میں نے اپنے آپ سے کہا: ''میں یہ قرض کیسے ادا کروں گا اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ قرض کی ادائیگی سے پہلے مجھ پر موت آجائے۔''میں یہ سوچ کر اپنے گھر واپس آیا اور وہ ریال جو میں نے جہاں سے اٹھایا تھا وہاں پر رکھ دیا۔[2]

4. خلیفہ کا کھانا

ایک دفعہ ہارون الرشید کے دربار میں مختلف قبائل کے اشراف حاضر ہوئے اور اسے بتا رہے تھے کہ بہلول دیوانہ ہو چکا ہے۔اسی اثناء میں وہاں کھانا پیش کیا گیا۔اور ہارون الرشید کے لئے علیحدہ سے مخصوص کھانا تھا۔

ہارون الرشید نے اپنا مخصوص کھانا غلام کے ہاتھ بہلول کے پاس روانہ کیا۔بہلول نے خلیفہ کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور غلام سے کہا۔سامنے حمام ہے حمام کے پچھوڑے چلے جاؤ وہاں کتے ہوں گے یہ کھانا جا کر کتوں کو ڈال دو۔غلام ناراض ہوا اور کہنے لگا احمق یہ خلیفہ کا کھانا ہے اگر میں یہ کھانا وزراء اور اعیان سلطنت کے پاس لے کر جاتا تو مجھے انعام دیتے۔

---

[1] لطائف الطوائف ص44

[2] سیمای فرزانگان ص430۔زندگانی وشخصیت شیخ انصاری ص88.

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

بہلول نے کہا آہستہ بات کرو۔اگر کتوں نے سن لیا تو وہ بھی نہیں کھائیں گے۔ [۱]

5. عقیل کی درخواست

ایک دفعہ عقیل حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔اور ان سے عرض کی میں تنگ دست ہوں مجھے بیت المال سے کچھ عنایت فرمائیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: بھائی صبر کریں میں مسلمانوں میں جیسے ہی ان کے وظائف تقسیم کرونگا تمہیں بھی تمہارا حصہ مل جائے گا۔

عقیل نے جب زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا بازار چلے جاؤ اور کسی دوکان کا تالا توڑ کر اس سے سامان اٹھالو۔

عقیل نے کہا تو کیا آپ مجھے چور بنا کر اپنی عدالت میں لانا چاہتے ہو؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔عقیل! تم ایک مسلمان کے چور نہیں بننا چاہتا ہو۔اور مجھے تمام مسلمانوں کے مال کا چور بنانا چاہتے ہو۔

عقیل نے کہا: اگر یہ بات ہے تو میں معاویہ کے پاس چلا جاتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: تم جانو اور معاویہ جانے۔

چنانچہ عقیل معاویہ کے پاس گئے۔اور اس سے امداد کا تقاضا کیا معاویہ نے انہیں ایک لاکھ درہم دیئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ منبر پر جاکر لوگوں کو بتائیں کہ ان سے علیؑ نے کیا سلوک کیا اور معاویہ نے کیا سلوک کیا؟

عقیل منبر پر گئے اور کہا لوگو! میں نے علیؑ سے اس کا دین چھیننا چاہا مگر علیؑ نے مجھے اپنا دین چھیننے نہ دیا تو میں معاویہ کے پاس چلا آیا۔اس نے مجھے اپنے دین پر فوقیت دی۔ [۲]

---

[۱] حکایتہای شنیدانی 120/1

[۲] پند تاریخ 180 / 1۔صواعق المحرقہ

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر34

حلم

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ

بے شک ابراہیم بردبار، نرم دل اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ [1]

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"اِذا لم تکن حلیماً فتحلَّمْ۔"

"اگر تم فطری طور پر حلیم نہیں ہو تو تکلفاً حلیم بنو۔"

مختصر تشریح

حلم چراغ حق ہے اس کے نور کی وجہ سے انسان خدا کا قُرب حاصل کرتا ہے حلیم شخص مخلوقات، اپنے خاندان اور دوستوں کی تکالیف پر صبر کر کے خدا کی رضا حاصل کرتا ہے۔

حلم کی حقیقت یہ ہے کہ اگر انسان کو کسی شخص سے تکلیف پہنچے اور وہ درگزر کر دے وہ بھی اسی صورت میں کہ وہ انتقام کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ حلم خدا کی ایک صفت ہے اور انسان کو خدا کی اس صفت سے متصل ہونا چاہئے۔ اور دعا میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ "اے پروردگار تیرا فضل بڑا وسیع ہے، تیرا حلم بڑا عظیم ہے اور تیرا حلم اس بات سے کہیں بلند و برتر ہے کہ تو میرے اعمال کا مواخذہ کرے اور میرے گناہوں کی وجہ سے تو مجھے ذلیل کرے۔"

مومن زمین پر رہ کر تمام لوگوں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوتا ہے اسی لئے اسے چاہئے کہ نادانوں کی اذیت اور گفتگو کو حلم کے ساتھ دور کرے اگر وہ بھی احمقوں کا جواب اذیت سے دینا شروع کر دے تو پھر ایسے ہی ہو گا جیسے آگ پر ایندھن ڈالا جائے۔ [2]

---

[1] سورۂ ھود/75

[2] تذکرۃ الحقائق ص54

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1.ایک کبوتر باز کی اذیت

''شیخ ابوعلی تقفی'' کا ایک ہمسایہ کبوتر باز تھا۔اوراس کے کبوتر شیخ صاحب کے گھر پر بھی آبیٹھتے تھے، وہ اپنے کبوتروں کو وہاں سے اڑانے کے لئے پتھر وغیرہ مارتا جو شیخ صاحب کے گھر میں آتے تھے جس سے آپ کو بہت ہی اذیت ہوتی تھی۔

ایک دفعہ اس نے اپنے کبوتروں کو اڑانے کے لئے جو شیخ صاحب کے گھر پر بیٹھے ہوئے تھے ان کو پتھر مارا اور پتھر سیدھا شیخ صاحب کو جا کر لگا۔جس سے ان کی پیشانی زخمی ہوئی اور بہت سا خون ضائع ہوا۔شیخ کے دوست خوش ہوئے اور کہا:''چلو اچھا ہوا جیسے ہی کل صبح ہوگی، شیخ امیر شہر کے پاس جا کر کبوتر باز کی شکایت کرے گا اور ہم سب کو اس کبوتر باز کے شر سے نجات ملے گی۔''

شیخ نے اپنے ایک خادم کو بلایا اور کہا کہ باغ میں جاؤ اور وہاں سے درخت کی ایک شاخ کاٹ کر لاؤ۔

خادم گیا اور درخت سے شاخ کاٹ کر لے آیا اور شیخ نے وہ شاخ اپنے خادم کو دی اور کہا کہ کبوتر باز کے پاس جاؤ اور اسے یہ شاخ دو اور اسے کہنا کہ آئندہ کبوتروں کو پتھر مار کر نہ اڑائے بلکہ اس شاخ کے ذریعے اپنے کبوتروں کو اڑائے۔[1]

2.ایک ظالم کا ظلم اور امام کا حلم

عبدالملک بن ولید کا ماموں تھا جس کا نام ھشام بن اسماعیل تھا اور اسے یزید لعین نے اپنے دور خلافت میں اسے مدینہ کا گورنر بنایا ہوا تھا۔

اور وہ ہمیشہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کو ایذائیں دیتا تھا۔

بہر نوع ایک دفعہ حکومت وقت نے اسے معزول کر کے ولید کو گورنر کا عہدہ دیا اور ساتھ ہی حکم دیا گیا کہ ھشام کو کھڑا کر دیا جائے اور اس نے جس پر بھی ظلم کیا ہو وہ آ کر اس کی شکایت کرے۔

ھشام بیان کرتا ہے کہ مجھے سب سے زیادہ ڈر حضرت علی بن حسینؑ سے تھا کیونکہ میں ان سے گستاخیاں کیا کرتا تھا۔

امام علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ اس کی حکومت ختم ہوگئی ہے اور زیر عتاب آ گیا تو امام عالی مقام نے اپنے دوستوں سے کہا کہ تم اس کی کوئی شکایت نہ کرنا اور نہ ہی اسے کوئی اذیت دینا امام علیہ السلام نے ھشام کی طرف پیغام بھیجا اور کہا:''اگر موجودہ حکومت تم پر کوئی جرمانہ عائد کرے تاوان ڈالے جو تم ادا کرنے کے قابل نہ ہو تو کوئی مسئلہ نہیں، پریشان نہ ہونا اور ہم تیرا وہ تاوان اپنی طرف سے ادا کریں گے۔تجھے میری اور میرے ماننے والوں کی طرف سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔''

جیسے ہی ہشام نے امام سجاد علیہ السلام کے اِس عظیم حلم کو دیکھا تو بے ساختہ پکارا اٹھا کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنا مقام

---

[1] نمونہ معارف 368/2.

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

رسالت کہاں پر رکھے۔[1]

3. قیس منقری

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حلم قیس بن عاصم منقری سے سیکھا ہے، میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر تلوار کا سہارا لئے لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا۔ اسی دوران کچھ لوگ ایک جوان کا لاشہ لائے اور اس کے ساتھ ایک اور جوان کو لایا گیا جس کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔

انہوں نے قیس سے کہا: ''یہ آپ کے بیٹے کا لاشہ ہے اور اس کا قاتل آپ کا بھتیجا ہے جسے ہم پکڑ کر لائے ہیں۔''

یہ سب کچھ سننے کے باوجود صبر کیا اور نہ ہی اپنی گفتگو کو قطع کیا اسی طرح تلوار کا سہارا لے کر کھڑے رہے اور اپنا خطاب جاری رکھا۔ جب خطاب ختم کیا تو اپنے جوان بھتیجے کی طرف رخ کر کے کہا: ''اے میرے بھتیجے! تو نے بدکاری کا ارتکاب کیا ہے۔ تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی ہے، تو نے رشتہ داری کے حق کو تباہ کیا ہے، وہ تیر جو تو دشمن پر چلا سکتا تھا تو نے اس تیر کو اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کر دیا ہے اور تیرے اس اقدام کی وجہ سے تیری قوم میں ایک فرد کی کمی ہوئی ہے۔''

پھر اس نے اپنے دوسرے بیٹے کی طرف دیکھا اور کہا کہ اپنے چچازاد کو رہا کر دو۔ اپنے بھائی کے لئے قبر کا انتظام کرو۔ اور میرے مال میں سے ایک سو اونٹ دیت بنا کر اپنی ماں کو دے کیونکہ قاتل کا تعلق تمہاری ماں کے خاندان سے نہیں ہے اور تمہاری ماں بغیر دیت کے اسے معاف نہیں کرے گی۔[2]

4. امام حسن علیہ السلام اور مرد شامی

ایک دن امام حسن علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ایک شامی کی آپؑ پر نظر پڑی تو اس نے آپؑ اور آپؑ کے والد ماجد پر سب و شتم کرنا شروع کر دیا۔

امام علیہ السلام خاموشی سے سنتے رہے جب وہ سب و ستم سے تھک گیا تو آپؑ اس کے پاس گئے اور فرمایا: ''بھائی! شاید تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بیان کرو، میں تمہیں دوں اور اگر راستے سے بھٹک چکے ہو تو تمہیں سیدھا راستہ دیکھاؤں، اگر تمہیں مال برداری کے لئے کسی جانور کی ضرورت ہو تو تم میرا جانور لے لو، اگر بھوکے ہو تو تمہیں کھانا کھلاؤں گا، اگر تمہیں لباس کی ضرورت ہے تو تمہیں لباس دوں، اگر غریب ہو تو تمہیں دولت مند بناؤں گا اور اگر فراری ہو تو تمہیں پناہ دوں گا۔ غرضیکہ تمہاری جو بھی حاجت ہو بیان کرو تمہاری حاجت پوری کروں گا۔ تمہارے لئے میرا مشورہ یہ ہے کہ تم نو وارد ہو ہمارے مہمان خانے

---

[1] ہا مردم اینگونہ برخورد کینہ ص 22، تاریخ طبری 61/8

[2] پیغمبر و یاران 180/5۔ اسد الغابہ 229/4

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پر آجاؤ ہمارے پاس وسیع مہمان خانہ ہے۔"

امام علیہ السلام کا یہ حلم دیکھ کر شامی رونے لگا اور کہا:

"اشهد انك خليفة الله فى الارض۔"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین پر اللہ کے جانشین ہیں۔"

میں اس سے پہلے آپؑ کا مخالف تھا اور روئے زمین پر آپؑ اور آپؑ کے والد ماجد سے زیادہ میری نظر میں کوئی ناپسندیدہ نہ تھا۔ اور اب آپؑ اور آپؑ کے والد سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں ہے۔

پھر وہ شامی آپؑ کے ہاں مہمان بنا اور وہ آپؑ کے خاندان کی ولایت اور امامت پر ایمان لایا۔[1]

5. شیخ جعفر کاشف العظاء

شیخ جعفر کاشف العظاء انتہائی حلیم اور بردبار علماء میں سے تھے۔ ایک دفعہ ان کے پاس کچھ رقم آئی اور وہ رقم انہوں نے اصفہان کے فقراء میں تقسیم کردی۔ جب وہ تمام رقم تقسیم کر چکے تو نماز جماعت کے ساتھ نماز ظہر ادا کی اور تعقیاب نماز میں مشغول تھے۔ اسی دوران مسجد میں ایک غریب سید آیا اور اس نے بڑی ادبی سے کہا: "شیخ میرے نانے کا خمس میرے حوالے کر۔"

شیخ نے جواب دیا: "بزرگ! میرے پاس اب کچھ نہیں رہا آپ نے آنے میں تاخیر کردی۔"

سید نے بڑی جسارت کر کے شیخ کی داڑھی پر تھوکا۔

شیخ نے اس کے مدمقابل کوئی بھی اقدام نہ کیا۔

شیخ اپنی جگہ پر کھڑے ہوگئے اور اپنے دامن کو پھیلا کر نمازیوں کی صفوں میں آئے اور لوگوں سے کہا: "بھائیو آپ میں سے جس کو میری داڑھی سے محبت ہے وہ اس سید کی مدد کریں۔"

لوگوں نے اچھی خاصی رقم شیخ کے دامن میں ڈالی۔ اور آپ نے وہ ساری رقم اس سید کے سپرد کردی اور اس کے بعد نماز عصر ادا کی۔[2]

---

[1] منتھی الامال 222/1

[2] سیمای فرزانگان ص338۔ فوائدالرضویہ ص77

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 35

حیا

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ

یہ بات نبی کو تکلیف پہنچاتی ہے مگر وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔

"الحیاء خیر کلہ۔"

"حیا ہر لحاظ سے مکمل نیکی ہے۔"[2]

مختصر تشریح

حیا ایک نور ہے جس کا جوہر ایمان ہے حیا ایمان سے پیدا ہوتا ہے اور شعاع ایمان کو محکم اور مقید کردیتی ہے۔

صاحب حیاء کے پاس ہر چیز ہوگی اور جو شخص حیا کو ترک کرے گا وہ تمام بُرائیوں کا ارتکاب کرے گا۔ اگرچہ وہ ظاہری طور پر عبادت گزار ہی کیوں نہ ہو۔

جو شخص صفت حیا سے خالی ہو تو خدا اسے آخرت میں عذاب دے گا۔[3]

1. حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شعیبؑ کی بیٹیاں

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں رہ کر ایک قبطی کو قتل کیا تو فرعون اور اس کے رشتہ داروں کو معلوم ہوگیا کہ یہ قتل موسیٰ علیہ السلام نے کیا ہے۔ تو انہوں نے ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیں۔ ایک خیرخواہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی کہ طبقہ حکمران آپؑ کو قتل کرنے کا سوچ رہا ہے۔ آپؑ فی الفور مصر سے فرار ہوجائیں۔ حضرت موسیٰ نے فوراً مصر کو چھوڑ دیا آپ اٹھ یا کم از

[1] سورۂ احزاب آیت 53

[2] جامع السعادات 285/2

[3] تذکرہ الحقائق ص 93

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کم تین دن متواتر چلتے رہے یہاں تک کہ آپ شہرِ مدین کے دروازے پروارد ہوئے۔ سارا راستہ آپؑ نے تکالیف برداشت کیں اور آپؑ تھکے ہوئے تھے ایک درخت کے قریب آ کر بیٹھ گئے جہاں ایک کنواں بھی تھا۔

آپؑ نے دیکھا کہ ریواڑ چرانے والے گڈریے اپنے ریوڑ لیکر آئے اور اپنے جانوروں کو پانی پلانے آئے ہوئے ہیں ان سب کے پیچھے دولڑکیاں بھی آئی ہوئی ہیں اور اپنی باری کا انتظار کر رہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے اور پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑی ہوئیں ہو۔

انہوں نے بتایا کہ ہم اپنی بھیڑ بکریوں کو پانی پلائیں گی پہلے لوگ پلالیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا تمہارے ساتھ تمہارے بزرگ نہیں آئے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں اور اسی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ نہیں آسکے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''کوئی بات نہیں۔ میں آپ کے مویشوں کو پانی پلا دیتا ہوں۔'' تو آپؑ نے ان کے مویشیوں کو جلدی سے پانی پلا دیا اور اسی وجہ سے لڑکیاں جلدی اپنے مویشی لیکر اپنے گھر پہنچ گئیں۔

ان لڑکیوں کے والد حضرت شعیب تھے۔ انہوں نے اپنی بیٹیوں سے پوچھا کہ آج تم جلدی گھر واپس آ گئیں کیا آج تم نے اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلایا؟''

انہوں نے جواب دیا: ''ابا جان! ہم نے اپنے مویشیوں کو پانی پلایا ہے۔'' اور اس جوان کا قصہ بھی سنایا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ اس جوان کو میرے پاس لے آؤ تا کہ میں اسے کچھ اجرت دے سکوں۔

اس وقت ان میں ایک لڑکی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور آپؑ سے کہا کہ میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں اور آپ کی اس نیکی کا اجر دینا چاہتا ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت تھکے ہوئے تھے مسافر تھے اور بھوکے تھے آپ نے ان کی وہ پیشکش کو قبول کیا اور آپؑ اس لڑکی کے پیچھے چل پڑے۔

کچھ دیر تک آپؑ چلتے رہے پھر آپؑ نے فرمایا: ''یہ نامناسب ہے تم میرے پیچھے چلو۔''

اس لڑکی نے کہا: ''آپ نووارد ہیں، مسافر ہیں اور آپ کو راستے کا کیسے معلوم ہوگا۔''

آپؑ نے کہا: ''جب میں غلط راستہ لینے لگوں تو پیچھے سے مجھے آواز دینا یا کوئی پتھر پھینک کر مجھے بتا دینا تا کہ میں صحیح راستے پر چل سکوں۔ مجھے حیا آتی ہے کسی بھی نامحرم عورت کی پشت پر نگاہ ڈالنے سے کیونکہ ہم یعقوب کا خاندان ہیں اور ہم نامحرم عورتوں کی پشت پر نگاہ نہیں کرتے۔''

بہرنوع وہ لڑکی آپؑ کو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس لے کر آئی۔

آپؑ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اپنا پورا قصہ سنا دیا تو حضرت شعیبؑ بڑے خوش ہوئے اور آپؑ کے حیاء اور دیانت کی

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

وجہ سے اپنی ایک بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا۔[1]

2. آنکھ کا حیاء

تفسیر روح البیان میں منقول ہے کہ کسی شہر میں تین بھائی رہتے تھے۔ ان میں بڑا بھائی پورے دس سال تک مسجد میں مؤذن کے فرائض سرانجام دیتا رہا مسجد میں جو مینارہ اذان تھا وہ روزانہ اس پر جاتا اور اذان دیتا تھا۔ دس سال اذان دی اور چند برس بعد وہ بھی رحلت کر گیا۔ اور شہر والے تیسرے بھائی کے پاس آئے اور اسے کہا کہ وہ اذان کا منصب سنبھالے اور ہم چاہتے ہیں کہ مینارہ مسجد سے اذان کی آواز بلند ہوتی رہے۔

اس نے کہا کہ نہیں میں عہدہ قبول نہیں کرتا۔

شہر والوں نے اس سے کہا: ''آپ اپنی منہ مانگی تنخواہ مقرر کر لیں۔''

اس نے کہا: ''جتنا تم میرے دوسرے بھائیوں کو دیتے تھے اگر اسکا سو گنا بھی مجھے دو تو بھی میں یہ منصب قبول نہیں کروں گا۔''

شہر والوں نے کہا: ''کیا اذان دینا گناہ ہے؟''

کہنے لگا نہیں اذان دینا گناہ نہیں ہے لیکن میں مینارہ اذان پر چڑھ کر کبھی بھی اذان نہیں دوں گا۔

لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا مینارہ ایسی جگہ ہے جس کی وجہ سے میرے دو بھائی بڑے بدبخت اور بے دین ہو کر مرے ہیں۔ میں اپنے بڑے بھائی کی زندگی کے آخری لمحات میں اس کے سرہانے موجود تھا۔ میں نے چاہا کہ سورۂ یٰسین کی تلاوت کروں تا کہ آسانی سے اس کی جان نکل سکے لیکن میرے بڑے بھائی نے مجھے منع کر دیا۔ کچھ عرصے بعد میرے دوسرے بھائی پر وقت نزع طاری ہوا تو میں نے اپنے اس بھائی کے سرہانے سورۂ یٰسین پڑھنی چاہی لیکن اس نے بھی مجھے منع کر دیا۔

میں بڑا پریشان ہوا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے جب میرے دونوں بھائی بظاہر دین دار گزرے تھے لیکن آخری وقت بے دین ہو کر کیوں مرے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا اور مجھے خواب میں اپنے بڑے بھائی کا دیدار ہوا جس پر عذاب نازل ہو رہا تھا۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تجھے اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم مجھے اپنے بے دین ہو کر مرنے کی وجہ نہیں بتاؤ گے۔

میرے بھائی نے کہا کہ جب مینارہ اذان پر اذان دینے کے لئے چڑھتا تھا تو مجھے لوگوں کے گھروں میں عورتیں دیکھائی دیتی تھیں اور میں بڑی بے حیائی سے ان مسلمانوں کی عورتوں کو دیکھا کرتا تھا اور میرے دل میں خوف خدا نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔

---

[1] تاریخ انبیاء 65-71/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس لئے میں بے دین ہوکر مرااور اب عالم عذاب میں ہوں۔اور تیرے دوسرے بھائی کے بے دین مرنے کی بھی یہی وجہ ہے۔[۱]

3. زلیخا

زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے حُسن کا اسیر بنانا چاہا۔اورانہیں گناہ کی پیشکش کی۔اس کے بعدحضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ زلیخا نے ایک چیز پر کپڑا ڈال کرکسی چیز کو چھپادیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے پوچھا:''یہ تم کیا کررہی ہو؟''

اس نے کہا کہ یہ میرا بت ہے جس کی میں عبادت کرتی ہوں کیونکہ اب میں گناہ کررہی ہوں۔اسی لئے میں نے اس کے چہرے پر چادر ڈال دی تاکہ یہ ہمیں نہ دیکھ سکے۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا:''تجھے حیا آنی چاہئے تو تو جمادات سے حیا کررہی ہے۔میرا خدا تو ہر ظاہر و باطن شے کو جانتا ہے میں آخر اس سے حیا کیوں نہ کروں۔[۲]

4. پیغمبر اور بنی قریظہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بنی قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو کعب بن اسید نے آپؐ کے اصحاب کو بُرا بھلا کہا۔

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب قلعہ کے کافی نزدیک پہنچے تو فرمایا:''اے بندر اور خنزیر کے خاندان سے تعلق رکھنے والو! طاغوت کی بندگی کرنے والو! جب کہ ہم قدرت رکھنے والی جماعت ہیں۔ہم جس قوم پروارد ہوتے ہیں تو ان پر شامت آجاتی ہے۔''

کعب بن اسید جو پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی کو نہیں جانتا تھا کہنے لگا:''اے ابولقاسم! آپ تو نہ نادان ہیں اور نہ ہی گالیں دینے والے یہ آج کیا ہوا کہ آپ نے اتنی بڑی گالی دے دی۔''

یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرم محسوس ہوئی اور آپ کی عبا شانہ اطہر سے نیچے گرگئی۔آپ کے ہاتھ لرز رہے تھے اور آپ کا عصا گر گیا۔اور آپ وہاں سے پیچھے پلٹ آئے۔[۳]

---

[۱] روایتھا وحکایتھا ص105۔داستانِ پراکندہ 123/1

[۲] نمونہ معارف 385 / 4۔بحر الحبۃ غذآلی ص92

[۳] سفینۃ البحار 362 / 1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

5.امیرالمومنین علیہ السلام کا حیا

حضرت علی امیرالمومنین علیہ السلام اور خاتون جنت کا ہجرت کے دوسرے سال عقد ہوا۔لیکن عقد اور زفاف میں ایک ماہ یا ایک سال کا وقفہ ہے۔اس شرم کی وجہ سے اس مدت میں رسولِ پاک سے رخصتی کا مطالبہ بھی نہیں کرتے تھے اور جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا شرم وحیا کی وجہ سے علیؑ کا نام بھی نہیں لے سکتی تھیں۔

یہاں تک کہ کچھ عرصے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ آپؑ رسول اللہ ﷺ سے فاطمہ کی رخصتی کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے اگر آپ کو شرم وحیا محسوس ہوتی ہے تو ہم رسول اللہ ﷺ سے بات کرتی ہیں۔حضرت علی علیہ السلام نے ان کو اجازت دے دی۔

تمام بیبیاں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان میں سے حضرت بی بی ام سلمہ آگے بڑھیں اور رسول اکرم ﷺ سے کہا:''اگر آج خدیجہ سلام اللہ علیہا زندہ ہوتیں تو فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی دیکھ کر بہت خوش ہوتیں اور فاطمہ (س) بھی اپنے شوہر کو دیکھ کر خوش ہوتیں۔علیؑ اپنی بیوی کی رخصتی کے خواہشمند ہیں اور ہم اس انتظار میں ہیں کہ ہم بھی اس تقریب سعید میں شرکت کریں۔''

جیسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہ کا نام سنا تو آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا: ''علیؑ مجھ سے رخصتی کی درخواست کیوں نہیں کرتا۔''

بیبیوں نے کہا:''رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو حیا مانع ہے۔''

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ شادی کے انتظامات مکمل کیے جائیں۔[1]

---

[1] فاطمۃ الزہراء ص283

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر36

خوف

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

"وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَطَمَعاً۔"

اور اللہ کو خوف اور امید کے ساتھ پکارو۔[1]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"أتَمُّكُمْ عَقْلاً أشَدُّكُمْ خَوْفاً۔"

"عقل کے لحاظ سے تم میں سے کامل ترین وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ خوف رکھتا ہے۔"[2]

مختصر تشریح

اللہ تعالیٰ کا خوف دل کا نگہبان ہوتا ہے۔خوف خدا رکھنے والا شخص ایمان کے اس پر کے ساتھ رضوان الٰہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور انہی کے وسیلہ سے پرواز کرتا ہے۔خوف خدا رکھنے والا شخص اللہ کے وعید کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔وہ اپنے اعمال میں خواہشات نفس سے پرہیز کرتا ہے۔جو شخص اللہ کی بندگی کرے کبھی بھی گمراہ نہیں ہوتا اور اپنے مقاصد کو حاصل کر لیتا ہے۔ آخر انسان خوف کیوں نہ بجالائے۔اسی لئے کہ وہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا کا مالک نہیں ہے۔وہ اپنے نامہ اعمال سے بھی واقف نہیں ہوتا وہ نہیں جانتا کہ اس کے اعمال کا وزن ہلکا ہے یا زیادہ ہے۔

خوف خداوندی نفسِ امارہ کو مار دیتا ہے۔خائف ہمیشہ دو خوفوں میں مبتلاء رہتا ہے۔

1. ماضی کے گناہوں کا خوف

2. آئندہ آنے والی سزا کا خوف

جب کسی خوش نصیب کا نفس ہوس سے آزاد ہو جائے تو تب اس کے دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے اور دل میں رندگی کی وجہ

[1] سورۃ الاعراف آیت نمبر 56

[2] جامع السعادت 225/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

انسان کواستقامت ملتی ہےاوراس کی وجہ سے دل کےاندرامید کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔[۱]

1. خوف خدار کھنے والا جوان

ایک دن حضرت سلمان فارسی کوفہ میں لوہاروں کے بازار سے گزر رہے تھے۔انہوں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک جوان کے گرد کھڑے ہوئے جو زمین پر عالم بے ہوشی میں گرا ہوا ہے۔

جب لوگوں نے حضرت سلمان فارسیؓ کو دیکھا تو انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ وہ دعا کریں تا کہ یہ نو جوان ہوش میں آ جائے۔

حضرت سلمان اس جوان کے قریب گئے اور دعا کی تو وہ جوان اٹھ بیٹھا۔حضرت سلمان نے اس جوان سے پوچھا: ’’جوان! تجھے کیا تکلیف ہوئی؟‘‘ جوان نے کہا: ’’جناب! مجھے کوئی تکلیف نہیں، جب میں اس بازار سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ یہاں لوہارا اپنے لوہے کو بڑے وزنی ہتھوڑے سے کوٹ رہے تھے تو میرے ذہن میں خداوند کا یہ فرمان آیا کہ کفار کے لئے گرز ہوں گے اور فولادی عمود ہوں گے جو ان کے سروں پر مارے جائیں گے۔میں نے جیسے ہی اس حالت کا تصور کیا تو میں بے ہوش ہو گیا۔‘‘

حضرت سلمان کو اس سے محبت ہوگئی اور ایک دوسرے کو چاہنے لگے۔ یہاں تک وہ جوان بیمار ہوا۔حضرت سلمان اس کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس کی زندگی کے آخری لمحات ہیں۔حضرت سلمان بیٹھ گئے۔

حضرت سلمان کی نگاہوں نے دیکھا کہ عزرائیل پہنچ چکے ہیں اور آپ نے عزرائیل سے کہا کہ میرے جوان بھائی پر رحم کرنا۔اس کے ساتھ شفقت کا سلوک کرنا۔

عزرائیل علیہ السلام نے حضرت سلمانؓ سے کہا: ’’اے بندہ خدا میں تمام مومن افراد کے لئے مہربان اور شفیق ثابت ہوتا ہوں۔‘‘[۲]

2. ایک پتھر کی زبانِ حال

روایت میں ہے کہ ایک نبی کا کہیں سے گزر ہوا تو انہوں نے ایک پتھر دیکھا جس میں سے بہت سا پانی نکل رہا تھا۔اور اس نبی کو بہت تعجب ہوا۔اللہ تعالیٰ نے پتھر کو قوت گویائی دی اور پتھر نے کہا: ’’جس دن سے میں نے سنا ہے کہ انسان اور پتھر ہی دوزخ کا ایندھن ہوں گے مجھے یہ خوف محسوس ہوا کہ میں بھی دوزخ کا ایندھن نہ بن جاؤں اس لئے میں رو رہا ہوں۔‘‘

پتھر نے نبی سے درخواست کی: ’’وہ دعا کریں کہ مجھے خدا دوزخ کی آگ سے امان دے۔‘‘ نبی نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ

---

[۱] تذکرہ الحقائق

[۲] داستان جوانان ص94

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

نے بھی وعدہ کیا کہ یہ پتھر اب آگ میں نہیں جلایا جائے گا۔

پھر کچھ عرصے کے بعد اس نبی کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس طرح سے اس پتھر سے پانی جاری ہے۔ پھر پتھر سے پوچھا کہ تو اتنا گریہ کیوں کر رہا ہے۔

پتھر نے جواب دیا: ''پہلے میں دوزخ کے خوف سے گریہ کر رہا تھا اب مجھے اس سے نجات مل گئی ہے۔ اب میں خدا کے شکر کے جذبات کے خوف سے رو رہا ہوں۔ اب میرا رونا غمی کا رونا نہیں بلکہ خوشی کا رونا ہے۔''[1]

3. عذاب آخرت پر آتشِ دنیا کو ترجیح دینا

ایک دن امیرالمومنین علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے عرض کی:

''آقا! میں نے ایک لڑکے سے بدفعلی کی ہے آپؑ مجھے پاک کریں۔

آپؑ نے فرمایا: ''واپس چلا جا ممکن ہے تو یہ الفاظ اختلال مزاج اور بدحواسی کی وجہ سے کہہ رہا ہو۔''

وہ شخص واپس چلا گیا۔ دوسرے دن وہ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''مولا! مجھے اس گناہ سے پاک کریں۔''

آپ نے اسے دوبارہ واپس کر دیا۔

وہ شخص تیسرے دن آیا اور وہی عرض کی، آپؑ نے اسے پھر واپس کیا۔

آخر کار وہ شخص چوتھے دن پھر آیا اور آپؑ سے پاک کرنے کی درخواست کی۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: ''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھ جیسے گناہگاروں کے لئے تین سزائیں بتلائی ہیں ان میں سے تو ایک کا اپنے لئے انتخاب کر۔''

اس شخص نے عرض کی: ''مولا! آپؑ وہ سزائیں بیان کریں پھر میں ان میں ایک سزا کا انتخاب کروں گا۔''

آپؑ نے فرمایا: ''وہ سزائیں یہ ہیں: 1. تیری گردن پر تلوار کا وار کیا جائے وہ جہاں تک چلی جائے ٹھیک ہے۔ 2. تیرے ہاتھ پاؤں باندھ کر پہاڑ کی چوٹی سے گرایا جائے۔ 3. آگ جلا کر تجھے اس میں جلایا جائے۔''

اس شخص نے عرض کی: ''امیرالمومنین! ان تینوں سزاؤں میں سے کونسی سزا زیادہ سخت ہے؟''

آپؑ نے فرمایا: ''آگ میں جلنا سب سے زیادہ سخت ہے۔''

اس شخص نے کہا: ''پھر میں آگ میں جلنے کو اپنے لئے زیادہ پسند کرتا ہوں۔''

آپؑ نے فرمایا: ''پھر لکڑیاں جمع کرو۔''

---

[1] شنیدنھای تاریخ ص 388۔ محجۃ البیضاء 142

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس شخص نے فوراً لکڑیاں لاکر حاضر کردیں۔

پھر جوان نے دورکعت نماز پڑھی۔نماز سے فارغ ہوکر جوان نے رورو کردعا مانگی اور کہا:''پروردگارتو بہتر جانتا ہے کہ مجھ سے کیسا گناہ سرزد ہوا ہے۔میں تیرے پیغمبر کے ابن عم کی خدمت میں آیا ہوں اور پاک کرنے کی درخواست کی۔انہوں نے تین سزاؤں میں سے ایک کے انتخاب کا حکم دیا۔پروردگار!میں نے اپنے لئے سخت ترین سزا کا انتخاب کیا ہے۔خدایا!میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسے میرے گناہ کی مغفرت کا ذریعہ بنا اور قیامت کے دن مجھے آتش دوزخ میں نہ جلانا۔''

جوان اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں تھے۔پھر وہ اس گڑھے میں جا کر بیٹھ گیا جو اس کے لئے بنایا گیا تھا۔اوراس کے چاروں اطراف میں آگ لگا دی گئی۔آگ کے شعلے لمبی لمبی زبانیں نکالے اس کی جانب رواں تھے۔اور جوان رو رو کر خدا سے معافی کی طلب کر رہا تھا۔

منظر انتہائی جاں سوز تھا۔ہر شخص اس کے گناہوں کی معافی مانگ رہا تھا۔یہ رقت آمیز منظر دیکھ کر مولائے متقیان اور ان کے تمام اصحاب رونے لگے۔مولائے کائناتؑ نے فرمایا:بندہ خدا!اب اٹھ تو نے آسمان وزمین کے ملائکہ کو بھی رلا دیا،اللہ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے۔اب اس گڑھے سے اٹھ جا اور دوبارہ یہ غلطی کبھی نہ کرنا۔[1]

4.خوف خدا کی انتہا

جب قرآن مجید کی اس آیت کو جبرائیل علیہ السلام لے کر نازل ہوئے کہ

''وَان جھنم لموعدھم اجمعین لھا سبعۃ ابواب لکل باب منھم جزء مقسوم۔''

اور بے شک دوزخ ان سب کی وعدہ گاہ ہے جس کے سات دروازے ہیں۔اور ہر دروازے کے لئے ایک تقسیم شدہ حصہ ہے۔''

جناب رسول خدا ﷺ یہ آیت سن کر رونے لگے اور آپؐ کو روتا دیکھ کر صحابہ نے بھی رونا شروع کر دیا کسی کو حضور اکرم ﷺ سے پوچھنے کی جرات نہ ہوئی۔کچھ صحابہ نے سوچا کہ جناب زہرا سلام اللہ علیھا رسول خدا کو سب سے پیاری ہیں اور رسول خدا کی نظر جب بھی اپنی بیٹی پر پڑتی ہے تو آپ مسرور ہو جاتے ہیں۔یہ سوچ کر ایک صحابی کو روانہ کیا گیا کہ سیدہ عالمیان کے ذریعے سے گریہ رسول کا سبب پوچھا جائے۔

صحابی حضرت سیدہ کے در اطہر پر آیا اور دیکھا کہ سیدہ چکی پیس رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں:''ما عنداللہ خیر وابقیٰ''یعنی جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔''

صحابی نے سلام کیا اور نزول وحی اور گریہ پیغمبرؐ کا حال سیدہ کو سنایا۔

[1] داستانھای زندگی علیؑ ص51۔قضاوتھای محیر العقول

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

حضرت سیدہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور آپ نے اپنی کہنہ چادر زیب سرفرمائی۔سلمان فارسی نے سیدہ سلام اللہ علیہا کو اس عالم میں آتے دیکھا تو بے ساختہ رودیئے اور اپنے آپ سے کہنے لگے۔''قیصروکسرٰی کی بیٹیاں زربفت ودیبا کے لباس پہنیں اور بنت پیغمبرؐ کے لئے ایک بوسیدہ ردا ہو جس پر بارہ مقامات پر برگ خرما کے پیوند لگے ہوئے ہیں۔''

حضرت زہراؑ خدمت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئیں اور عرض کیا:''ابا جان! سلمان میرے لباس کو دیکھ کر تعجب کرتا ہے حالانکہ پانچ سال سے ہمارے سونے کے لئے ایک بھیڑ کی کھال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔دن کے وقت ہمارا اونٹ اس پر گھاس کھاتا ہے اور رات کے وقت ہم اسے بچھا لیتے ہیں اور ہمارا سرہانہ چمڑے کا ہے جس میں روئی کی جگہ لیف خرما بھری ہوئی ہے۔''

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''سلمان! میری بیٹی ان لوگوں میں سے ہے جو نیکی اور بندگی میں سبقت کرتے ہیں۔

حضرت سیدہ نے عرض کیا:''بابا جان! آپ کو کس چیز نے غمگین کیا ہے۔اور آپ کیوں رو رہے ہیں؟

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:''پیاری بیٹی! ابھی جبرائیل امین یہ آیت لے کر آئے اور میں یہ آیت سن کر غمگین ہوگیا، پھر آپؐ نے وہ آیت حضرت سیدہ کو سنائی۔''

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے یہ آیت سنی تو اتنی مضطرب ہوئیں کہ کھڑی نہ رہ سکیں اور زمین پر گریں اور فرمایا:''وہ کتنا بدنصیب ہے جو داخل دوزخ ہو۔''

سلمان نے کہا:''کاش میں گوسفند ہوتا اور لوگ مجھے ذبح کر کے کھا جاتے اور میری کھال کو پھاڑ ڈالتے اور میں نے دوزخ کا نام اپنے کانوں سے نہ سنا ہوتا۔''

ابوذرؓ نے کہا کہ کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا اور جہنم کا نام نہ سنا ہوتا۔

مقدادؓ نے کہا:''کاش میں پرندہ ہوتا اور بیابان میں زندگی میں بسر کرتا اور میرا حساب وکتاب نہ ہوتا اور میں نے دوزخ کا نام نہ سنا ہوتا۔''

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:''کاش! میں پیدا نہ ہوتا اور دوزخ کا نام نہ سنا ہوتا۔''

پھر آپؑ نے رو کر کہا:''وابعد سفراہ واقلہ تزاداہ فی سفر القیامتہ یذھبون فی النار ویغلفون مرضی لایعاد سقیمھم وجرحی لایداوی جریحھم واسری لایفك اسراھم من النار یاکلون ومنھا یشربون وبین اطباقھا یتقلبون۔۔۔۔۔''الخ

ہائے سفر طویل ہے اور زادِ راہ کم ہے۔گناہگار جہنم میں جائیں گے اور وہاں بیمار ہوں گے۔تو ان کی بیمار پرسی نہیں کی جائے گی اور وہ ایسے زخمی ہوں گے جن کا مداوا نہیں کیا جائے گا اور ایسے قیدی ہوں گے جن کی قید رہا نہیں کی جائے گی۔ان کی غذا آگ ہوگی۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اورآگ جیسا کھولتا ہوا پانی پیئیں گےاور آگ کےطبقات میں الٹتے پلٹتے رہیں گے۔[1]

5. حضرت یحییٰ اورخوف خدا

ایک دفعہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ چندعبادت گزار افراد نے بیت المقدس میں بالوں کا لباس اوریشم کی ٹوپیاں پہنی ہوئی ہیں۔تو انہوں نے اپنی والدہ سے تقاضہ کیا کہ وہ بھی ان کے لئے ایسا ہی لباس بنادیں۔والدہ نے ان کو لباس بنادیا اور آپؑ وہ لباس زیب تن کر کے بیت المقدس میں علماء حق کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئے۔وہ عبادت کرتے کرتے اور خوف خدا میں گریہ کرتے کرتے بہت کمزور ہو گئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ تو بہت کمزور ہے تو پھرا تنا گریہ کیوں کرتا ہے۔مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر تجھے آتش دوزخ کا علم ہوتا تو تو نے جو لباس زیب تن کیا ہوا ہے اس کی جگہ لوہے کا لباس پہنتا حضرت یحییٰ علیہ السلام یہ خطاب سن کر اتنا روئے کہ انتہائی کمزور ہو گئے۔

ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمایا:''پیارے فرزند! میں نے تو تجھے اللہ تعالیٰ سے مانگ کر لیا تھا کہ خدا مجھے ایسا فرزند عطا کرے جو میرا نور چشم ہو۔آخر تم اتنا گریہ کیوں کرتے ہو۔''

یحییٰ علیہ السلام نے عرض کیا:''بابا جان! ایک دن آپ نے خود ہی تو فرمایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک وادی ہوگی اور اس وادی کو وہ عبور کرے گا جو خوفِ خدا میں زیادہ گریہ کرے گا۔اس لئے میں رو رہا ہوں تا کہ میں اس وادی کو عبور کرسکوں۔

حضرت زکریا علیہ السلام جب بھی بنی اسرائیل کو وعظ ونصیحت کرتے تو اپنے اردگرد دیکھ لیتے کہ کہیں اِن میں یحییٰ علیہ السلام موجود تونہیں ہیں اگر یحییٰ علیہ السلام موجود ہوتے تو آپ جنت اور جہنم کے حوالے سے کوئی گفتگو نہ کرتے۔

ایک دن حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کو وعظ ونصیحت کررہے تھے۔

ان میں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو عمامہ میں چھپایا ہوا تھا۔

جس کی وجہ سے حضرت زکریا علیہ السلام انہیں پہچان نہ سکے۔حضرت زکریاؑ نے اپنے خطاب میں کہا:''دوزخ میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام سکران ہے اس دامن پہاڑ میں ایک بیابان ہے جس کا نام غضبان ہے اور اس بیابان میں ایک کنواں ہے جس کی گہرائی ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔اور اس کنوئیں میں آتش کے تابوت ہیں۔جن کے اندر آگ بھری ہوئی ہے اور اس میں لباس بھی آتش کے ہوں گے۔''

جب حضرت یحییٰ نے لفظ سکران سنا تو روتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر شہر کے باہر چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد حضرت یحییٰ کے والد ماجد، والدہ اور چند بنی اسرائیل کے جوان ان کو تلاش کرنے کے لئے شہر کے باہر گئے۔

شہر کے باہر ان کو ایک گڈریا ملا تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے اس صفات کا جوان کہیں دیکھا ہے۔گڈریے نے

[1] پند تاریخ 221/4۔بحار الانوار 26/10

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

جواب دیا کہ یقیناً آپ یحییٰ بن زکریاؑ کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

انہوں نے کہا: ''ہاں۔''

تو گڈریے نے بتایا کہ آپ فلاں وادی میں چلے جائیں۔ اس کی حالت یہ ہوگی ہے اس نے اپنے قدم پانی میں رکھے ہوئے ہوں گے۔

آسمان کی طرف اس کی نگاہیں ہوں گی اور وہ اپنے خدا سے راز و نیاز میں مصروف ہوگا۔

وہاں گئے حضرت یحییٰ علیہ السلام وہاں پر موجود تھے۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو رو پڑی اسے سینے سے لگا کر خدا کی قسم دی اور کہا کہ بیٹا تم میرے ساتھ واپس اپنے گھر چلو۔ پھر اس کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام واپس اپنے گھر آ گئے۔ [1]

[1] رسالہ لقاء اللہ ص157-164۔امالی الصدوق

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر37

خیانت

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے۔

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْماً"

بے شک اللہ خیانت کار اور گناہگار کو پسند نہیں کرتا۔[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"لَیْسَ لَکَ اَنْ تَأْتَمِنَ الخائن"

"تجھے حق نہیں ہے کہ تو خائن شخص کو امین سمجھے۔"[2]

مختصر تشریح

جو چیز بطور امانت ہو مثلاً رقم، دکان، مکان اور گاڑی وغیرہ کوئی شخص امانت کے طور پر دیتا ہے تو اس میں خیانت نہیں کرنی چاہئے۔ اور جو چیز بطور امانت ہو اس کی عیب دار کرنا اور اس میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسا شخص جو امین ہو خدا بھی اس پر اعتبار کرتا ہے اور لوگ بھی اس پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ شخص کبھی بھی ایمان کے درجے سے نہیں گرتا۔

سخت تاکید کی گئی ہے کہ کسی کا نماز وروزہ دیکھ کر اس کے فریب میں مت آؤ کیونکہ اکثر اوقات لوگ نماز وروزہ کے عادی ہوجاتے ہیں۔ جب کسی کو آزماؤ تو دیکھو کہ وہ شخص کتنا سچا ہے اور امانت کے متعلق کتنی احتیاط سے کام لیتا ہے۔

کسی خائن شخص کے پاس کوئی بھی چیز بطور امانت نہ رکھی جائے اس پر کسی طرح سے اعتماد نہ کیا جائے نہ ہی اسے رشتہ دیا جائے اور نہ ہی اسے قرض۔

خیانت کار انسان قابل مذمت ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی مال ودولت خائن کے ہاتھ دے دے پھر وہ خائن اس میں تجاوز کرے تو وہ شخص اپنے آپ کو ہی ملامت کرے۔

---

[1] سورۂ النساء آیت 107

[2] بحارالانوار 248/78

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1.خائن وزیر

''گشتاسب'' ملک فارس کاایک عظیم بادشاہ گزراہےاس کاایک وزیرتھاجس کانام''راست روشن تھا۔اس وزیرکے نام کی وجہ سے گستاشب اس پر بےحداعتماد کرتاتھااوراس پر ہمیشہ شفقت کرتاتھا۔یہ وزیرصحیح انسان نہیں تھااورگشتاسب کوہمیشہ یہ ترغیب دیتاتھاکہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرےاگرچہ اس کے لئے لوگوں پرظلم بھی کرناپڑےتواس سے بھی دریغ نہیں کرناچاہئے۔

وہ اکثرگشتاسب سے کہاکرتاتھا:''امورمملکت کاساراانتظام خزانہ سے چلتاہےلہٰذااگرعوام غریب ہوگی توتمہارے تابع رہےگی۔''اس وزیرکے کہنے پرخودگشتاسب نےبھی مال ودولت جمع کیا۔کچھ عرصے کے بعدکسی وجہ سےاس وزیراورگشتاسب کے درمیان ناچاقی ہوئی۔

گشتاسب نے جب حکومتی خزانہ پرنگاہ ڈالی تاکہ ملازمین کوتنخواہیں دےتودیکھاکہ خزانہ خالی ہوچکاتھا۔جب اس نے شہروں پرنگاہ کی توشہرویران ہوچکےتھےاورجب لوگوں کودیکھاتوپریشان دکھائی دیے۔یہ حالات دیکھ کرگشتاسب بڑامایوس ہوا۔

مایوسی دورکرنے کے لئے وہ تنِ تنہاصحرامیں سیرکرنے چلاگیا۔

صحرامیں سیروسفرکےدوران اس کی نگاہ گوسفندوں پرپڑی توان کےقریب گیادیکھاکہ گوسفندبیٹھے ہوئے ہیں اوردرخت پر ایک کتے کوسولی لٹکایاگیاہے۔وہ یہ منظردیکھ کرتعجب کاشکارہوا۔

اس نے گڈریاکوبلایااوراس سے پوچھاکہ تونے کتے کوسولی پرکیوں لٹکایاہواہے؟

اس گڈریے نے جواب دیا:''جناب!یہ کتاامین تھا۔ایک عرصے تک میں اسے پالتاتھاوہ میری بھیڑوں کی حفاظت کرتاتھا۔پھرکچھ عرصے سےاس نے ایک مادہ بھیڑیاسے دوستی کرلی ہے۔جیسے ہی رات ہوتی تووہ مادہ بھیڑیامیرے ریوڑ میں سے ایک گوسفندکواٹھاتی آدھاوہ خودکھاتی اورآدھایہ کتاکھاتارہاہے۔جب میں نے مشاہدہ کیاکہ میری بھیڑیں کم ہوتی جارہی ہیں میں نےجستجوکی کہ بھیڑیں کہاں جارہی ہیں میرےسامنےاس کتے کی خیانت ظاہرہوئی۔

لہٰذااس لئے میں نے اسے پھانسی دی تاکہ معلوم ہوکہ خائن کاانجام براہوتاہے۔''

جب گشتاسب نے یہ واقعہ سناتووہ ہوش وحواس میں واپس آیااوراپنے آپ سے کہنےلگاکہ میری رعایابھی میرے لئے میری بھیڑیں ہیں اورمیں ان کاچرواہاہوں۔مجھے ان کی فلاح وبہبودکاخیال رکھناچاہئے۔

وہ جیسے ہی واپس اپنی جگہ پرآیاتواس نے قیدمیں پڑے ہوئے لوگوں کی فہرست طلب کی اوراسےمعلوم ہواکہ بہت سے لوگوں کواس وزیرا''راست روشن''نےحبس بےجامیں رکھاہواتھا۔اوربادشاہ کودرپیش آنے والی مشکلات بھی اس وزیرکی وجہ سےتھیں۔

اس نے مظلوم لوگوں پررحم کیااوران پرظلم وستم سے بازآگیا۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

بعد میں گشتاسب نے وزیر راست روشن کو گرفتار کرلیا۔ اور قیدیوں کے فلاح و بہبود کے بڑے کام کئے اس کے بعد وہ کسی بھی شخص پر اعتماد نہیں کرتا تھا۔[1]

2. زیارت میں خیانت

جناب حاج آقا حسن فرزند مرحوم آیت اللہ حاج آقا حسین طباطبائی قمی روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی آنکھ کے علاج کے سلسلے میں مشہد سے تہران آیا اس دوران تہران کا ایک تاجر جو میرا واقف کار تھا وہ اس وقت مشہد مقدس میں زیارت امام ثامن کے لئے گیا ہوا تھا۔

ایک رات میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں حرم امام رضا علیہ السلام میں موجود ہوں اور اس وقت امام علیہ السلام اپنی قبر اطہر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ اس تاجر نے امام علیہ السلام کی طرف ایک تیر پھینکا جو امام کو لگا جس سے امامؑ کے اذیت ہوئی۔ پھر اس تاجر نے دوسرا تیر امامؑ کو مارا جس سے امامؑ کو اذیت ہوئی جب اس نے تیسرا تیر امام علیہ السلام کی طرف پھینکا تو اس تیر لگنے کی وجہ سے امام علیہ السلام اپنی قبر اطہر پر گر گئے۔

خواب میں یہ منظر دیکھ کر مجھ پر وحشت طاری ہوگئی۔ میرا علاج مکمل ہوگیا۔ اور میں چاہتا تھا کہ اب واپس مشہد مقدس چلا جاؤں لیکن اس خیال سے رک گیا کہ وہ تاجر مشہد سے تہران واپس آجائے اور میں اس سے مل کر بعد میں مشہد روانہ ہوں۔

الغرض وہ تاجر واپس مشہد سے تہران پہنچ گیا اور میں اس سے ملنے گیا اور کئی سوال و جواب کیے لیکن مجھے کوئی شے سمجھ نہ آئی جس سے میرے خواب کی تعبیر مل جائے۔

آخر کار میں صبر نہ کرسکا اور اسے بتایا کہ میں نے تیرے متعلق یہ خواب دیکھا ہے۔ جیسے ہی میں نے اسے یہ خواب سنایا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور کہنے لگا کہ واقعی آپ نے سچ دیکھا ہے میں نے اس سے پوچھا کہ کیا واقعہ ہے؟

اس نے کہا کہ جب میں امام علیہ السلام کی ضریح اقدس پر بوسہ دینے کے لئے گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت نے ضریح مبارک پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی میرا ہاتھ اس کے ہاتھوں کو لگا تو مجھے لذت محسوس ہونے لگی۔ میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر چلنے لگا۔ جب وہ عورت ضریح کے دوسری طرف آئی تو میں بھی دوسری طرف گیا اور میں نے دوسری دفعہ بھی یہی حرکت کی اور تیسری مرتبہ بھی یہی حرکت کی۔

جب عورت زیارت کر کے ضریح کے باہر آئی تو میں بھی اس کے پیچھے ضریح سے باہر آیا۔

میں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں رہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا تہران میں گھر ہے اب میں اسی کے ساتھ تہران

[1] جوامع الحکایات ص 313۔ سیاست نامہ خواجہ نظام الملک

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

واپس آیا ہوں۔[1]

3.ایک بیٹی کی باپ سے خیانت

دریائے فرات کے کنارے اساطرون نامی ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ اور اس کی حکومت اس قدر مضبوط تھی کہ شاپور ذوالاکتاف اس کا لحاظ کرتا تھا۔لیکن جب رومیوں سے شاپور کی صلح ہوگئی تو اس نے اپنی بدفطرتی کی وجہ سے اساطرون کی حکومت کی تسخیر کا ارادہ کیا۔

شاپور نے اساطرون کی مملکت کے چھوٹے شہر فتح کر لئے اور آخر کار اس کے دارالحکومت کا محاصرہ کرلیا۔

اساطرون قلعہ بند ہوگیا جہاں کئی سالوں کی ضرورت کے مطابق غذا اور خشک چارہ اور ضروریات زندگی کی اشیاء کافی مقدار میں موجود تھیں۔

شاپور نے تمام حربے آزمائے لیکن وہ کسی طرح سے بھی قلعہ میں داخل نہ ہوسکا۔ایک دن اساطرون کی بیٹی قلعہ کے حصار پر کھڑی دشمن کی فوج کا نظارہ کررہی تھی کہ اس کی نظر شاپور پر پڑی۔ وہ اس کی مردانہ وجاہت سے بے حد متاثر ہوئی اور اسے پیغام بھیجا اگر تم مجھ سے شادی کرنے کا وعدہ کرو تو میں تمہارے لئے قلعہ کے دروازے کھلوادوں گی۔

شاپور نے وعدہ کیا کہ شہر کے تسخیر کے فوراً بعد میں تم سے شادی کرلوں گا۔

لڑکی نے ایک رات قلعہ بانوں کو دروازہ کھولنے کا حکم دیا۔ جیسے ہی دروازہ کھلا تو شاپور کی فوج ٹڈی دل کی طرح قلعہ میں داخل ہوئی اور چند گھنٹوں میں قلعہ پر قبضہ کرلیا۔مقابلہ میں اساطرون قتل ہوگیا۔

شاپور نے اساطرون کی بیٹی سے شادی کرلی۔ چند دن گزرے کہ شاپور نے اپنی بیوی کی پشت پر ایک نشان دیکھا۔تو اس نے بیوی سے اس نشان کے متعلق پوچھا تو اس کی بیوی نے کہا: ''رات جس بستر پر سوئی تھی اس پر درخت کا ایک پتہ تھا۔اسی پتہ کا نشان میری پشت پر ثبت ہوگیا۔

یہ سن کر شاپور بڑا متعجب ہوا اور کہا: تم نے تو بڑی نرم ونازک جلد پائی ہے۔''

اس کی بیوی نے کہا: جی ہاں میرے باپ نے بڑے نعم وناز سے مجھے پالا تھا۔ ہمیشہ کھانے میں مغز گوسفند، انڈے کی زردی اور شہد کھلایا کرتا تھا اسی لئے میری جلد اتنی نرم ونازک ہے۔

یہ سن کر شاپور نے اپنی گردن جھکالی اور کافی دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر کہا: جب تو نے اتنے مہربان باپ سے وفا نہ کی تو پھر مجھ سے تو کیسے وفا کرے گی؟

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے بالوں کو گھوڑے کی دم سے باندھ کر خاردار مقام پر اس وقت تک دوڑایا جائے جب تک یہ

---

[1] راہنمائے سعادت 257۔ جامع الدرر 448/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

مرنہ جائے۔[1]

4.امام جعفر صادق علیہ السلام اور ہندوستانی

امام موسیٰ کاظمؑ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ہمارے ایک دوست نے کہا کہ دروازے کے باہر کچھ لوگ جمع ہیں اور آپؑ سے ملنا چاہتے ہیں۔

میرے والد نے مجھے حکم دیا کہ باہر جا کر دیکھو کہ یہ کون لوگ ہیں۔ میں باہر آیا تو دیکھا کہ کچھ اونٹ ہیں جن پر کچھ سامان لدا ہوا ہے اور ایک شخص اونٹ پر سوار ہے میں نے سوار سے پوچھا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا میں ہندوستان سے آیا ہوں اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملنا چاہتا ہوں۔

میں نے واپس آ کر والد ماجد کی خدمت میں ہندی کے آنے کا ذکر کیا تو میرے والد ماجد علیہ السلام نے فرمایا: اس ناپاک خائن کو اندر آنے کی اجازت نہ دو۔

وہ کافی دیر تک دروازے پر کھڑا رہا اور انتظار کرتا رہا۔ پھر یزید بن سلیمان اور محمد بن سلیمان کی سفارش سے اندر آنے کی اجازت ملی۔

ہندی نے دوزانو ہو کر امام علیہ السلام کو سلام کیا اور کہا کہ میں ہندوستانی شخص ہوں۔ میرے بادشاہ نے کچھ ہدایا اور تحائف دے کر مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔لیکن آپ نے مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت تک نہ دی۔کیا اولادِ انبیاء اپنے مہمانوں سے یہی سلوک کرتی ہے؟

میرے والد نے کچھ دیر تک سر جھکائے رکھا اور فرمایا۔تمہیں ابھی اس کا علم ہو جائے گا۔ پھر میرے والد نے فرمایا۔تم اس سے خط لے کر پڑھو۔ میں نے خط لے لیا تو اس میں بادشاہ ہند نے تحریر کیا تھا۔

میں نے آپؑ کی برکت سے ہدایت پائی۔ مجھے ایک کنیز بطور ہدیہ ملی ہے اور میں اسے بطور ہدیہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں اور اس کے ساتھ کچھ لباس اور زیورات اور عطر بھی روانہ کر رہا ہوں۔ میں نے ایک ہزار امین افراد کا انتخاب کیا۔ پھر ان میں سے ایک سو امین افراد کو چنا۔سو میں نے دس امین چنے اور دس میں سے ایک امین کا انتخاب کیا جس کا نام میزاب بن خباب ہے۔ چنانچہ اس کنیز کے ہمراہ میں اسے روانہ کر رہا ہوں اس سے بڑھ کر لائق اعتماد شخص میری نظر میں کوئی نہ تھا لہذا میں اسے ہی آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

میرے والد ماجد امام صادقؑ نے اس کی طرف رخ کر کے فرمایا۔اے خبیث اور خائن میں اس امانت کو کبھی بھی قبول نہیں کر سکتا جس میں تو نے خیانت کی ہے۔

---

[1] نمونہ معارف 122/5۔مستطرف 210/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ہندوستانی شخص نے کئی مرتبہ قسم کھائی کہ میں نے خیانت نہیں کی۔

میرے والد نے فرمایا۔ اگر تیرا یہ لباس تیری خیانت کی گواہی دے تو کیا تو مسلمان ہو جائے گا۔

اس نے کہا: ''مجھے مسلمان بننے سے معاف رکھیں۔''

بعدازاں میرے والد نے فرمایا: ''پھر تو نے جو خیانت کی ہے وہ خیانت بادشاہِ ہند کو لکھ کر بھیج دی جائے۔''

ہندی نے کہا: ''اگر آپ کو اس کے متعلق علم ہے تو آپ بادشاہ کو لکھ بھیجیں۔

ہندی کے کاندھے پر اونی شال تھی۔ میرے والدؑ نے فرمایا یہ چادر زمین پر رکھو۔ پھر انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر سر سجدے میں رکھا تو میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے۔

"اللهم انی اسئلك بمعا قدالعزمن عرشك ومنتهى الرحمة ان تصلى على محمدوآل محمد عبدك ورسولك وامينك فى خلقك ان تأذن لعزوهذى ان يتطق بلسان عربى مبين يسمعه من فى من اوليائنا ليكون ذلك عندهم اية من ايات اهل البيت فيزدادوا ايمانا مع ايمانهم."

''خدایا تجھے عرش کے ستون اور تیری رحمت کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اپنے بندے اور رسول اور اپنی مخلوق میں امین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل پر درود بھیج۔ خدا اس ہندی کی چادر کو اجازت دے کہ وہ فصیح و بلیغ عربی میں گفتگو کرے۔ جسے اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہمارے دوست سن سکیں تا کہ یہ اہل بیت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار پائے اور ان کے ایمان میں اضافہ کا سبب بنے۔''

پھر آپؑ نے اونی چادر کو حکم دیا کہ تجھے جو کچھ معلوم ہے بیان کر۔

امام علیہ السلام نے جونہی یہ فرمایا تو ایک دنبہ نمودار ہوا اور کہا فرزند رسول! بادشاہ نے اسے امین سمجھ کر کنیز اور تحائف کے متعلق بہت زیادہ نصیحت کی۔ جب ہم نے کچھ راہ طے کی تو بارش برسنے لگی۔

بارش سے تمام سامان بھیگ گیا۔ کچھ دیر بعد بادل ہٹ گئے اور سورج نکل آیا۔ کنیز کے پاس ہمارا ایک خادم تھا جسے اس نے آواز دے کر بلایا اور اسے کچھ سامان لانے کے بہانے قریبی شہر روانہ کیا۔ پھر اس نے کنیز کو صدا دی اور کہا کہ ہم نے یہ خیمہ دھوپ میں لگایا ہے۔ تم اس خیمے میں آ کر اپنا جسم اور لباس خشک کرو۔ کنیز خیمہ میں آئی۔ اس کی نگاہ اس کے پاؤں پر پڑی تو اس کی نیت میں فتور آ گیا۔ اور کنیز کو خیانت پر راضی کر لیا۔

ہندی یہ دیکھ کر انتہائی پریشان ہوا اور اس نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا اور معافی طلب کرنے لگا۔ چادر اپنی اصلی حالت پر آ گئی۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

امامؑ نے فرمایا کہ چادر اُٹھاؤ اور اپنے گلے میں ڈالو۔اس نے جیسے ہی چادر اٹھا کر گلے میں ڈالی تو چادر اس کے گلے میں اس طرح سے لپٹ گئی کہ اس کی روح نکلنے کے قریب آگئی اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

اس وقت امام علیہ السلام نے چادر کو حکم دیا کہ تم اسے چھوڑ دو تا کہ یہ اپنے بادشاہ کے پاس جائے اور وہی اسے سزا دے۔

چادر نے اس کے گلے کو چھوڑ دیا۔پھر ہندی نے کانپتے ہوئے ہدیہ قبول کرنے کی درخواست کی۔آپؑ نے فرمایا: اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں کنیز تجھے دے دوں گا۔لیکن اس نے مسلمان ہونے سے معذرت کی۔پھر امام علیہ السلام نے کنیز کے علاوہ باقی تحائف قبول فرمائے۔اور وہ شخص سرزمین ہند کی طرف لوٹ گیا۔

ایک ماہ بعد بادشاہ ہند کا خط ملا۔جس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ آپؑ نے معمولی ہدیہ و تحائف قبول کیے لیکن آپؑ نے کنیز کو قبول نہیں کیا۔میں اس کی وجہ سے کافی پریشان ہوا اور دل ہی دل میں سوچا کہ شاید ان دونوں سے خطا سرزد ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپؑ نے اسے قبول نہیں کیا۔پھر میں نے اپنی طرف سے جھوٹا موٹا لکھ کر انہیں بلایا اور کہا کہ امام جعفر صادقؑ نے مجھے یہ خط لکھا ہے کہ جس میں تمہاری خیانت کا ذکر کیا ہے۔لہٰذا اس مرحلے پر تمہیں سچ بولنا چاہئے اور میں سچ کے علاوہ کچھ سننا پسند نہیں کروں گا۔اس کے بعد ان دونوں نے مجھے تمام واقعات بلا کم و کاست سنائے اور اپنی خیانت کا اقرار کیا اور چادر کا واقعہ بھی سنایا جسے سن کر میرے یقین و ایمان میں اضافہ ہوا اور میں اب اسلام کی صداقت سے متاثر ہو کر مسلمان ہوتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں۔

اشھدان لاالہ الااللہ وان محمد اعبدہ ورسولہ۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور محمد اللہ کے عبد اور رسول ہیں۔اور اس خط کے بعد میں خود بھی آ رہا ہوں۔[1]

5. حضرت علی علیہ السلام کا فیصلہ

ایک یتیم بچی کسی گھر میں پرورش پاتی تھی۔گھر کا مالک اکثر اوقات سفر پر رہتا تھا۔آخر کار بچی سن بلوغت پر پہنچی۔خدا نے اسے حُسن و ادا سے مالا مال کیا تھا۔گھر میں خاتون خانہ نے سوچا کہ ممکن ہے اسے دیکھ کر میرے شوہر کی نیت بدل جائے۔لہٰذا اس کا پہلے سے سدباب کرنا چاہئے۔

اس نے چند محلہ دار عورتوں کو اپنے پاس بلایا اور لڑکی کو شراب پلا کر اس کی بکارت زائل کر دی۔

کچھ عرصہ کے بعد اسکا شوہر گھر آیا اور بیوی سے یتیم بچی کا احوال دریافت کیا۔عورت نے کہا: آپ اس کے متعلق کچھ نہ پوچھیں اس نے اپنی عصمت تباہ کر لی ہے اور اپنی بکارت زائل کر چکی ہے۔

گھر کے مالک نے بچی کو بلا کر سوال کیا تو اس نے قسمیں کھا کر اپنی پاکدامنی کی گواہی دی۔

عورت چند ہمسائی عورتوں کو اپنے شوہر کے پاس لائی جنھوں نے اس لڑکی کے گناہ گار ہونے کی گواہی دی۔

---

[1] پند تاریخ 217/1۔بحارالانوار 136/11

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

آخر کار مقدمہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں جا پہنچا۔اور وہ بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔مرد نے تقاضا کیا یہ مسئلہ مولا علی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا جائے۔جب مولا علیؑ کی خدمت میں یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے عورت سے فرمایا: تمہارے پاس اپنے دعویٰ کے گواہ موجود ہیں؟

عورت نے کہا: ''جی ہاں میرے پاس بہت سی ہمسائی عورتیں بطور گواہ موجود ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے پاس تلوار رکھی اور فرمایا: ''ایک ایک گواہ کو علیحدہ علیحدہ پیش کیا جائے۔

پہلی گواہ عورت پیش ہوئی۔آپؑ نے اس کا بیان سنا اور بیان سننے کے بعد اسے ایک علیحدہ کمرے میں بھیج دیا۔

پھر آپ نے دوسری گواہ عورت کو طلب کیا۔جب عورت حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا: مجھے پہچان کر گواہی دینا اور یہ بھی دیکھ لو کہ میرے پاس تلوار رکھی ہوئی ہے۔تمہاری ساتھی پہلی عورت نے مجھے ساری صورت حال بتا دی ہے۔اگر تم نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بہت ہی خطرناک ہوگا۔

عورت نے رو کر کہا: مولا! اصل حقیقت تو ہماری ساتھی گواہ آپ کو بتا چکی ہے۔لڑکی بالکل بے گناہ ہے خاتون خانہ نے اسے اپنی انگلی سے داغدار کیا ہے تاکہ اس کا شوہر اس کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔اور جب خاتون خانہ اس کی بکارت زائل کر رہی تھی تو ہم نے لڑکی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

حضرت علیؑ نے صدائے تکبیر بلند فرمائی اور کہا: ''دانیال کے بعد میں پہلا شخص ہوں جس نے گواہوں کے درمیان جدائی ڈالی۔پھر آپ نے حکم دیا کہ خاتون خانہ کو حد قذف کے طور پر اسی کوڑے مارے جائیں اور آپ نے اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی کرادی۔شوہر نے اسے طلاق دے دی اور آپ نے ہر ایک عورت پر چار سو درہم جرمانہ عائد کیا۔پھر آپ نے اس یتیم بچی کا نکاح اس مرد سے کر دیا۔[1]

[1] جامع النورین ص248

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر38

دنیا

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط

اور دنیا کی زندگی ایک کھیل اور تماشے کے سوا کچھ نہیں۔[۱]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"مِنْ اصبح والدنیا أکبرھمه فلیسَ مِن الله فی شیٔ ء۔"

"جس شخص نے اس حالت میں صبح کی کہ اس کی فکر صرف دنیا تک محدود ہو اس کا خدا کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔"[۲]

مختصر تشریح

دنیا کو ایک جسم تصور کریں۔ اس کا سر تکبر ہے، اس کی آنکھ حرص ہے، اس کا کان طمع ہے، اس کی زبان ریا ہے، اس کا ہاتھ شہوت ہے، اس کا پاؤں خود پسندی ہے اور اس کا دل غفلت ہے۔

جو شخص دنیا سے پیار کرے تو دنیا اس شخص کو تکبر کے مقام پر پہنچاتی ہے جس شخص کو دنیا اچھی لگے تو اس شخص کو دنیا حریص بنا دیتی ہے۔ جو شخص دنیا کا طالب گار بن جائے تو دنیا اسے طمع میں مبتلا کر دیتی ہے۔ جو شخص دنیا کی تعریف کرے تو دنیا اس کے جسم پر ریا کاری کا لباس اوڑھا دیتی ہے۔ جو دنیا کا ارادہ کرے تو دنیا اس کے دل میں خود پسندی ڈال دیتی ہے اور جو دنیا پر بھروسہ کرے تو دنیا اس کو غفلت میں ڈال دیتی ہے اور اس شخص کا ٹھکانہ دوزخ بن جاتا ہے۔[۳]

---

[۱] سورۂ الانعام آیت 32

[۲] جامع اسعادات 24/2

[۳] تذکرہ الحقائق ص/35

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1. عزت وذلت

ہارون الرشید بنی عباس کا مشہور خلیفہ گزرا ہے اسے خاندان برامکہ سے بہت محبت تھی۔اس نے انہیں وزیر مقرر کیا تھا اور وہ اس کے قریبی دوستوں میں شمار ہوتے ہیں۔ہارون الرشید کو یحییٰ بن خالد برمکی سے بہت محبت تھی۔آخر کار سترہ برس سات ماہ 189ء میں چند مسائل کی وجہ سے برامکہ پر ہارون الرشید غضب ناک ہوا۔اس نے خاندان برامکہ کو تہہ تیغ کر دیا۔وہ خاندان جو بظاہر بہت بڑے مرتبہ پر فائز تھا بدبختی میں چلا گیا۔

محمد بن عبدالرحمن ہاشمی کہتا ہے کہ عید کے دن میں اپنی ماں کے پاس گیا تو ایک بوڑھی عورت کو اپنی ماں کے پاس دیکھا جس نے بہت ہی پرانا اور میلا لباس پہنا ہوا تھا۔

میری ماں نے کہا:''اس عورت کو جانتے ہو؟''

میں نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو میری ماں نے کہا:''یہ عورت انقلاب زمانہ کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔یہ جعفر برمکی کی ماں عبادہ ہے۔''

میں نے کچھ دیر اس سے گفتگو کی اور پوچھا:''آپ نے حوادثِ روزگار کو کیسے پایا؟''

جعفر برمکی کی ماں نے کہا:''بیٹا آج عید کا دن ہے جب ہمارا اقتدار تھا اور ہمارا بخت بام عروج پر تھا تو عید کے دن میری خدمت کے لئے چار سو کنیزیں موجود ہوتی تھیں۔لیکن میں پھر بھی اپنے بیٹے جعفر پر ناراض ہوتی تھی کہ اس نے میرے لئے اتنی اور کنیزیں کیوں نہیں بھیجیں؟

اور پھر ہمارا بخت ڈھل گیا۔آج بھی عید کا دن ہے اور آج میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ مجھے کہیں سے دو کھالیں مل جائیں ایک کھال نیچے بچھاؤں اور ایک کھال کو لحاف کے طور پر استعمال کر سکوں۔''

محمد(راوی) کہتا ہے کہ میں نے اسے پانچ سو درہم دیئے تو وہ بے چاری اتنی خوش ہوئی کہ خوشی کی وجہ سے مجھے اس کی موت کا خوف محسوس ہونے لگا۔

کبھی کبھی وہ بڑھیا ہمارے گھر آیا کرتی تھی اور ہم اس کی مدد کیا کرتے تھے۔

ایک دن مجھے اطلاع ملی کہ بڑھیا دنیا کے غموں سے آزاد ہوگئی ہے ہزاروں من مٹی میں مدفون ہو چکی ہے۔[1]

2. حضرت علیؑ اور بیت المال

شعبی روایت کرتے ہیں کہ میں ابھی بچہ تھا اور کوفہ کے دوسرے بچوں کی طرح میں بھی کوفہ کے بڑے میدان میں گیا ہوا تھا۔

---

[1] تتمۃ المنتھیٰ ص 181

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

وہاں پر میں نے امیرالمومنین حضرت علیؑ کو دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں دو بڑے بڑے برتن تھے جو سونے اور چاندی سے بھرے ہوئے تھے۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا تازیانہ تھا جس سے آپؑ لوگوں کو پیچھے ہٹا رہے تھے تا کہ لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے تقسیم میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔

اس کے بعد آپؑ نے وہ ساری دولت تقسیم کر دی اور حتیٰ کہ آپؑ نے اپنا حصہ بھی باقی نہ لیا اور آپؑ خالی ہاتھ گھر چلے گئے۔

میں اپنے گھر آیا اور میں نے اپنے والد سے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ آج میں نے ایک عجیب واقعہ دیکھا اور مجھے معلوم نہیں کہ اس شخص کا عمل صحیح تھا یا غلط تھا میرے باپ نے مجھ سے پوچھا وہ کون تھے؟ میں نے انہیں بتایا کہ وہ امیرالمومنینؑ تھے اور اس کے بعد میں نے آپ کی تقسیم کا واقعہ بھی بیان کیا۔ پھر میرے باپ نے وہ واقعہ سن کر فرمایا: ''بیٹا! آج تم نے دنیا کے بہترین شخص کی زیارت کی ہے۔''[1]

زاذان بیان کرتے ہیں کہ میں قنبر کے ساتھ امیرالمومنینؑ کی خدمت میں گیا۔

قنبر نے امام علیہ السلام سے عرض کی: ''امیرالمومنین اٹھیں میں نے آپ کے لئے خزانہ چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''کس چیز کا خزانہ؟'' قنبر نے کہا: مولا! آپؑ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو خزانہ دکھاتا ہوں۔

امام علیہ السلام اٹھے اور اس کے گھر تشریف لئے گئے۔ قنبر نے پٹ سن کا بنا ہوا ایک بہت بڑا تھیلا جس میں سونے اور چاندی سے بھری ہوئی چھوٹی چھوٹی تھلیاں موجود تھیں امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ قنبر نے کہا: ''مولا! میں جانتا ہوں آپ کو جو بھی چیز ملتی ہے تو آپ اسے تقسیم کر دیتے ہیں یہ خزانہ میں نے صرف اور صرف آپ کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔''

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ اس گھر میں آگ کے شعلے اٹھیں اور یہ دنیا جل جائے اس کے بعد آپ نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکالی اور اس بوری پر ماری جس سے تمام سونا اور چاندی باہر آ گیا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ساری دولت لوگوں میں تقسیم کر دی جائے اور وہ تمام دولت لوگوں میں تقسیم کر دی اور بعد میں امام علیہ السلام نے فرمایا: ''لوگو! گواہ رہنا میں نے اپنے لئے کوئی بھی دولت نہیں رکھی میں نے مسلمانوں کے بیت المال میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔'' پھر آپ نے فرمایا: ''اے سونا دء اے چاندی علی کے دشمن کو جا کر فریب دینا علی تیرے فریب میں کبھی نہیں آئے گا علی تجھے تین طلاقیں دے چکا ہے۔''[2]

3. حضرت سلیمان

ایک دن حضرت سلیمانؑ نے اپنے درباریوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عظیم سلطنت عطا کی ہے جو میرے بعد کسی اور کو نصیب نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں میں ہواؤں، جنات انسانوں اور پرندوں کو مسخر کیا ہے اور مجھے پرندوں کی زبان تعلیم

---

[1] الغارات 55/1۔ داستانھای زندگی علیؑ ص 114/

[2] داستانھای زندگی علیؑ ص 128/۔ نہج البلاغہ ابن ابی الحدید 181/8

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

فرمائی ہیں،اس کے باوجود میں نے پورا ایک دن کبھی سکون سے بسر نہیں کیا۔اسی لئے میری خواہش ہے کہ کل کا پورا دن کوئی مجھے ملنے نہ آئے میں اپنے محل پر چڑھ کر اپنی سلطنت کا نظارہ کروں گا۔

صبح ہوئی حضرت سلیمان اپنے عصا کو ہاتھ میں لیکر محل پر آ گئے۔اور خوش ہو کر اپنی سلطنت کا نظارہ کرنے لگے۔اتنے میں انہوں نے ایک خوش لباس اور خوبصورت جوان کو محل کے ایک گوشہ میں دیکھا تو اس سے پوچھا:''تو کس کی اجازت سے اس محل میں داخل ہوا؟''

جوان نے کہا:''میں محل کے مالک کی اجازت سے داخل ہوا ہوں۔''

حضرت سلیمان نے کہا:''بے شک اس محل کا مالک (خدا) میری نسبت تجھے اجازت دینے کا زیادہ اہل ہے۔''

پھر حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کیوں آئے ہو؟''

جوان نے کہا:''میں تمہاری روح قبض کرنے آیا ہوں۔''

حضرت سلیمان نے کہا:''تم اپنا فرض پورا کرو میں آج کا دن خوشی اور مسرت میں گزارنا چاہتا تھا۔لیکن میرے خدا نے چاہا کہ میں ملاقات خدا سے لطف حاصل کروں۔''

حضرت سلیمانؑ نے عصا کا سہارا لیا اور ملک الموت نے ان کی روح قبض کر لی موت کے بعد بھی سلیمانؑ اسی عصا کا سہارا لئے اپنے محل پر کھڑے رہے۔

لوگ سمجھے کہ سلیمان زندہ ہیں۔

چند دنوں کے بعد اختلاف پیدا ہو گیا کچھ لوگوں نے کہا:''سلیمانؑ کافی دنوں سے ایک ہی جگہ پر کھڑے ہوئے ہیں نہ وہ کچھ کھاتے ہیں اور نہ ہی کچھ پیتے ہیں ہو نہ ہو وہی ہمارے خدا ہیں۔''

ایک گروہ نے کہا:''سلیمانؑ (نعوذ باللہ) جادوگر ہیں۔''

مومنین کی جماعت نے کہا:''سلیمانؑ خدا کے بندے اور اس کے نبی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے جو مناسب سمجھے گا فیصلہ کرے گا۔''

پھر خداوند عالم نے ان کے عصا پر دیمک کو مسلط کر دیا۔وہ عصا کو چاٹتی رہی جب عصا کا اندرونی حصہ خالی ہو گیا تو حضرت سلیمان محل کی چھت سے زمین پر آ گرے۔حضرت سلیمانؑ کے گرنے کے بعد لوگوں کو علم ہوا کہ حضرت سلیمانؑ فوت ہو گئے ہیں۔''[1]

4. طلحہ وزبیر کی دنیا پرستی

طلحہ وزبیر صدر اسلام کے دو مشہور انسان تھے انہوں نے جہاد اسلام کے میدان میں شایان شان خدمات سرانجام دی تھیں۔

---

[1] حیوۃ القلوب 370/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زبیر حضرت علی علیہ السلام کا طرف دار تھا اور وہ ہر جگہ پر حضرت علیؑ کی مدد کیا کرتا تھا۔ زمانہ بدلا کہ یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ قتل ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت علیؑ کو اپنا رہبر و خلیفہ منتخب کر لیا۔ یہ دونوں حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور تقاضا کیا کہ انہیں کچھ شہروں کا حکمران مقرر کیا جائے۔ حضرت علی نے نفی میں جواب دیا وہ چلے گئے۔

پھر انہوں نے محمد بن طلحہ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ہم نے آپ کی خلافت کے لئے بے پناہ قربانیاں دیں اب جب کہ حکومت وخلافت آپ کے ہاتھ آ گئی تو آپ نے استبداد کا راستہ اپنایا ہے آپ نے مالک اشتر جیسے لوگوں کو تمام اختیارات دے دیئے ہیں اور ہمیں پس پشت ڈال دیا ہے۔

امام علیؑ نے محمد بن طلحہ کے ذریعے پیغام بھیجا کہ میں ایسا کیا کروں تا کہ تم راضی ہو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے ایک کو بصرہ اور دوسرے کو کوفہ کا گورنر بنائیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ''خدا کی قسم میں تو تم دونوں کو مدینہ میں امین نہیں سمجھتا مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں تمہیں کوفہ اور بصرہ جیسے شہروں کا گورنر مقرر کروں۔''

پھر امام علیہ السلام نے محمد ابن طلحہ سے کہا ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ بزرگو! خدا کا خوف کرو، مسلمانوں پر ظلم نہ کرو، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا۔

''ہم نے سرائے آخرت ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو زمین پر برتری کا ارادہ نہیں رکھتے اور جو زمین پر فساد نہیں کرنا چاہتے۔ نیک انجام نیکوکاروں کے لئے مخصوص ہے۔'' (سورۃ القصص آیت نمبر 83)

ان لوگوں کو جب حکومت میں کوئی حصہ نہ ملا تو وہ مکہ جانے کے خواہشمند ہوئے۔ امام علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ کی خدمت میں آ کر کہا کہ مولا! ہم مکہ عمرہ کے لئے جانا چاہتے ہیں آپ ہمیں اجازت دیں۔ امام نے ارشاد فرمایا: ''تم مکہ جا کر عمرہ کا ارادہ نہیں رکھتے۔'' انہوں نے قسم کھا کر کہا: ''ہم آپ سے کوئی اختلاف نہیں کریں گے۔'' ''ہم آپؑ کی بیعت پر قائم رہیں گے۔''

امام علیہ السلام نے انہیں حکم دیا کہ وہ دوبارہ بیعت کریں۔ اور انہوں نے دوبارہ آپ کی بیعت کی چنانچہ امام علیہ السلام نے انہیں مکہ جانے کی اجازت دے دی۔

مکہ پہنچ کر انہوں نے آپؑ کی بیعت توڑ ڈالی اور وہاں اپنی سپاہ تشکیل دی اور بی بی عائشہؓ کو ساتھ لے کر بصرہ کے لئے چل پڑے۔ حضرت علیؑ کے گورنر ''یعلی بن منبہ'' چار لاکھ دینار امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا راستے میں طلحہ و زبیر نے وہ رقم لوٹ لی اور اس رقم کو امامؑ کے خلاف جنگ میں استعمال کیا۔

36 ھجری میں جنگ جمل واقع ہوئی جس میں طلحہ و زبیر کے لشکر کے تیرہ ہزار افراد قتل ہوئے اور حضرت علی کی فوج کے پانچ ہزار افراد شہید ہوئے۔ آخر کار دوران جنگ مروان نے طلحہ کو تیر مارا جو اس کی فوج میں ہی تھا۔ جس کی وجہ سے طلحہ مر گیا اور مروان نے کہا کہ میں نے خون عثمان کا بدلہ طلحہ سے لے لیا۔

زبیر جنگ سے فرار ہو کر جا رہا تھا کہ راستے میں ابن جرموز نے اسے قتل کر دیا۔ دنیائے اسلام کے دو مشہور انسان دنیا دوستی

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کی وجہ سے رسوا کن موت کا شکار ہوئے۔[۱]

5. کیا چاہا تھا کیا ہوا

23 محرم 169ھ کو مہدی عباسی نے ماسبزان کے مقام پر وفات پائی۔ خلافت اس کے بیٹے موسیٰ عباسی کو منتقل ہوئی جس کا لقب ہادی عباسی تھا۔ اس وقت ہادی عباسی ''جودبان' میں تھا اور اہل طبرستان سے جنگ کے لئے جارہا تھا۔

ہارون الرشید نے اہل ماسبزان اور بغداد والوں سے اپنے بھائی کی بیعت حاصل کی۔ اور اس نے ایک قاصد ہادی عباسی کے پاس بھیجا اور اسے یہ پیغام دیا کہ جلدی سے بغداد پہنچ جاؤ۔ ہادی عباسی بھی جلدی سے بغداد آ گیا۔

ہرثمہ بن اعین تمیمی کا بیان ہے کہ ہادی عباسی نے مجھے ایک رات خلوت میں طلب کیا اور مجھ سے کہا: ''کیا تجھے معلوم ہے کہ اس ملحد کتے یعنی یحییٰ بن خالد نے ہم پر کتنا ظلم کیا ہے۔ اس نے مخلوقات کو مجھ سے متنفر کیا ہے۔ اور لوگوں کے دلوں میں ہارون الرشید کی محبت کو آباد کیا ہے۔ ضروری ہے کہ تم زندان میں جاؤ اور اس کا سر قلم کرلاؤ۔ اس کے بعد میرے بھائی ہارون الرشید کے گھر جا کر اسے قتل کر دینا اور اس کے بعد زندان چلے جانا وہاں جتنے بھی آل ابوطالب کے افراد قتل کرنے کے بعد تم فوج کا دستہ لے کر کوفہ چلے جانا وہاں تجھے جتنے بھی آل عباس کے گھر دکھائی دیں ان کو آگ لگا دینا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ جب میں نے یہ احکامات سنے تو میں لرزنے لگا اور کہا کہ جناب یہ بہت بڑے کام ہیں اور میں یہ سخت کام کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ خلیفہ نے کہا کہ اگر تو نے میرے حکم کی بجا آوری میں کوتاہی کی تو میں تجھے قتل کرادوں گا۔ پھر خلیفہ مجھے وہاں بٹھا کر حرم سرا چلا گیا۔ میں نے گمان کیا کہ اگر چہ میں نے اس کے احکامات نہ مانے تو یہ کام کسی دوسرے شخص کے ذمہ لگا دے گا۔ اور مجھے قتل کرادے گا۔ میں نے منت مانگی اگر مجھے سخت کام سرانجام دینے سے معافی مل گئی تو میں یہ علاقہ چھوڑ کر کسی ایسے علاقے چلا جاؤں گا جہاں مجھے کوئی پہچان نہ سکے گا۔

اچانک ایک خادم میرے پاس آیا اور کہا ہادی عباسی نے تجھے اندر طلب کیا ہے میں کلمہ شہادت پڑھا اور چل دیا۔ راستہ میں میں نے ایک عورت کی آواز سنی اور میں رک گیا وہ کہہ رہی تھی: ''اے ہرثمہ! میں ہادی عباسی کی ماں خیزران ہوں۔ آؤ دیکھو ہمارے سر پر کیا مصیبت آ پڑی ہے، میں گھر کے اندر داخل ہوا تو مجھے خیزران نے کہا کہ میں نے ہادی کے پاؤں پر اپنی چادر ڈالی اور اس سے ہارون الرشید کے لئے عفو و درگزر کی درخواست کی لیکن اس نے میرا کہنا نہ مانا اسے کھانسی شروع ہوگئی اس نے پانی بھی پیا لیکن پانی پینا بھی موثر نہ ہوا۔ بالآخر کھانستے کھانستے (18 ربیع الاوّل 170ء میں) وفات پا گیا۔

اب تم جاؤ اور یحییٰ بن خالد سے کہو کہ میرے بیٹے ہارون الرشید کی بیعت کرے اور لوگوں سے بھی ہارون کی بیعت حاصل کرے۔[۲]

---

[۱] حکایتھای شنیدانی 20/3۔ تاریخ یعقوبی 149/2

[۲] رنگارنگ 24/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 39

جھوٹ

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ

یہ لوگ جھوٹ (کی نسبت آپ کی طرف دینے) کے لئے جاسوسی کرنے والے، حرام مال خوب کھانے والے ہیں۔[۱]

امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے:

"جعلت الخبائث کلھا فی بیتٍ وجُعِلَ مِفْتَاحھا الکذبُ۔"

"تمام خباثتیں ایک گھر میں جمع ہیں اور اس گھر کے تالے کی چابی جھوٹ ہے۔"[۲]

مختصر تشریح

جھوٹ چھوٹا ہو یا بڑا، سنجیدہ ہو کر بولا جائے یا مذاق میں، جھوٹ جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا جھوٹ سے ہمیں پرہیز کرنا چاہیئے۔

جھوٹ خلافِ ظاہر الکلام ہوتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے کی دنیا میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ البتہ دو روٹھے ہوئے افراد کے درمیان صلح کرانے کے لئے اگر جھوٹ کا سہارا لیا جائے تو جائز ہے۔ اگر کہیں پہ نزاع اور جھگڑا ہونے کا امکان ہو تو اسے بھی جھوٹ کے ذریعے ختم کرانا جائز ہے۔ جھوٹ بہت بری بلا ہے، جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو ملائکہ اس کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ جھوٹے کی روزی تنگ ہو جاتی ہے۔ جھوٹ بولنے والا انسان لوگوں میں رُسوا ہوتا ہے۔ خدا، رسول اور آئمہ اطہار پر بولا جائے تو اتنا بڑا گناہ ہے جس سے روزہ بھی باطل ہو جاتا ہے۔[۳]

---

[۱] سورۃ المائدہ، آیت 42

[۲] جامع السعادات 323/2

[۳] احیاء القلوب ص 15

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1. ولید بن عقبہ

ولید بن عقبہ ابی معیط کا تعلق ان مسلمانوں سے تھا جن کی ابتداء میں ظاہری حالت بہتر تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے عامل زکوٰۃ بنا کر قبیلہء بنی مصطلق کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ ان سے زکوٰۃ وصول کر کے لائے۔

افرادِ قبیلہ نے جب سنا کہ ان کے پاس رسول اکرم کا نمائندہ آرہا ہے تو وہ اس کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آ گئے۔

زمانہ جاہلیت میں ولید اور قبیلہ بنی مصطلق کے درمیان کچھ جھگڑے ہوئے تھے۔ جب ولید نے لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ لوگ اس سے بدلہ لینے کے لئے آرہے ہیں۔

وہ ان تک پہنچے بغیر واپس مدینہ آ گیا اور آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یارسول اللہؐ! وہ لوگ مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ جبکہ معاملہ اس سے سراسر مختلف تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ ایک لشکر تشکیل دے کر اس قبیلہ کی سرکوبی کی جائے۔ اس اثناء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ پر یہ آیت کریمہ نازل کی: ''یاایھاالذین آمنوا اِن جائکم فاسق..... '' (سورۃ الحجرات آیت نمبر 6)

(اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص تمہارے لئے کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب اچھی طرح سے تحقیق کر لیا کرو)

اس آیت مجیدہ کے نازل ہونے کے بعد لوگ ولید کو فاسق کہہ کر بلاتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق کہا کہ وہ دوزخی ہے۔ پھر بعد میں ولید اور عمرالعاص مل کر شراب پیا کرتے تھے۔ خلیفہ سوم کے دورِ خلافت میں اسے کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ ایک دفعہ نشہ میں دھت ہو کر نماز صبح پڑھانے کے لئے گیا تو اس نے دو رکعت کی بجائے چار رکعت نماز پڑھا دی۔[1]

2. بھوک اور جھوٹ

اسماء بن عمیس بیان کرتی ہیں کہ میں اور رسولِ کریمؐ کچھ ازواج حضرت عائشہ کی شب عروسی بی بی عائشہ کی تیاری کرا رہی تھیں۔

جب ہم رسول خدا کے گھر پہنچے تو دیکھا وہاں پر صرف ایک برتن ہے جس میں تھوڑا سا دودھ تھا۔ اس کے علاوہ حضرت کے گھر میں کچھ اور شے موجود نہ تھی۔ اس میں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دودھ خود پیا اور کچھ دودھ حضرت عائشہ کے سپرد کیا۔

بی بی عائشہ شرمانے لگی اور شرم کی وجہ سے دودھ نہ پکڑا۔ میں نے کہا کہ کوئی بات نہیں کہ رسول اللہ کے ہاتھ پیچھے نہ کرو جو کچھ وہ دے رہے ہیں لے لو۔ بی بی عائشہ نے شرماتے لجاتے وہ دودھ کا برتن لے لیا اور دودھ پی لیا۔

---

[1] سفینۃ البحار 2/688

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ برتن آگے اپنی سہلیوں کو دو۔ جو عورتیں ہمارے ساتھ تھیں انہوں نے کہا کہ ہمیں اب اس کی طلب نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ دیکھو! بھوک اور جھوٹ کو اکٹھا نہ کرو۔ یعنی تم اگر چہ اس وقت بھوکی ہولیکن پھر بھی جھوٹ سے کام لے رہی ہو۔

میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ بتائیں کہ اگر کوئی چیز ہمیں کھانے کا شوق ہو اور ہم کہیں کہ ہمیں کھانے کا اشتیاق نہیں تو کیا یہ بات بھی جھوٹ تصور کی جائے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دیکھو! جھوٹ چھوٹا ہو یا بڑا جھوٹ جھوٹ ہی ہوتا ہے۔[۱]

3. شاعر کا جھوٹ

خسروی ہروی معاصرانِ عبدالرحمن جامی میں سے ہے اور یہ شعر بھی اس کا ہے۔

پستان حسن راگل روی تو آب داد

گوش بنفشہ راسرزلف تو تاب داد

بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کہا کہ جس دن میرا ختنہ ہو تو اس وقت میرے والد نے دعوت طعام کا بندوبست کیا تھا اور اس وقت کھانوں میں ایک سو من سودہ کمندی قسم کی زعفران ڈالی گئی۔ حاضرین نے کہا کہ اتنی زیادہ زعفران کہاں کہاں کام آئی؟

اس نے جواب دیا کہ چالیس من زعفران تو چاولوں میں ڈالی گئی، تین من چنوں کے سالن میں ڈالی گئی دس من ایک مخصوص قسم کی دال میں ڈالی گئی اور دس من زعفران حلوہ میں ڈالی گئی۔

حاضرین نے کہا: ''یہ تو نوے من بنتی ہے باقی کے دس من زعفران کہاں استعمال ہوا؟''

خسروی نے سر جھکا یا اور کافی دیر چپ رہا اور کہا کہ باقی دس من سموسوں میں ڈالی گئی تھی۔[۲]

4. زینب کذابہ

متوکل عباسی کے دورحکومت میں ایک عورت اس کے دربار میں آئی اور دعویٰ کیا کہ میں زینب بنت فاطمہ علیھا السلام ہوں۔

متوکل نے اس عورت سے کہا کہ زینب علیھا السلام کے زمانہ کو کافی عرصہ بیت چکا ہے لیکن تم تو ابھی جوان ہو اس کی کیا وجہ ہے؟

اس عورت نے جواب میں کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے سر پر دست شفقت پھیر کر دعا دی کہ تو ہر چالیس

---

[۱] شنیدانھای تاریخ ص294۔ محجۃ البیضاء 249/5

[۲] لطائف الطوائف ص4 /4

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

سال بعد جوان ہوجائے گی۔“

متوکل نے آلِ ابوطالب، اولادعباس اور دیگر قریش کے بزرگان کو بلایا اوران سے اس عورت کے متعلق پوچھا توسب نے جواب دیا کہ یہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔اورکہا کہ بی بی زینب سلام اللہ علیھا 62ھ میں وفات پا چکی ہیں۔اس جھوٹی زینب نے کہا: یہ جھوٹ بول رہے ہیں کیونکہ میں اب تک اپنے آپ کوسب سے چھپایا ہوا تھا۔

متوکل نے قسم کھا کرکہا کہ میں اس عورت کے دعویٰ کوکیسے جھوٹا ثابت کروں۔کسی نے اسے کہا کہ وہ امام علی نقی علیہ السلام کو بلاکران سے اس عورت کے متعلق پوچھیں۔متوکل نے امام عالی مقام کودربار میں طلب کیا اوراس عورت کے دعویٰ کے متعلق بیان کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:”یہ عورت جھوٹ بول رہی ہے جبکہ حضرت زینب بنت فاطمہؑ توفلاں سن میں وفات پا چکی ہیں۔

متوکل نے کہا کہ آپ اس کا دعویٰ کس بیان پرغلط کرسکتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا:”درندوں پراولادفاطمہ کے گوشت کوحرام قرار دیا گیا۔آپ اسے شیروں کے پنجرے میں ڈال دیں اگراس نے سچ کہا ہے توشیراس کونہیں کھائیں گے۔

متوکل نے اس عورت سے پوچھا کہ توکیا کہتی ہے۔اس عورت نے کہا کہ یہ مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جتنے بھی اولادِفاطمہ اس مجمع میں موجود ہیں وہ جاکر دیکھ سکتے ہیں کہ شیران کوکچھ نہیں کہیں گے۔

راوی کا بیان ہے کہ جتنے بھی سادات وہاں پرموجود تھے سب کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ امام شیروں کے پنجرے میں خود کیوں نہیں چلے جاتے۔

متوکل نے امام علیہ السلام سے کہا:”آپ خود کیوں نہیں پہلے شیروں کے پنجرے میں جاتے؟“

آپ نے فرمایا کہ پنجرے کے قریب سیڑھی لگاؤ،سیڑھی لگائی گئی امام اس کے ذریعے شیروں کے پنجرے میں چلے گیا۔

جیسے ہی حضرت شیروں کے پنجرے میں داخل ہوئے توشیروں نے آکر آپؑ کے قدموں کا بوسہ دیا اورامام علیہ السلام نے ان کے سرپرشفقت کے کا ہاتھ پھیرا،پھرانہیں حکم دیا کہ مجھے اکیلا چھوڑ کردور چلے جاؤ۔شیروں نے امام کے حکم کی تعمیل کی۔

متوکل کے وزیر نے متوکل سے کہا کہ جلدی سے امام علیہ السلام سے کہیں کہ وہ باہرآجائیں اگران کا یہ معجزہ زیادہ لوگوں نے دیکھ لیا تووہ تیرے خلاف ہوجائیں اورلوگوں کی ہمدردیاں علی نقیؑ کے ساتھ ہوجائیں گی۔امام علیہ السلام پنجرے سے باہر نکلے اورکہا دیکھا کہ اولادفاطمہؑ کا گوشت درندوں پرحرام ہوتا ہے۔

پھراس عورت نے کہا:”امام نے میرادعویٰ جھوٹا کردیا ہے میں فلاں غریب آدمی کی بیٹی ہوں،غربت کی وجہ سے میں نے یہ حرکت کی ہے۔متوکل نے حکم دیا کہ اسے درندوں کے پنجرے میں ڈال دیا جائے۔

لیکن متوکل کی ماں نے اس زینب کذابہ کی شفاعت کی کہ اسے معاف کردیا جائے۔[1]

[1] منتھی الامال 368/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

5. جھوٹا خوشامدی

جس زمانے میں سلطان حسین بائیقرا نے خراسان وزابل میں حکومت قائم کی۔اس وقت آذربائیجان کے علاقے پر یعقوب مرزا کی حکومت تھی۔ان دونوں بادشاہوں میں بڑی دوستی تھی۔دونوں ایک دوسرے کو قیمتی تحائف بھیجا کرتے تھے۔

ایک دفعہ سلطان حسین بائیقرا نے یعقوب مرزا کو خط لکھا کہ اور خط کے ساتھ کچھ قیمتی تحائف بھی شامل کئے اور اپنے ایک درباری کو بلایا جس کا نام امیرحسن ابیوردی تھا۔اس بلا کر خط اور تمام تحائف اس کے حوالے کیے اور کہا کہ تم اسے سلطان آذربائیجان کے پاس لے جاؤ اور جاتے وقت کہا تم ہمارے کتب خانہ جاؤ اور وہاں سے مولانا جامی کا مجموعہ کلام کلیات جامی بھی لے لو اور ہماری طرف سے امیر کو بطور ہدیہ پہنچاؤ۔امیر حسن ابیوردی کتب خانہ گیا اور کتب خانہ کے مدیر کو سلطان کا حکم سنایا تو اس نے غلطی سے کلیات جامی کی بجائے ابن عربی کی فتوحات مکیہ اٹھا کر قاصد کے سپرد کردی۔دونوں کتابوں کا حجم ایک تھا۔قاصد نے بھی کتاب کھولنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

الغرض ایک طویل اور اکتا دینے والا سفر طے کر کے وہ سلطان آذرئیجان کے پاس پہنچا۔سلطان نے قاصد کی بڑی عزت وتکریم اور اس سے سطان بایقرا کی خیریت دریافت کی پھر اس کی اولاد اور اس کے تمام مصاحبین کی فرداً فرداً خیریت دریافت کرتا رہا اور آخر میں اس نے قاصد سے خود اس کی خیریت دریافت کی۔تو اس نے کہا الحمدللہ میں بالکل ہشاش بشاش ہوں۔سلطان آذرئیجان نے کہا: سفر طویل ہے دو ماہ کا سفر ہے مجھے یقین ہے کہ تم ضرور تھکے ہوئے ہوگے۔

قاصد نے خوشامدی لہجے میں کہا جناب میں بالکل نہیں تھکا کیونکہ جس منزل پر بھی مجھے تھکن کا احساس ہوتا تھا تو میں کلیات جامی کو اٹھا کر پڑھنے لگ جاتا تھا اور اس سے میری تھکن دور ہو جاتی تھی۔سلطان بائیقرا نے آپ کے لئے کلیات جامی کا نسخہ روانہ کیا ہے اور میں بھی تمام راہ اسی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔

یہ سن کر یعقوب مرزا بے حد خوش ہوا اور کہنے لگا میں بھی ایک مدت سے یہ کتاب تلاش کر رہا تھا۔لیکن یہ کتاب مجھے مل نہیں سکی تھی۔اور اب سلطان بائیقرا کا احسان ہے کہ انہوں نے یہ کتاب مجھے روانہ کی ہے۔آپ مجھے جلدی سے وہ کتاب لادیں۔

قاصد نے نوکر کو حکم دیا کہ سامان کی فلاں بوری میں وہ کتاب موجود ہے لے آؤ۔

قاصد جب کتاب لے کر آیا تو سلطان یعقوب مرزا نے جیسے ہی کتاب کا سرِ ورق الٹایا تو وہ کلیات جامی کی بجائے ابن عربی کی فتوحات مکیہ تھی۔سلطان نے قاصد سے کہا تمہیں جھوٹ بولتے ہوئے حیا آنی چاہئے تھی۔یہ کلیات جامی نہیں بلکہ فتوحات مکیہ ہے۔یہ دیکھ کر قاصد کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور انتہائی شرمندہ ہوا اور اسی شرمندگی کی وجہ سے سلطان کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا اور جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے واپس چل دیا اور کہا کرتا تھا کہ کاش اس رسوائی سے پہلے میں مرگیا ہوتا تو بہتر تھا۔[1]

[1] خزاینۃ الجواہر ص420۔تاریخ حبیب ایسر

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 40

چوری

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا

اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔[1]

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"اذا سرق السارق قطعت يَدَهُ وغزم اُخذَ"

"جب کوئی چور چوری کرے تو حد شرعی کے تحت اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور مسروقہ مال اس سے واپس لیا جائے گا۔"[2]

مختصر تشریح

چوری کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ جو شخص اپنی بیوی کا حق مہر ادا نہ کرے وہ بھی چور ہے، جو قرض لے کر ادا نہ کرے وہ بھی چور ہے اور جس پر خدا نے زکوٰۃ واجب کی ہے اور وہ ادا نہ کرے تو وہ بھی چور ہے۔ لیکن عمومی طور پر چوری کا اطلاق لوگوں کا مال ومتاع مخفی طریقے سے اور مختلف حیلوں سے حاصل کرنے پر ہوتا ہے۔

اگر امن وامان نہ ہو تو لوگ راتوں کو آرام سے سو نہ سکیں گے اور چوروں کے ڈر کی وجہ سے تمام خاندان پریشان ہوں گے۔

اسلام چاہتا ہے کہ امن قائم ہو اور چوری کا خاتمہ ہو۔ اسلام کا حکم یہ ہے کہ چور کی انگلیاں کاٹ دینی چاہیں۔ اگرچہ چوری کرنے والا چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو اسے اتنی سزا دینی چاہے کہ آئندہ وہ اس طرح دوبارہ کا عمل نہ کر سکے۔

کیونکہ آج کل ہمارے معاشرے میں قرآن مجید کے حکم پر عمل نہیں ہو رہا اس لئے اسلامی معاشرے میں چوروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

[1] سورہ المائدہ۔38

[2] تفسیر معین ص114

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

1.امام اور چور کا اقرار

ایک شخص حضرت امام علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی چوری کا اعتراف کیا آپ نے فرمایا: ''کیا تجھے قرآن بھی یاد ہے؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں مجھے سورہ البقرہ یاد ہے۔'' آپؑ نے فرمایا: ''میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔'' اشعث ابن قیس وہاں موجود تھا اس نے آپؑ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کیا آپ نے خدا کی حد کو معطل کر دیا ہے۔ آپؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''تو کیا جانتا ہے؟''

امام کے سامنے جب کوئی چور اپنی چوری کا اعتراف کرے تو امام کو حق ہے کہ چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو اس پر حد شرعی جاری کر دے۔ لیکن اگر دو شخص کسی شخص کی چوری کے متعلق امام کے سامنے گواہی دیں تو وہاں پر حد شرعی کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔[1]

2.ایک اعرابی کا اونٹ

شیخ طاؤوس اطرمین بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں مکہ معظّمہ میں مسجد الحرام میں موجود تھا۔ میں نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ مسجد کے دروازے تک اپنے اونٹ پر آیا اور اونٹ کو مسجد کے دروازے کے سامنے لٹا دیا اور اس کے دونوں زانو باندھ دیئے۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا: ''پروردگار! یہ اونٹ اور اس کے اوپر لدا ہوا سامان میں تیری امانت میں دیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ مسجد الحرام میں آیا اور طواف کیا۔ نماز پڑھی اور اس کے بعد مسجد سے باہر آیا تو دیکھا کہ اس کا اونٹ وہاں پر موجود نہیں تھا۔

اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا: ''پروردگار شرع مقدس کا اصول یہی ہے کہ مال اسی سے طلب کیا جاتا ہے جس کی امانت میں رکھا گیا ہو۔ پروردگار میں نے اونٹ تیرے سپرد کیا تھا اور اب تو ہی میری امانت واپس کر دے۔''

اس نے یہ کہا کچھ دیر کے بعد ہم نے دیکھا کہ کوہ ابوقبس کی طرف سے ایک جوان آ رہا تھا جس کے بائیں ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی اور اس کا دائیں ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ وہ کٹا ہوا ہاتھ اس کی گردن میں لٹک رہا تھا۔ وہ شخص اس اعرابی کے پاس آیا اور کہا: ''بھائی اپنا اونٹ واپس لے لو۔'' اعرابی نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیری یہ حالت کیسے ہوئی؟

اس نے جواب دیا کہ میں ایک غریب شخص تھا اور اپنی غربت کی وجہ سے میں نے تیرا اونٹ چوری کیا تھا۔ جب میں کوہ ابوقبس کی پشت تک پہنچا تو اچانک مجھے ایک سوار دکھائی دیا اور آواز دے کر کہا رک جاؤ۔ میں رک گیا اس نے کہا کہ اپنا ہاتھ آگے کرو جیسے ہی میں نے ہاتھ آگے کیا تو اس نے اپنی تلوار سے میرا ہاتھ کاٹ دیا اور میرا بچا ہوا بازو میری گردن کے گرد لپیٹ دیا اور مجھے کہا کہ

[1] قضاوتھای امیرالمومنین ص119

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اب اس کو اس کے مالک کو واپس کردے۔[1]

3. بہلول اور حریص چور

بہلول کی عادت تھی کہ اگر ان کے اخراجات سے کبھی کچھ رقم بڑھ جاتی تو وہ ایک گھڑے میں ڈال دیتے۔انہوں نے اس گھڑے کو ایک جگہ ویرانے میں چھپایا ہوا تھا۔گویا یہ بہلول کی گولک تھی۔

بہلول ایک عرصے تک اپنی بچت اس میں جمع کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی بچت تین سو درہم ہوگئی۔

ایک دفعہ وہ دس درہم اس گولک میں ڈالنے گئے کہ ایک موچی کی اس پر نظر پڑ گئی۔اور بہلول نے بھی اسے دیکھ لیا کہ وہ اسے گولک میں رقم ڈالتے ہوئے دیکھ چکا ہے۔

بہلول دس درہم جمع کر کے چلے گئے۔کچھ دیر بعد موچی وہاں گیا اور بہلول کی تمام جمع پونجی وہاں سے نکال کر اپنے گھر چلا گیا۔

کئی دنوں کے بعد بہلول اس جگہ پر گئے تو دیکھا کہ گولک میں کچھ بھی نہیں تھا وہ فوراً سمجھ گیے کہ یہ کام اسی موچی کا ہے۔

بہلول اس کے پاس گئے اور کہا: بھائی مجھے کچھ حساب تو کردیں اس نے پوچھا کیسا حساب؟

بہلول نے کہا: میں نے بہت سی جگہوں پر اپنی گولکیں چھپائی ہوئی ہیں ان میں اچھی خاصی رقم ہے۔آپ ذرا حساب کر کے بتائیں کہ کل جمع پونجی کتنی بنتی ہے۔پھر بہلول نے حساب شروع کیا کہ اتنے درہم ایک گولک میں ہیں۔اتنے دوسری گولک میں اور اتنے تیسری گولک میں ہیں۔موچی حساب لگاتا رہا۔کل رقم تین ہزار درہم جا کر بنی۔

پھر بہلول نے کہا: بھائی میں چاہتا ہوں کہ تمام گولکوں سے رقم نکال کر فلاں ویرانے والی گولک میں جمع کردوں کیونکہ یہ گولک محفوظ ہے۔اور چوروں کی نگاہ سے دور ہے۔موچی نے کہا:''تو ٹھیک ہے آپ ایسا ہی کریں۔''پھر موچی نے دل میں سوچا کہ میں نے تو جلد بازی سے کام لیا ہے اگر بہلول کو علم ہوگیا کہ اس کی اس گولک میں کچھ نہیں ہے تو باقی رقم وہاں منتقل نہیں کرے گا۔عقل مندی اسی میں ہے کہ لے آئے اور یوں مجھے تین سو درہم کی بجائے تین ہزار درہم مل جائیں گے۔

پس موچی نے رقم اٹھائی اور اسی گولک میں جا کر ڈال دی۔

دوسرے دن بہلول نے جا کر چپکے سے اپنی رقم اس میں سے نکال کر اور اس گھڑے میں پاخانہ کر کے اسے دوبارہ بند کر کے وہاں چھپادیا۔

موچی نے اس بار بھی بہلول کو اس سمت جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔وہ سمجھا کہ بہلول اپنی باقی رقم بھی یہاں ڈال کر جارہا ہے۔

---

[1] رھنمای سعادت 276/2۔خلاصہ الاخبار ص526

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

بہلول کے روانہ ہونے کے بعد موچی بھی چپکے سے وہاں گیا اور گھڑے سے مٹی ہٹا کر اس میں ہاتھ ڈالا تو اس کا ہاتھ پاخانے سے جاٹکرایا۔

موچی سمجھ گیا کہ بہلول نے اس کے ساتھ چال چلی ہے۔ چند دن بعد بہلول پھر اسی موچی کے پاس آئے اور فرمایا: ''بھائی ذرا حساب تو کر دیں۔ موچی نے کہا: بتاؤ۔ بہلول نے کہا: اگر اتنے درہم ہوں پھر اتنے درہم ہوں۔ انہیں جمع کیا جائے اور اس کے ساتھ تمہارے ہاتھ کی اس بدبو کو جمع کیا جائے تو کل رقم کتنی بنے گی۔ یہ سن کر موچی ان کے پیچھے دوڑا مگر بہلول پہلے ہی دوڑ پڑے۔[1]

4. ایک قاریِ قرآن نابینا چور

علام ابن الثمان کا بیان ہے کہ بصرہ میں میں ایک تاجر کے پاس خدمت گزار تھا۔ ایک دفعہ اس نے مجھے پانچ سو دینار کی تھیلی دی اور مجھے کہا کہ یہ تھیلی بصرہ سے ابلہ لے جاؤ۔ میں دریائے دجلہ کے کنارے آیا اور وہاں سے میں نے کشتی کرائے پر حاصل کی۔ جب میں مقام مسمار کے قریب پہنچا تو میں نے دریا کے کنارے پر اندھے کو دیکھا جو زور زور سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا اور بڑی دردناک آواز میں کہہ رہا تھا کہ مجھے ساتھ لے چلو، ورنہ رات کے وقت مجھے درندے کھا جائیں گے۔

میں نے ملاح سے کہا کہ اسے کشتی پر سوار کر لیا جائے۔ ملاح نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہ دی۔ میں نے ملاح کی خوب سرزنش کی اور کہا کہ اسے اٹھالو۔ ملاح نے میری سفارش پر اسے کشتی پر سوار کر لیا۔

نابینا شخص راستے میں زور زور سے قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہا یہاں تک کہ ہم مقامِ ابلہ کے قریب جا پہنچے۔ اس نے قرآن مجید کی تلاوت روک دی اور کشتی سے اترنا چاہا۔ اور اچانک میں نے اس تھیلی پر توجہ دی تو وہ تھیلی غائب تھی۔ کشتی میں ہم صرف تین ہی آدمی سوار تھے۔ ایک میں تھا، دوسرا ملاح اور تیسرا وہ نابینا شخص تھا۔

میں نے ملاح اور نابینا دونوں سے کہا کہ تم نے میرا مال چرا لیا ہے۔ انہوں نے اپنے لباس اتار کر مجھے تلاشی دی اور قسمیں کھا کر کہنے لگے کہ ہم نے تو کچھ نہیں چرایا۔ میں نے پوری کشتی کی تلاشی لی وہاں بھی مجھے وہ تھیلی نہ مل سکی میں بہت ہی پریشان ہوا اور دل ہی دل میں کہنے لگا خدایا اب مجھے کون وہ رقم واپس کرا سکتا ہے۔ ہزاروں فکریں میرے ذہن میں آئیں۔ پھر میں روتا ہوا باہر آ گیا۔

راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے رونے کا سبب دریافت کیا تو میں نے اسے بتایا کہ میرے پاس تاجروں کی کچھ رقم امانت تھی اور وہ یہاں کچھ لوگوں کو دینی تھی مگر اب وہ رقم کشتی میں ضائع ہو گئی ہے۔

اب میں کیا کر سکتا ہوں۔

اس نے مجھ سے کہا کہ میں تجھے ایک طریقہ بتاتا ہوں اس پر عمل کرو ہو سکتا ہے کہ تمہارا مال تجھے واپس مل جائے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اچھا سا کھانا تیار کروا کر قید خانے میں چلے جاؤ۔ وہاں جا کر وہ کھانا ابوبکر نقاش جو وہاں پر قیدی ہے اسے کھلا ناوہ تجھ سے

[1] داستانھا و پندھا 71/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

تیرا مسئلہ دریافت کرے گا تم اس کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کرنا۔

میں نے اس شخص کے کہنے پر عمل کیا اور اچھا سا کھانا تیار کروا کر زندان میں ابوبکر نقاش کے پاس لے گیا۔ جب اس نے کھانا کھالیا تو مجھ سے پوچھا تمہارا مسئلہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس کچھ رقم امانت تھی اور میں کشتی کے ذریعے بصرہ سے ابلہ آرہا تھا اور کشتی ہی سے میری رقم گم ہوگئی۔

اس نے کہا کہ کوئی مسئلہ نہیں قبیلہ بنی حلال میں چلے جاؤ وہاں پر تمہیں ایک گھر کا دروازہ بند دکھائی دے گا تم اس دروازے کو کھول کر اندر چلے جانا۔

وہاں پر تمہیں کچھ رومال لٹکتے ہوئے نظر آئیں گے۔ ان میں سے ایک رومال اپنی کمر کے ساتھ باندھ لینا اور وہاں پر بیٹھ جانا۔ کچھ دیر کے بعد کچھ افراد آئیں گے۔ وہ وہاں پر شراب پئیں گے۔ تم بھی ان سے ایک جام لے لینا اور کہنا کہ ایک جام اپنے ماموں ابوبکر نقاش کے نام یہ کہہ کر ایک پیالہ تم بھی پی لینا۔ جب وہ تیری زبان سے میرا نام سنیں گے تو تم ان سے کہنا کہ میں ابوبکر نقاش کا بھانجا ہوں اور میری رقم کشتی سے کسی نے چرالی ہے اور میں اپنی رقم لینے آیا ہوں۔

چنانچہ میں نے ابوبکر نقاش کے کہنے پر عمل کیا۔ تو ان افراد نے فوراً رقم کی ایک تھیلی میرے حوالے کی اور میں نے دیکھا کہ وہ وہی تھیلی تھی جو چوری ہوئی تھی۔

میں نے ان سے پوچھا کہ یہ چوری کیسے کی گئی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے وہ اور ملاح دونوں دوست ہیں اور ان کا ایک تیسرا ساتھی بھی ہے جو ساحل پر کھڑا رہتا ہے اور اچھا غوطہ خور اور تیراک ہے۔ جب کوئی مسافر ان کی کشتی میں سوار ہوتا ہے۔ تو وہ نابینا جب قرآن پڑھتا ہے تو مسافر اس کی آواز پر فریفتہ ہوجاتا ہے اور اپنے مال و متاع کا خیال نہیں رکھتا۔ جسے ہی کشتی ساحل کے قریب پہنچتی ہے تو ملاح مال چوری کر کے پانی میں ڈال دیتا ہے۔ جب کشتی ساحل پر لنگر انداز ہوتی ہے تو کشتی اور ان دونوں کی جتنی بھی تلاشی لی جائے تو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ مسافر کے جانے کے بعد وہ تیسرا ساتھی غوطہ لگا کر وہ سارا مال و متاع نکال لیتا ہے۔ آج ہم نے سارا مال و متاع تقسیم کرنا تھا لیکن تمہاری قسمت اچھی تھی اور تو اپنے ماموں کا فرمان لے کر آ گیا۔ ہم بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کے احترام کی وجہ سے تجھے یہ مال واپس کیا جا رہا ہے۔ [1]

5. معتضد اور چور

معتضد عباسی بنی عباس کا دسواں عباسی خلیفہ تھا اس نے دس سونے کی تھیلیاں جس میں دس دس ہزار دینار تھے لشکر کے خرچ کے لئے لشکر کے سربراہ کے سپرد کیں۔ وہ رقم لے کر گھر آیا۔ اور رات کے وقت اس کے گھر میں چوری ہوئی اور وہ تمام تھیلیاں چوری ہوگئیں۔

---

[1] جوامع الحکایات ص357

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

وہ اس وقت کے سربراہ پولیس ''مونس عجلی'' کے پاس آیا اور اسے اپنے گھر کی چوری کی شکایت کی اور کہا کہ جلد از جلد چور میرے حوالے نہ کیا تو میں تیری شکایت خلیفہ سے کروں گا۔

اس پولیس آفسر نے سب پرانے چوروں کو جمع کیا ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا اوران سب کو ڈرایا دھمکایا توان سب نے کہا کہ ہم اس چور کو تلاش کر کے آپ کے حوالے کر دیں گے۔آخر کار وہ ایک کمزور اور دبلے پتلے شخص کو پکڑ کر لشکر کے سربراہ کے پاس لے آئے اور کہنے لگے کہ یہی تیرا چور ہے۔

لشکر کے سربراہ نے اس سے چوری کے متعلق پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔اس نے جتنا بھی نرم رویے سے اس سے پوچھا تو وہ مسلسل انکار کرتا رہا۔پھر اس نے انعام کی لالچ دی تو اس نے پھر بھی انکار کیا۔پھر اس نے اسے اتنی سخت سزا دی حتی کہ اس کے جسم پر کوئی بھی جگہ ایسی نہیں بچی جس پر تشدد نہ کیا گیا وہ لیکن اس نے اس دفعہ بھی اقرار نہ کیا۔

معتضد کو معاملے کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ چور کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔

جب چور کو اس کے پاس حاضر کیا گیا تو خلیفہ نے اس سے چوری کے متعلق پوچھا لیکن اس نے پھر بھی انکار کر دیا۔

خلیفہ نے حکم دیا کہ یہ اس وقت زخمی ہے اس کا علاج کروایا جائے تا کہ یہ زخموں کی وجہ سے مر نہ جائے۔

معالج آئے علاج کرتے رہے بالآخر وہ ٹھیک ہو گیا۔

خلیفہ نے اسے دوسری مرتبہ بلایا اور اس سے چوری کا پوچھا تو اس دفعہ بھی اس نے انکار کر دیا۔

تیسری دفعہ بھی اس نے انکار کر دیا۔

تیسری دفعہ خلیفہ نے اسے لالچ دی کہ میں تیرے لئے تنخواہ مقرر کر دوں گا۔لیکن یہ چوری کی گئی دولت واپس کر دو۔

اس نے کہا کہ میں نے یہ چوری نہیں کی اور نہ ہی میں چور ہوں۔خلیفہ نے اس سے کہا کہ جو رقم تو نے چوری کی ہے اس میں سے ایک حصہ میں تجھے دے دوں گا لیکن وہ پھر بھی نہ مانا۔

چوتھی مرتبہ اس نے قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ میں بے گناہ ہوں۔

پانچویں مرتبہ اسے خلیفہ نے کہا:''میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہو کہ مجھے خلیفہ کی جان کی قسم میں نے چوری نہیں کی۔''

اس شخص نے خلیفہ کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا:''مجھے خلیفہ کی جان کی قسم میں نے چوری نہیں کی۔''

چھٹی بار،خلیفہ نے تیس قوی ہیکل جوانوں کے ذمے یہ کام لگایا کہ تم باری باری سوتے رہنا لیکن اسے نہ سونے دینا اگر اس پر نیند غالب آنے لگے تو اسے جگا دینا۔

چند روز تک وہ جوان مسلسل اسے جگاتے رہے پھر اسے خلیفہ کے سامنے لایا گیا۔خلیفہ نے پھر اس سے چوری کے متعلق پوچھا تو اس نے پھر بھی انکار کر دیا۔

ساتویں مرتبہ خلیفہ نے کہا کہ یہ شخص بے گناہ ہے اب اس سے معافی مانگو۔پھر خلیفہ نے کہا کہ اسے اچھا کھانا اور ٹھنڈا

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پانی مہیا کرو۔ جب اسے اچھی روٹی اور ٹھنڈا پانی پلایا گیا تو اس کے اوپر نیند طاری ہونے لگی کیونکہ کئی راتوں کی مسلسل بے خوابی کی وجہ سے وہ جلدی سے گہری نیند میں چلا گیا۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ اسے اسی حالت میں میرے سامنے لایا جائے۔ اسی حالت میں اسے خلیفہ کے پاس لایا گیا۔ جب اسے بیدار کیا گیا تو وہ نیم بیدار ہوا خلیفہ نے کہا کہ اب بتاؤ کہ تم نے جو چوری کی تھی تم نے وہ چوری کہاں پر چھپائی ہوتی ہے؟

نیم بے ہوشی کے عالم میں اس نے کہا کہ لشکر کے سربراہ کے گھر کے پاس جو حمام ہے اس کے ساتھ میں نے زمین میں گڑھا کھود کر وہ رقم چھپادی ہے۔ اور اس کے اوپر میں نے مٹی ڈال دی ہے۔

خلیفہ نے حکم دیا کہ اب اسے سونے دو اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس جگہ پر جا کر رقم کو تلاش کر کے لے آؤ۔ سپاہی وہ رقم لے آئے۔

خلیفہ نے پھر حکم دیا کہ اسے بیدار کر کے دربار میں حاضر کیا جائے۔ جب وہ آیا تو خلیفہ نے اس سے چوری کے متعلق پوچھا تو اس دفعہ بھی اس نے انکار کر دیا۔

خلیفہ نے مسروقہ مال اس کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ تو نے کچھ دیر پہلے اقرار کیا تھا اور تیسرے اقرار پر تیری بتائی ہوئی جگہ سے ہم نے یہ مسروقہ مال برآمد کیا ہے۔

اب خلیفہ نے حکم دیا کہ پمپ کے ساتھ اس کے جسم میں ہوا داخل کی جائے اس کے ناک، منہ کانوں آنکھوں کو اچھی طرح بند کر دو۔ تاکہ ہوا خارج نہ ہو سکے۔ اس کے بدن میں جب ورم آئے گا تو یہ تب اقرار کرے گا۔

بہرنوع سپاہیوں نے اس کے اندر اتنی ہوا بھر دی کہ جس کی وجہ اس کی شہ رگ پھٹ گئی اور وہ مرگیا۔[1]

---

[1] داستھا نھای ماۃ155/2۔ تاریخ مروج الذھب 228/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر41

دعا

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ادْعُونِيٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ

مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔[1]

امام حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

"اِدْفَعُوا أَمْوا جَ البَلَاءِ عنکم بالدّعَاقبل ورود الْبَلَاء"

"مصائب کی موجوں کو مصیبت آنے سے پہلے دعا کے ذریعے سے اپنے آپ سے دور کردو۔"[2]

مختصر تشریح

دعا کی قبولیت کے کچھ قواعد اور آداب ہیں ان کا خصوصی خیال کرنا چاہئے۔ دعا مانگنے والے کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ کس علی العظیم خدا سے بات کررہاہے اور کیا حاجت اور کس کے لئے حاجت طلب کررہاہے؟"

بہترین دعا یہ ہے کہ انسان فرمان حق کو تسلیم کرے اور اپنے دل کو خدا کی محبت کے حوالے کر دے اپنے تمام امور خداوندتعالیٰ کے سپرد کردے۔ اگر خدانے ہمیں دعا کا حکم نہ دیا ہوتا تو از روئے خلوص دعا کرتے البتہ یہ اس کا خصوصی کرم ہے کہ وہ اپنا فضل کرتے ہوئے ہماری دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔[3]

1.دعائے مشلول

سیدالشھداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہم اپنے والدگرامی قدرؑ کے ساتھ تاریکی شب میں خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھے۔

---

[1] سورۂ مومن آیت نمبر60

[2] بحار 99/10

[3] تذکرہ الحقائق ص20

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اسی اثناء میں ہم نے ایک دلسوز آواز سنی۔کوئی شخص رب العالمین کے حضور گڑگڑا کر دعا کر رہا تھا اور دعا کے ساتھ زاروقطار رو رہا تھا۔

میرے والدعلیہ السلام نے فرمایا: حسینؑ! تم نے گناہ گار کے نالہ کو سنا جو بارگاہ احدیت میں فریاد کر رہا ہے اوراشکِ ندامت سے وضوکر رہا ہے۔جاؤ اسے تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ۔

امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں میں اس تاریک شب میں لوگوں کو ایک طرف ہٹاتا ہوا اس تک جا پہنچا۔وہ شخص رکن اور مقام کے درمیان آہ وزاری میں مصروف تھا۔میں اسے اپنے والد ماجد کی خدمت میں لے آیا۔وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا۔حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا۔تو کون ہے؟

اس نے جواب دیا کہ میں عربوں میں سے ایک شخص ہوں۔آپؑ نے فرمایا۔تمہارے پرسوز نالے کس لئے ہیں؟

اس نے کہا: مولا آپ مجھ سے پوچھ کر کیا کریں گے۔گناہ کے بوجھ نے میری پشت کو جھکا دیا ہے۔والد کی نافرمانی اور اس کی بددعا نے میری زندگی کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔اور میری سلامتی وتندرستی مجھ سے چھین لی گئی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم اپنا واقعہ بیان کرو۔

اس جوان نے کہا: میرا باپ بوڑھا تھا جو مجھ پر بڑا مہربان تھا۔لیکن میں دن رات برے اور بے ہودہ کاموں میں لگا رہتا تھا۔وہ بیچارہ مجھے جتنی نصیحت کرتا تھا۔میں نے اسے کبھی قبول نہیں کیا تھا۔بلکہ بعض اوقات میں اپنے والد کو اذیت دیتا اور ان کو گالیاں بھی دیتا تھا۔

مجھے معلوم ہوا کہ میرے باپ کے پاس ایک صندوق ہے جس میں کچھ رقم موجود ہے۔میں وہ رقم لینے کے لیے صندوق کے پاس گیا۔میرے والد نے مجھے روکا میں نے زور سے اسکا بازو پکڑ کر اسے جھٹکا دیا اور دھکا دیا۔بوڑھا شخص تھا بے چارا زمین پر گرا۔دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی لیکن درد کی وجہ سے نہ اٹھ سکا۔میں نے صندوق سے رقم نکالی اور باہر چلا گیا۔

اس وقت میرے باپ نے کہا میں خانہ کعبہ جا کر تمہیں بددعا کروں گا۔پھر میرے باپ نے چند دن روزے رکھے اور نمازیں پڑھیں پھر سامانِ سفر اکٹھا کیا اور اونٹ پر سوار ہو کر مکہ چلا گیا اور خانہ کعبہ پہنچا۔میں اس وقت موجود تھا۔میرے والد نے میرے سامنے غلاف کعبہ کو پکڑا اور رو رو کر مجھے بددعا دی۔

خدا کی قسم میرے والد کی بددعا ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ میری تندرستی سلب ہوگئی۔پھر اس جوان نے اپنی قمیض اٹھا کر ہمیں اپنا جسم دکھایا اس کے بدن کا ایک حصہ لکڑی کی طرح خشک ہو چکا تھا اور حرکت کے قابل نہیں تھا۔

جوان نے کہا مولا! اس واقعہ کے بعد میں سخت پشیمان ہوا اور کئی دفعہ اپنے والد سے معافی مانگی لیکن انہوں نے مجھے معاف نہ کیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔

تین سال کا عرصہ اسی طرح سے گزر گیا میں والد سے مسلسل معافی مانگتا تھا لیکن وہ معاف کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔آخر تین

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

برس کے طویل عرصے کے بعد وہ کچھ نرم ہوا میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ کعبہ بیت اللہ پہنچ کر میرے لئے اسی جگہ دعا کرے جہاں اس نے بددعا کی تھی۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کی وجہ سے میری غلطیوں کو معاف کردے۔

میرے والد نے میری درخواست قبول کی میں والد کو اونٹ پر سوار کر کے اپنے اونٹ پر سوار ہوا۔ سفر کرتے ہوئے ہم وادی اراک پہنچے۔ رات انتہائی تاریک تھی اور ہم محو سفر تھے۔ اچانک ایک پرندہ اڑا اس کے اڑنے سے میرے والد کا اونٹ دوڑنے لگا اور میرا والد اونٹ سے گرا۔ اس کا سر نیچے دو پتھروں سے جا ٹکرایا۔ اور وہ وہیں جان بحق ہو گیا۔ میں نے والد کو اسی جگہ دفن کیا اور خود اکیلا بیت اللہ پہنچ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔ نجانے مجھے میرے گناہوں کی معافی ملے گی بھی یا نہیں؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں تمہاری مدد کے لئے پہنچ گیا ہوں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک دعا تعلیم دی تھی۔ میں تجھے وہی دعا بتاؤں گا اس دعا میں اللہ تعالیٰ کا اسم، اعظم ہے۔ اس دعا کو جو شخص بھی پڑھے گا اس کے پریشانی دور ہوگی اور اس کے درد، مرض، فقر و تنگدستی کا خاتمہ ہوگا۔ اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ بھی مولائے متیقیان نے اس دعا کی خصوصیات بیان فرمائیں۔

حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں کہ میں جوان سے زیادہ دعا کی خوبیاں و خصوصیات سن کر خوش ہوا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ذی الحج کی شب دہم اس دعا کو پڑھنا اور صبح میرے پاس آنا اس کے بعد آپ نے دعا کا لکھا ہوا نسخہ جوان کو دیا۔

دس ذی الحج کو صبح وہ جوان ہمارے پاس آیا اور مکمل طور پر صحت یاب تھا۔ جوان کہنے لگا خدا کی قسم اس دعا میں اسم اعظم موجود ہے۔ پروردگار کی قسم میری دعا مستجاب ہوگئی۔ میں نے جیسے ہی دعا کو پڑھا مجھے نیند آگئی اور عالم خواب میں مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اور آپؐ نے میرے بدن پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: ''احتفظ باللہ العظیم فانک علی خیر'' خدا بزرگوار کو یاد کرو تمہیں اچھائی ملے گی۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو اپنے آپ کو صحت سالم پایا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے جو دعا اس جوان کو تعلیم فرمائی وہ وہی دعائے مشلول ہے جو کہ مفاتیح الجنان میں بھی درج ہے۔[1]

2. مومنین کی اجتماعی دعا

حفص بن عمر بجلی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری مالی حالت پریشان کن حد تک پہنچ گئی اور میرے لیے زندگی تاریک ہو کر رہ گئی۔ میں نے امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے اپنی مالی تنگی کا شکوہ کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب تم کوفہ جاؤ تو اپنے سرہانے کا غلاف بیچ کر کھانا تیار کرنا اور اپنے مومن بھائیوں کو اس کھانے میں شریک کرنا، ان سے کہنا کہ وہ تیرے حق میں دعا کریں گے۔

حفص کہتے ہیں کہ میں کوفہ پہنچا اور میں نے بڑی کوشش کی کہ اپنے چند دینی بھائیوں کو کھانا کھلا سکوں لیکن میرے گھر میں

[1] مہج الدعوات ص153۔ داستانہائی از زندگی حضرت علی ص191/

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کچھ بھی موجود نہ تھا۔ آخر کار میں نے امام علیہ السلام کے حکم کے مطابق تکیہ کا غلاف فروخت کیا اور اس سے جو رقم حاصل ہوئی اس سے کھانا تیار کیا اور اپنے کچھ دینی بھائیوں کو اس کھانے میں شریک کیا اور ان سے کہا کہ وہ میرے حق میں دعا کریں تمام حاضرین نے مل کر میرے حق میں دعا کی۔

خدا کی قسم ابھی اس واقعہ کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک شخص نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا باہر ایک شخص کھڑا ہوا تھا جس کو بہت پہلے میں نے قرض دیا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہارا مقروض ہوں۔ اب تک میرے پاس کچھ بھی نہ تھا لیکن اب میں تجھ کو تیرا قرض واپس کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ اس شخص نے مجھے دس ہزار درہم دیئے اس اجتماعی دعا کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کشادگی کے راستے کھول دیئے اور میرے گھر کی تنگ دستی دور ہوئی۔[1]

3. دعا سے مصیبت دور ہوتی ہے

آیت اللہ حاج شیخ عبدالکریم حائری بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرزا علی آقا اور آقا سید محمد سنگلجی ایک رات سامرا میں مرحوم آقا محمد تقی شیرازی کے مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے درس پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں مرحوم آیت اللہ سید محمد فشارکی بڑے پریشان ہوکر وہاں تشریف لائے۔ ہم نے آیت اللہ سے اس پریشانی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ آج کل عراق میں طاعون کی وبا پھیل رہی ہے، میں اسکی وجہ سے پریشان ہوں۔

پھر انہوں نے فرمایا: ''آپ لوگ مجھے مجتہد تسلیم کرتے ہیں؟''

ہم نے عرض کی: ''جی ہاں! آپ کو ہم مجتہد تسلیم کرتے ہیں؟''

انہوں نے کہا: ''تو کیا آپ مجھے عادل مانتے ہیں؟''

ہم نے عرض کی: جی ہاں! ہم آپ کو عادل مانتے ہیں۔

انہوں نے کہا: ''تو پھر میں سامرا کے تمام شیعہ مرد و زن کو حکم دیتا ہوں کہ وہ کل روضۂ امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ پر حاضر ہوں اور بی بی نرجس خاتون والدہ امام صاحب الزمان (عج) کی نیابت میں زیارت عاشورا پڑھیں۔ اور بی بی نرجس خاتون سلام اللہ علیہا کو ان کے فرزند ارجمند کے حضور شفیع بنائیں تاکہ امام زمانہ خدا کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں اور شیعانِ سامرا کو اس وباء سے محفوظ رکھیں۔

مجتہد اعظم کا جب یہ حکم شیعیان سامرا نے سنا تو سب کے سب افراد نے اس حکم تعمیل کی۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ طاعون کے زمانے میں شہر سامرا کا ایک شیعہ بھی اس وبا سے متاثر نہ ہوا۔ جبکہ روزانہ دوسرے مذاہب کے افراد بڑی

[1] با مردم اینگونہ برخورد کم ص107

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

تعداد میں اس وبا سے مرتے رہے۔[۱]

4.بارش کے لئے دعا

ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں خشک سالی ہوئی۔لوگوں نے اپنے علمائے میں سے تین علماء کا انتخاب کیا اوران سے درخواست کی کہ وہ باران رحمت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا کہ خشک سالی کا خاتمہ ہو۔

تینوں علماء شہر سے باہر ایک صحرا میں گئے۔ان میں سے ایک عالم دین نے اس طرح سے دعا کی:''پروردگار! تو نے خود ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر کسی نے ہمارے اوپر ظلم کیا ہو تو ہم اسے معاف کردیں۔پروردگارہم نے اپنے پہ ظلم کیا ہے تجھ سے معافی کے طلبگار ہیں۔

دوسرے عالم دین نے اس طرح سے دعا مانگی:''پروردگار تو نے ہمیں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا ہے۔پروردگار ہم تیرے غلام ہیں اور گناہوں میں پھنسے ہوئے ہیں ہمیں گناہوں سے نجات عطا فرما۔

تیسرے عالم دین نے اس طرح سے دعا کی:''پروردگار! تو نے ہمیں تورات میں حکم دیا ہے کہ کسی بھی مسکین اور فقیر کو اپنے دروازے سے خالی ہاتھ نہ لوٹانا،خدایا ہم غریب و مسکین ہیں اور تیرے دروزے پر آئے اللہ ہمیں خالی ہاتھ نہ لوٹانا۔جیسے ہی تیسرے عالم دین کی دعا ختم ہوئی تو باران رحمت کا نزول ہوا۔[۲]

5.مرنے والوں کے لئے دعا

ایک خاتون جو کہ بڑی عبادت گزار تھی اس کا نام''باھیہ'' تھا۔جب اس کا وقت وفات قریب آیا اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا:''پروردگار! تو ہی میرا خزانہ ہے میں تجھ پر ہی بھروسہ کرتی ہوں۔خدایا! موت کے وقت مجھے ذلیل ورسوانہ کرنا اور مجھے قبر کی وحشت سے نجات دینا۔''

اس خاتون کی وفات ہوئی اور پیچھے اس کا فرمان بردار بیٹا تھا۔جو ہر شب جمعہ اس کی قبر پر جا کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا اور تمام اہل قبرستان کے لئے مغفرت کی دعا مانگتا تھا۔

ایک رات اس جوان نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا،سلام کیا اور پوچھا:''امی جان! آپ کا حال کیسا ہے؟''اس کی ماں نے جواب فرمایا: بیٹا جان! دنیا کی تمام تکالیف موت آنے کے ساتھ ختم ہوگئیں،الحمدللہ اب مجھے عالم برزخ میں اچھی جگہ ملی ہے۔''اس جوان نے اپنی ماں سے کہا: امی! آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان کریں۔اس کی ماں نے جواب دیا: جی ہاں، بیٹا! میری قبر کی زیارت

---

[۱] داستانھای شگفت ص 323

[۲] شنیدنی تاریخ ص۔۲۲،محجۃ البیضاء 299/2

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اور دعاوقرائت کے لیئے ہرشب آیا کرو۔جب تو آتا ہےتو دوسرے اہل قبرستان مجھے کہتے ہیں۔''باھیہ''تیرابیٹا آیا ہے۔چنانچہ میں اور دوسرے اہل قبرستان تیرے آنے سے بہت خوش ہوتے ہیں۔

وہ نوجوان اپنی ماں اور ددوسرے مرنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا کیا کرتا تھا۔

ایک رات اس نے خواب دیکھا کہ بہت سے افراداس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تیرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔جوان نے ان سے پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں؟انہوں نے جواب دیا کہ ہم اہل قبرستان ہیں۔کیونکہ تو قبرستان میں آکر اپنی ماں اور ہم سب کے لئے تلاوت قرآن پاک اور مغفرت کی دعا کیا کرتا ہے اوراس کے ساتھ تم سے یہ التجا بھی کرتے ہیں کہ اپنے اس عمل کو ترک نہ کرنا۔[1]

[1] منتخب التواریخ ص819۔روض الریاحسین

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر42

دین

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالٰی ہوتا ہے۔

"فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفاً"۔

پس (اے نبی) یکسو ہو کر اپنا رخ دین (خدا) کی طرف مرکوز رکھیں۔[1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"المستاكِلُ بِدِينِهِ حَظُّهُ مِنْ دِينِهِ مَا يَأْكُلُهُ"

''جو شخص اپنے دین کے ذریعے اپنے پیٹ کو پر کرتا ہے اسے دین میں سے صرف وہی حصہ ملتا ہے۔''[2]

مختصر تشریح

اللہ تعالٰی دنیاوی مال اپنے دوست کو بھی دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو بھی دیتا ہے لیکن دین صرف اپنے دوست کو ہی دیتا ہے اللہ تعالٰی نے انسانوں کو اپنی فطرت توحید پر پیدا کیا ہے۔اور اپنا دین منظور نظر افراد کو عطا کیا ہے۔جان و مال دین کی قربانی ہوتی ہے۔ دین کی صداقت کی نشانی یہ ہے کہ انسان سچ بولے، امانتیں واپس کرے، حسن اخلاق کا مظاہرہ کرے، اپنے عہد و پیمان پر قائم رہے اور اپنے آپ کو حلم و بردباری سے زینت دے۔

ان لوگوں پر حیف ہے جو دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر دیتے ہیں اور دین کو معمولی چیز تصور کرتے ہیں۔

1.دین مر گیا

حضرت علی علیہ السلام کا ایک جگہ سے گزرا ہوا۔آپؑ کو کچھ بچے کھیلتے ہوئے دکھائی دیے۔ان میں سے ایک بچہ الگ کھڑا

---

[1] سورہ روم آیت 30

[2] بحار الانوار 63/78

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ہوا ہے جو کہ انتہائی غمگین نظر آ رہا تھا۔

آپؑ اس کے پاس گئے اور بچہ سے اس کا نام پوچھا، اس نے جواب دیا کہ میرا نام ''مات الدین'' یعنی دین مرگیا ہے۔

امام اس راز کو معلوم کرنا چاہتے تھے فرمایا اس بچے کا باپ کون ہے آپؑ کو بتایا گیا کہ اس بچے کا باپ وفات پا چکا ہے البتہ اس کی ماں زندہ ہے۔

امام علیہ السلام نے بچے کی ماں کو بلایا اور اس سے اس کے نام کی وجہ تسمیہ دریافت کی۔ اس بچے کی ماں نے جواب دیا: ''یہ بچہ میرے شکم میں تھا کہ اس وقت اس کا باپ سفر پر چلا گیا۔ کچھ عرصے بعد اس کے ہمسفر واپس آئے تو مجھے کہا کہ تمہارا شوہر سفر میں بیمار ہوا اور اس بیماری کی وجہ سے موت ہو گئی۔ اس نے ہمیں یہ وصیت کی تھی کہ میرے گھر جا کر میری بیوی سے کہنا کہ اگر میرا بچہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام ''مات الدین'' رکھنا۔

امام علیہ السلام بڑے متعجب ہوئے اور آپؑ نے اس راز کی جستجو شروع کی اور اعلان کیا کہ لوگوں کو مسجد میں جمع کیا جائے۔ لوگ مسجد میں آگئے اس کے بعد آپؑ نے اس لڑکے کے باپ کے ہمسفر افراد جو چار تھے ان کو بلایا۔ انہیں علیحدہ علیحدہ اپنے پاس طلب کیا اور باقی لوگوں سے کہا کہ جب میں تکبیر کی صدا بلند کروں تو تم بھی تکبیر کی صدا بلند کرنا۔

چنانچہ آپؑ نے پہلے شخص کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا تھا؟ جس وقت آپؑ نے پے در پے اس پر سوالات کئے تو اس نے کہا کہ حضور میرا جرم صرف یہی ہے کہ میں صرف رسی لایا تھا امام علیہ السلام نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ لوگوں نے بھی تکبیر کی آواز بلند کی اس کے باقی تینوں ساتھی سمجھ گئے کہ تکبیر کی آواز اس لئے بلند ہوئی کہ ہمارے ساتھی نے سب کچھ بتا دیا ہے۔

آپؑ نے دوسرے شخص کو بلایا اس نے کہا کہ میں نے اور کوئی قصور نہیں کیا میں نے اس شخص کی گردن میں رسی باندھی تھی پھر امام نے تیسرے شخص کو بلا لیا اس نے اعتراف کیا میں تو صرف چاقو لایا تھا اور آخری شخص نے امام علیہ السلام کے سامنے ساری حقیقت اگل کر رکھ دی۔

امام علیہ السلام نے ان سے ان کے ساتھی کا تمام مال واپس لیا۔ اور ان قاتلوں کو سخت سے سخت سزائیں دیں۔ وہ مال لے کر اس بچہ کی ماں کے حوالے کیا اور فرمایا آج سے اس بچے کا نام ''مات الدین'' کی بجائے ''عاش الدین'' ہے یعنی دین زندہ ہو گیا۔ [1]

2. دزفول کا عقلمند دیندار

شیخ مرتضی انصاری مذہب شیعہ کے عظیم القدر مرجع گزرے ہیں علم فقہ اور علم اصول میں ہر جگہ ان کی شہرت پائی جاتی تھی۔

شیخ مرتضیٰ انصاری جب نجف اشرف تعلیم حاصل کرنے کے لئے آئے تھے تو وہ دزفول کے انتہائی غریب آدمی تھے لیکن بام عروج پر پہنچنے کے باوجود کسی نے ان کی حالت میں فرق محسوس نہیں کیا۔

---

[1] داستانھا و پندھا 168/10

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

جب ان کے گھر پرلوگوں کی نگاہ جاتی تھی تو وہ محسوس کرتے تھے کہ یہ انتہائی غریب ترین شخص کا گھر ہے۔

ایک شخص نے شیخ صاحب سے کہا: ''آقا آپ تو بڑے علقمند شخص ہیں۔ آپ کے پاس اتنی بڑی رقومات ہیں آپ ان میں سے اپنی ذاتی مصارف پر بھی خرچ کر سکتے ہیں۔''

شیخ مرتضیٰ انصاری نے جواب دیا کہ بھائی میرے پاس کونسا ہنر ہے؟

اس نے کہا کہ جناب اس کے علاوہ آپ کے پاس اور کیا ہنر ہو۔ ہر جگہ آپ کا چرچا ہوتا اور تمام علمی محافل میں آپ کا تذکرہ ہوتا ہے۔

شیخ انصاری نے اس سے فرمایا: ''دوست میری حیثیت کاشان کے کسی گدھے کے مالک کی طرح ہے جو اصفہان سے مال خرید کر کے کاشان پہچاتا ہے گدھا کا کرایہ وصول کرتا ہے۔ جو اصفہان سے کاشان کی طرف مال لاتا ہے کیا اسے اس مال میں تصرف کا حق ہے، ہرگز نہیں۔ لوگ اسے امین سمجھتے ہیں اسے کوئی حق نہیں کہ وہ امانت میں خیانت کرے۔ میری نگاہ میں میرا مقام بھی اس شخص کے برابر ہے۔[1]

3۔ جلال بادشاہی کے سامنے دین کا مقام

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے زمانے میں سعد بن ابی وقاص اپنے ساتھ ایک جماعت کو لے کر عراق کی طرف روانہ ہوئے۔

ایران کا بادشاہ یزدگرد اس وقت مدائن میں موجود تھا۔ اس نے اپنا ایک قاصد سعد کے پاس بھیجا کہ چند افراد میرے پاس آئیں میں ان سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔

بادشاہ اپنی محفل میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ کہ اتنے میں چند عرب بادشاہ کے دربار میں پہنچے اس نے شراب پینا چھوڑ دی اور انہیں اندر بلایا۔ مغیرہ ابن عامر جو اس وفد میں شامل تھا بادشاہ کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ کو یہ ناگوار گزرا۔ اور بعد میں کہا کہ تم عرب لوگ بھی بڑے عجیب ہو۔ پہلے تم تجارت اور گدائی کے لئے ہمارے ملک میں آیا کرتے تھے۔ یہاں آکر تم نے لذیذ غذائیں کھائیں اور ٹھنڈے پانی پیئے۔ تم یہاں سے گئے تو تم نے اپنے دوستوں کو اطلاع دی۔ اب تم سارے جمع ہو کر آگئے ہو اور کہتے ہو کہ ہم نیا دین بھی لے آئے ہیں۔

تمہاری مثال اس لومڑی کی طرح سے ہے جو باغ میں گئی اور انگور کھائے باغ کے مالک نے اسے کوئی تکلیف نہیں دی۔ دوسرے دن وہ باقی لومڑیوں کو بھی ساتھ لے کر باغ میں آگئی اور ساری لومڑیاں انگور کھانے میں مشغول ہوگئیں باغ کا مالک آیا اس نے باغ کے سارے راستے بند کر دیئے اور تمام لومڑیوں کا خاتمہ کر دیا۔ میں اگر چاہوں تو تم سب کا خاتمہ کر سکتا ہوں۔

تم لوگ غریب ہو، تنگ دست ہو، اب تم لشکر کشی پر اتر آئے تو ایسا کرو، لشکر کشی کی، کوئی ضرورت نہیں تم لوگ واپس چلے

[1] داستانھای استاد 67 / 2۔ سیرہ نبوی ص 29

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

جاؤ۔ میں تمہاری طرف سے ایک شخص کو امیر مقرر کرونگا وہ تمہیں اچھا وظیفہ دیتا رہے گا۔ مغیرہ ابن عامر نے جب بادشاہ ایران کی لاف گزاف سنی تو اس کے جواب میں کہا: جی ہاں بادشاہ تم نے ٹھیک کہا ہے ہم لوگ غریب و تنگ دست تھے، ہم وہ قوم تھے جو چوہے اور سوسمار بھی کھایا کرتے تھے۔

ہمیں حلال و حرام کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ ہم ایک شلغم کو حاصل کرنے کے لئے اپنے چچازاد بھائی کو قتل کردیا کرتے تھے اور بعد میں اس پر فخر و مباہات کیا کرتے تھے۔ خدا نے ہم پر رحم و کرم کیا اپنا ایک پیغمبرؐ ہمارے اندر بھیجا۔ جس نے ہمارے سامنے اللہ کا دین بیان کیا۔ اس نے ہمیں بت پرستی سے منع کیا اور خدا پرستی کا راستہ دکھایا۔ تمام مالک جو مسلمان لشکر کے ذریعے مفتوح ہوئے ہیں وہاں کے غنائم تمام لشکر میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔

ہم عنقریب تمہارے ملک تک پہنچنے والے ہیں، یزدگرد! میں چاہتا ہوں کہ تم تین میں سے ایک کا انتخاب کرلو۔ .1 مسلمان ہوجاؤ تاکہ تمہاری بادشاہی قائم و دائم رہے۔ .2 جزیہ دے دو۔ .3 جنگ کے لئے آمادہ ہوجاؤ۔

یزدگرد یہ تینوں باتیں سن کر غصہ میں آیا اور کہا کہ میرے دربار سے نکل جاؤ تمہارے اور میرے درمیان جنگ ہی سے فیصلہ ہوگا۔ مسلمانوں کا وفد وہاں سے چلا گیا۔

پھر کچھ عرصے بعد مسلمانوں اور بادشاہ ایران کے درمیان جنگ ہوئی جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ [1]

4. ابوجعفر حسینی کی دینداری

ابوجعفر حسینی جن کا چار پشتوں کے واسطے سے شجرہ نسب حضرت امام حسینؑ سے جا کر ملتا ہے۔ وہ انتہائی زاہد اور عابد انسان تھے۔ معتصم عباسی کے زمانے میں انہوں نے ان کے ظلم و ستم کے خلاف خروج کیا۔ معتصم نے ان کو گرفتار کرنے کے لئے فوج بھیجی تو وہ مجبور ہوکر ایران آئے۔ ایران کے مختلف شہروں خراسان، سرخس، طالقان، نسا اور مرو میں چکر لگاتے رہے۔ ایران کے بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ایک ایسا موقع بھی آیا جب ان کی بیعت کرنے والوں میں چالیس ہزار افراد شامل تھے۔

ایک رات ان کا لشکر جمع تھا کہ سید حسینی نے کسی کے رونے کی آواز سنی تو انہیں معلوم ہوا کہ ان کے لشکر والوں نے ایک جولاہے سے بنا ہوا کپڑا زبردستی چھین لیا ہے۔ اس لئے وہ جولاہا رو رہا تھا۔

ابوجعفر حسینی نے اس غاصب کو بلایا اور اس سے اس کی غلط کاری کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ جناب ہم آپ کی بیعت کرچکے ہیں آپ کے سپاہی ہیں۔ لوگوں کا مال ہمارا مال ہے ہم جب بھی چاہیں گے لوگوں سے حاصل کریں گے۔

ابوجعفر نے جولاہے کا کپڑا واپس دلوایا اور بعد میں کہا کہ ایسے غاصب لوگوں کو ساتھ لے کر انسان اللہ کے دین کی مدد کبھی

---

[1] نمونہ 5/234

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

نہیں کرسکتا۔ پھراس کے بعد سید حسینی نے اپنا لشکر تحلیل کردیا اور اپنے خاص دوستوں کو ساتھ لے طالقان چلے گئے۔[1]

5. سمرہ بن جندب کی دین فروشی

سمرہ بن جندب کا تعلق بصرہ سے تھا۔ باپ کی موت کے بعد یہ اپنی ماں کے ساتھ مدینہ آیا، اس کی ماں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی مری بن شیبان سے نکاح کیا۔ سمرہ اسی کے دامن پرورش پاتا رہا یہاں تک کہ جوان ہوگیا۔ یہ اچھا تیرانداز تھا۔ پیغمبر اکرمؐ نے اسے جنگ احد میں شرکت کی اجازت دی تھی وہ باقی جنگوں میں بھی شریک ہوتا رہا۔

معاویہ کے زمانے میں دوسرے فاسق وجھوٹے افراد کے ساتھ شامل ہوگیا جو دولت حاصل کرنے کے لئے معاویہ کی شان میں جھوٹی احادیث بناتے تھے۔ اور حضرت علیؑ کی مذمت میں حبیب خدا کی جھوٹی احادیث پیش کرتے تھے۔

معاویہ نے سمرہ بن جندب کو ایک لاکھ درہم انعام کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ لوگوں میں یہ بیان کرے کہ یہ آیت (نعوذ باللہ) علی بن ابی طالب کے لئے نازل ہوئی تھی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ "البقرہ (205-204)

"لوگوں میں ایک ایسا شخص بھی ہے جس کی دنیاوی زندگی کی گفتگو تجھے متعجب کرتی ہے۔ اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اس پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ جبکہ وہ سخت جھگڑالو ہے اور جب وہ حاکم بنے گا تو زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرے گا اور کھیتی اور نسل کو ختم کرے گا اور اللہ فساد پسند نہیں کرتا۔ اور جب اسے کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرو تو گناہ کی عزت اسے خوف خدا سے روک دیتی ہے پس اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔"

اور اس کے ساتھ معاویہ نے سمرہ بن جندب کو یہ بھی کہا کہ تم لوگوں سے یہ بیان کرو کہ یہ آیت علیؑ کے قاتل عبدالرحمن بن ملجم (لعین) کے حق میں نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

(سورہ البقرہ 207)"

"اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو اپنی جان بیچ کر اللہ کی رضا کو تلاش کرتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر

[1] تتمۃ المنتھی ص 421

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

مہربان ہے۔"

معاویہ کی ایک لاکھ کی پیشکش سمرہ بن جندب نے قبول نہ کی پھراس نے دولاکھ کی پیشکش کی وہ بھی سمرہ نے قبول نہ کی پھراس نے تین لاکھ کی پیشکش کی وہ بھی سمرہ نے ٹھکرادی۔آخرکار معاویہ نے چار لاکھ درہم کی پیشکش کی جوسمرہ نے قبول کرلی اورمنبر پر کھڑے ہوکراعلان کیا کہ پہلی آیت (نعوذ باللہ) حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی اوردوسری آیت ان کے قاتل عبدالرحمان بن ملجم (لعین) کے حق میں نازل ہوئی۔[1]

[1] پیغمبرویاران 258/3۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید 271/1

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 43

ذکر الٰہی

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"آلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"[1]

"(یادرکھو) یادخدا سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے"

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خداوند ذوالجلال نے کہا:

"لا تدع ذکری علی کل حال"[2]

"کسی بھی حال میں مجھے فراموش نہ کرو"

مختصر تشریح:

اگر حضور قلب کے ساتھ حق کو یاد کیا جائے تو یہ سب سے بڑی عبادت ہے، ہر وہ شخص جو اپنے دل سے ذکر خدا کرے اور اسے اپنے عمل سے بھی ظاہر کرے تو وہ اتنے بڑے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اُس پر شیطان غالب نہیں آسکتا۔

اگر ذکر صرف زبان سے ہو لیکن قلب اس سے غافل ہو تو اس کا اثر بہت کم ہوتا ہے، اگر ذکر کرنے والا اس پر خود توجہ کرے تو بعض اوقات وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے۔

ضروری ہے جب انسان خدا کو یاد کرے تو اس کے نعمات کے مقابل اپنے آپ کو حقیر تصور کرے، اور انسان ہر وقت اپنے خدا سے گزارش کرے کہ کسی حال میں اُسے اپنی یاد سے غافل نہ کرے اور ہر وقت اپنی محبت میں اضافہ فرماتا رہے۔

ا۔ دشمن کے مقابل ذکر خدا:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ محارب و بنی انمار کے لئے جا رہے تھے راستے میں ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ رسول خداؐ قضائے حاجت کی غرض سے لشکر سے کافی دور نکل گئے اور اس دوران بہت تیز بارش ہوئی اور پہاڑی نالہ زور و شور سے بہنے لگا۔

---

[1] سورہ الرعد آیت نمبر ۲۸۔

[2] بحارالانوار ۱۳ و ۳۴۲۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی دیر کے لئے رک گئے کیونکہ آپ پہاڑی نالہ کی اُس جانب تھے اور آپ کا لشکر دوسری جانب تھا، اسی اثنا میں ایک کافر حویرث بن حارث محاربی نے آپؐ کو دیکھ لیا اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا ''یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اس وقت اپنے دوستوں سے کٹ چکا ہے، مجھے خدا مارے اگر آج میں نے اسے قتل نہ کیا، چنانچہ وہ تلوار لے کر آپؐ کے سامنے آیا اور تلوار ہوا میں لہرا کر کہا کہ محمدؐ! بتاؤ آج میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچائے گا؟

آپ نے بڑے سکون واطمینان سے فرمایا: مجھے اللہ بچائے گا۔

آپ نے زیر لب دعا مانگی خدایا مجھے حویرث بن حارث کے شر سے محفوظ رکھ۔

دشمن نے جیسے ہی آپؐ پر وار کرنا چاہا ایک فرشتے نے اسے مارا اور وہ پشت کے بل زمین پر جا گرا اور اس کی تلوار چھوٹ کر رحمۃ للعالمینؐ کے سامنے جا گری۔

آپؐ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا: مجھے بتاؤ اس وقت میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچائے گا؟

کافر نے کہا: کوئی بچانے والا نہیں، آپؐ نے فرمایا: کلمہ پڑھو تا کہ میں تمہاری تلوار تمہارے حوالے کروں۔

اس نے کہا: میں کلمہ نہیں پڑھتا لیکن آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آئندہ آپ اور آپ کے پیروکاروں سے جنگ نہیں کرونگا اور نہ ہی جنگ میں آپ کے دشمنوں کی مدد کروں گا۔

آپ نے اسے تلوار واپس کر دی تو اس نے کہا: خدا کی قسم آپ مجھ سے بہتر ہیں۔ [۱]

۲۔ایک مجذوب

سعدی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آغاز شب سے آغاز صبح تک ایک کارواں کے ساتھ سفر کرتے رہے، جب صبح کا وقت ہونے لگا تو ہم ایک جنگل کے قریب پہنچے اور وہاں جا کر سو گئے۔

حق تعالیٰ کا ایک مجذوب بھی ہمارے ساتھ تھا، اس نے بلند آواز سے نعرہ لگایا اور بیابان کی طرف چلا گیا، وہاں جا کر لمبی لمبی سانسیں لیں اور راز و نیاز میں مصروف ہو گیا۔

جیسے ہی دن چڑھا تو ہم نے اس سے پوچھا کہ بھائی تم نے یہ اپنی کیسی حالت بنائی ہے؟

اس نے جواب میں کہا: جناب! میں نے دیکھا کہ بلبلیں درختوں پر بیٹھی ہوئی تھیں، تیتر بٹیر پہاڑوں پر بیٹھے، مینڈک پانی میں اور دوسرے حیوانات جنگل میں خدا کے حضور نالہ و فریاد کر رہے تھے تو پھر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ بات جوان مردی سے دور ہے کہ تمام مخلوقات حمد و ثنا کرے اور میں خواب غفلت کے مزے لیتا رہوں۔ [۲]

---

[۱] داستانھاوپندھا ۲۔۶۷۔تفسیر ابوالفتوح۔

[۲] حکایتھای گلستان، ص۱۲۷۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

۳۔ غربا کا پیغمبر اکرمؐ سے سوال

بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ کے کچھ غربا وفد بنا کر حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ! دولت مند افراد ہم سے نیکیوں میں آگے ہیں کیونکہ وہ غلاموں کو آزاد کر سکتے ہیں، صدقہ دیتے ہیں، حج ادا کر سکتے ہیں اور اس کے علاوہ وہ بہت سے نیکی کے کام کر سکتے ہیں، جب کہ ہم اپنی غربت کی وجہ سے ان میں سے کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں، لہٰذا اُن کا اجر ہم سے زیادہ ہو رہا ہے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم سے جو شخص سو مرتبہ اللہ اکبر کہے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایک سو غلام آزاد کرنے سے زیادہ ثواب لکھا جائے گا، جو ایک سو مرتبہ سبحان اللہ کہے گا اس کو حج سے زیادہ ثواب ملے گا جو ایک سو مرتبہ الحمد للہ کہے گا اُسے اسلحہ سمیت ایک سو گھوڑے دینے سے بھی زیادہ ثواب ملے گا، اور جو ایک سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ'' کہے گا اس کا شمار قیامت کے دن بہترین افراد میں کیا جائے گا۔''

جب مدینہ کے دولت مند لوگوں نے یہ حدیث سنی تو انہوں نے بھی اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

مدینہ کے غرباء پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! دولت مندوں نے آپ کے فرمان پر عمل کرنا شروع کر دیا اور اب ہم کیا کریں؟

آپؐ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے وہ جسے چاہے عطا کرے''[1]

۴۔ نعمت میں محبوب کی یاد

خداوند تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کو بے انتہا نعمات سے نوازا تھا، بعض مورخین کہتے ہیں کہ کاشتکاری کے لئے حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پانچ سو بیل موجود تھے، آپ کے پاس ہزاروں غلام ہوتے تھے جو آپ کے لئے زراعت کا کام کیا کرتے تھے، باربرداری کے لئے تین ہزار اونٹ تھے اور آپ کے پاس سات ہزار بھیڑیں موجود تھیں، اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو سلامتی، دولت اور اولاد جیسی نعمتوں سے نوازا ہوا تھا، آپ ہر حالت میں خداوند تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہتے، آپؑ کے سامنے جب بھی دو ایسے کام آتے ہیں جن میں خداوند تعالیٰ کی اطاعت مضمر ہوتی تو اُن میں سے مشکل کام کا انتخاب کرتے تھے اور اس پر عمل کیا کرتے تھے، ان سب کے باوجود مورخین نے آپؑ کے حالات میں لکھا کہ آپ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے مرتبہ و مقام کو بلند کرنے کے لئے آپؑ کا امتحان شروع کیا اور تمام نعمات آپؑ سے سلب کر لیں اور آپؑ کے جسم میں ایسی بیماری شروع ہو گئی جس کی دوا کسی کے پاس موجود نہیں تھی۔

آپؑ نے تمام مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا ہر وقت آپ ذکر خداوندی میں مشغول رہتے تھے، شیطان نے آپؑ

---

[1] شنید نہائی تاریخ ص ۱۸، محجۃ البیضا ۲۔ ۲۷۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کی بیوی کے ذہن میں وسوسہ ڈالا، آپؑ کی بیوی نے آپؑ سے کہا تمام لوگ ہمیں چھوڑ گئے ہمارے پاس کچھ بھی باقی نہ رہا، حضرت ایوبؑ نے اپنی بیوی سے کہا کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں پورے اسی سال تک اللہ کی نعمات ہم پر نازل ہوتیں رہیں اور اب سات سال سے ہم پر آزمائش آ گئی ہے اب اس پر اعتراض کرنے کی کیا بات ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم ہر حال میں خوش رہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں۔

آپؑ کی بیوی نے بہت زیادہ اعتراضات کئے، حضرت ایوبؑ وہ اعتراضات سن کر ناراض ہوئے اور اپنی بیوی سے کہا کہ میرے پاس سے اُٹھ کر چلی جاؤ میں دوبارہ تمہیں دیکھنا پسند نہیں کرتا اس کے بعد آپؑ کی بیوی بھی آپؑ کو چھوڑ کر چلی گئی۔

اس کے بعد حضرت ایوبؑ نے اپنے آپؑ کو تنہا پایا اور دیکھا کہ کوئی بھی اس کا تیماردار نہیں ہے، بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہوئے، مناجات کیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے ذکر کرنے والے نبی کی دعاؤں کو قبول کیا، تمام نعمات اُسے دوبارہ عطا کیں۔

ایوب علیہ السلام کی بیوی نے سوچا کہ ایوبؑ نے تو مجھے اپنے پاس سے روانہ کیا لیکن یہ اچھی بات نہیں ہے کہ میں بھی اُسے تنہا چھوڑ کر چلی جاؤں جب کہ اس وقت اُن کا کوئی پرسان حال نہیں، نہ ہی اس کا کوئی علاج کرنے والا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی تیماردار ہے، اگر میں بھی اُسے اس عالم میں چھوڑ کر چلی گئی تو بھوک کی وجہ سے اُن پر موت واقع ہو جائے گی، یہ سوچ کر اُن کی بیوی واپس آئیں تو انہیں وہاں پر حضرت ایوبؑ نظر نہ آئے بیوی نے دیکھا کہ وہاں پر ایک جوان کھڑا ہوا ہے اور آپ کی بیوی نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔

جوان نے اُس سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ اس نے جواب میں کہا کہ میرا ایک بوڑھا اور بیمار شوہر یہاں پر موجود تھا اب مجھے وہ نظر نہیں آ رہا۔

جوان نے کہا اگر آپ کو آپ کا شوہر دکھائی دے تو پہچان لوگی؟ اس نے کہا جی ہاں، جیسے ہی اس نے جوان کو غور سے دیکھا تو انہوں نے محسوس کیا کہ یہ میرے شوہر ہیں، اس جوان نے کہا کہ آپ نے بالکل درست پہچانا میں ہی ایوب ہوں۔[1]

۵۔ سیدہ نفیسہؒ کی عبادت

حضرت سیدہ نفیسہؒ اپنے زمانے کی عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں ان کا نسب اس طرح سے ہے: سیدہ نفیسہ بنت حضرت حسن بن حضرت زید بن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔ اُن کی شادی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اسحاق موتمن سے ہوئی تھی، اور بی بی نفیسہؒ اپنی زندگی میں ممتاز حیثیت کی مالکہ تھیں۔

حضرت زینب جو کہ حضرت نفیسہؒ کی بھتیجی تھیں وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے چالیس سال تک اپنی پھوپھی کی خدمت کی اور اس پوری مدت میں میں نے انہیں رات کو سویا ہوا نہیں دیکھا اور دن کے وقت انہیں بغیر روزہ کے نہیں دیکھا تھا۔

---

[1] تاریخ انبیاء ۲۔ ۲۰

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

میں نے ایک دن اُن سے کہا: ''آپ اپنی جان پر کچھ تو رحم کریں''

بی بی نفیسہ نے مجھے کہا کہ میں کیسے رحم کروں جب کہ برزخ اور آخرت کی میرے سامنے ایسی گھاٹیاں موجود ہیں جن کو بغیر تقویٰ کے انسان عبور نہیں کر سکتا۔

آپ دولت مند خاتون تھیں اس لئے ہمیشہ فقراء و مساکین اور معذوروں کی مدد فرماتی تھیں، آپ نے تیس بار حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور اکثر مرتبہ پا پیادہ حج کئے۔

مدینہ سے آپ نے اپنے شوہر کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے فلسطین کا سفر اختیار کیا، فلسطین سے آپ مصر تشریف لائیں۔

مصر کے لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مصر میں قیام کریں بی بی نے اُن کی درخواست قبول کر لی، بی بی نے اپنے گھر کے اندر ایک قبر کھدوائی ہوئی تھی اور آپ ہمیشہ اُس قبر میں بیٹھ کر خدا کی عبادت کیا کرتیں تھیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے اس قبر میں بیٹھ کر کئی ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا، روایت میں ہے کہ جو بھی بندہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو خداوندا سے عزت عطا کرتا ہے۔

بی بی نفیسہ کا ایک ہمسایہ یہودی تھا جس کی ایک بیٹی پیدائشی نابینا تھی، بی بی نفیسہ کے وضو کے پانی کے ساتھ خدا نے اس کی بینائی واپس لوٹا دی، جس کی وجہ سے مصر کے بہت سے یہودیوں نے اسلام قبول کیا۔

ایک دفعہ آپ روزہ کی حالت میں جب یہ آیت کریمہ پڑھ رہی تھیں ''لھم دار السلام عند ربھم'' تو اس وقت آپ کی وفات ہوگئی، آپ کے شوہر نے چاہا کہ آپ کا جنازہ مدینہ لے جایا جائے لیکن مصر کے لوگوں نے اُن سے درخواست کی بی بی کے جنازے کو مصر میں ہی دفن کیا جائے، لیکن انہوں نے اہلیان مصر کی درخواست کو قبول نہ کیا، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا کہ اگر اہل مصر نفیسہ کی تدفین اپنے ہاں چاہتے ہیں تو اُن کی درخواست کو رد نہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ نفیسہ کی برکت سے اہل مصر پر رحم کرے گا۔[1]

[1] شاگردان مکتب ائمہ ص ۱۶۸، وفیات الایمان جلد ۵۔۵۶۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 44

رزق

قرآن مجید میں ارشادرب ذوالجلال ہے۔

"وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا" [1]

''اورزمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"الرزق يطلب العبد اشد طلباً من اجله" [2]

''موت انسان کو اتنا سختی سے تلاش نہیں کرتی جتنا سختی سے رزق انسان کو تلاش کرتا ہے۔

مختصر تشریح:

دنیا میں کوئی بھی ذی روح ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے پاس نہ ہو، کوئی شخص اس وقت تک مرنہیں سکتا جب تک اپنی تقدیر کے آخری لقمے کو خود کھا نہ لے، انسان کو چاہیے کہ حلال روزی کی تلاش کرے اور رزق حرام سے اپنے آپ کو بچائے یہی سب سے افضل صبر ہے، روزی مختلف طرح سے حاصل ہوتی ہے کسی کو تجارت سے ملتی ہے، کسی کو حکومت سے ملتی ہے کوئی ذلیل وخوار ہو کر روزی تلاش کرتے ہیں اور کوئی عدم قناعت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اللہ کی تقسیم پر راضی نہیں رہتے یہ چیز انتہائی گھٹیا پن ہے اس سے انسان میں طمع ولالچ جوان ہوتے ہیں اور اس وجہ سے انسان گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تا کہ اس کے رزق میں اضافہ ہو، لیکن یہ سب باتیں اللہ پر توکل نہ کرنے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں۔

ا۔حکمت پر نگاہ کریں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مفلس شخص کو دیکھا جو انتہائی غریب وتنگ دست تھا جس کے پاس پہننے کو ڈھنگ کے کپڑے موجود نہ تھے بیابان کی ریت پر لیٹا ہوا تھا، جب آپؑ اُس کے پاس گئے تو اس نے آپؑ سے کہا کہ موسیٰؑ! میرے لئے دعا

---

[1] ھود آیت ٦۔

[2] جامع الاخبار، ص ١٢٦۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے رزق عطا کرے تا کہ میں کچھ نہ کچھ اچھی زندگی بسر کرسکوں، غربت کی وجہ سے زندگی میرے لئے عذاب بن چکی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کی پھر مناجات کے لئے کوہ طور چلے گئے، جب کچھ دنوں کے بعد واپس اُسی راستے سے آئے تو دیکھا کہ لوگوں نے اُس مفلس انسان کو گرفتار کیا ہوا تھا اور بہت سے لوگ اُس کے اردگرد جمع تھے پوچھا کیا بات ہے؟

حاضرین نے جواب دیا کہ پہلے تو یہ شخص بہت غریب تھا اب اس کے پاس تازہ دولت آنے لگی تو یہ خباشتیں دکھانے لگا، شراب پینا شروع کردی اور اس نے ایک شخص کو قتل کرڈالا، اب ہم نے اس سے قصاص لینے کے لئے اسے گرفتار کیا ہوا ہے، اور اسے قاضی کے پاس لے جائیں گے جو اسے موت کی سزا دے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اگر اللہ اپنے بندوں پر رزق کشادہ کردے تو اس وقت زمین پر فساد برپا ہوجائے گا) اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی حکمت کا اقرار کیا، اور اپنی جسارت اور خواہش پر خدا کے حضور توبہ کی۔[1]

۲۔قرآن مجید سے غلط استنباط:

عمر بن مسلم جو کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا دوست تھا اور جو وقتاً فوقتاً آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا، ایک دفعہ جب وہ کافی عرصے تک امام علیہ السلام کو نظر نہ آیا تو آپ نے علی بن عبدالعزیز جو اس کے دوست تھے اس سے اس کا احوال دریافت کیا، اس نے کہا: میں قربان جاؤں اس نے کام کاج چھوڑ دیا ہے، زہد اختیار کرلیا ہے اور وہ دن رات عبادات میں مشغول رہتا ہے، آپ نے فرمایا: اس کے حال پر ہلاکت ہو کیا وہ نہیں جانتا؟ جو شخص کام کاج سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کو قبول نہیں کرتا، پیغمبر اکرم کے زمانے میں آیت نازل ہوئی "مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ" (سورہ طلاق: ۲، ۳) جو شخص گناہوں سے بچتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستے بنادے گا اور اسے وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہوگا، جب مسلمانوں نے یہ آیت سنی تو کچھ مسلمانوں نے کام کاج کو خیر باد کہہ دیا اور تجارت سے ہاتھ کھینچ لیا اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگے اور عبادت میں مشغول ہوگئے اور کہتے تھے اللہ تعالیٰ خود روزی رسان ہے، اور وہ اپنے دین دار بندوں کو کبھی بھی ذلیل ورسوا نہیں کرے گا، جتنی بھی ہماری ضروریات ہیں وہ خود اللہ تعالیٰ پوری کردے گا۔

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات سنی تو آپؐ نے اُن سب لوگوں کو بلایا اور آپ نے اُن کے اس ذہنی نظریہ پر اعتراض کیا اور اُن سے فرمایا کہ تم لوگوں نے کام کاج کیوں چھوڑ دیئے؟۔

اُن لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کا ذمہ لے لیا ہے تو پیغمبر اکرمؐ نے اُن سے کہا کہ بھائی ایسی بات نہیں ہے تم میں

[1] حکایتھای، گلستان ص ۱۶۱۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

سے جوبھی شخص محنت کرنے کے قابل ہےتو جائے اورمحنت کرے،اگرکوئی شخص محنت کرنے کے قابل ہواوروہ محنت نہ کرےتو اللہ تعالیٰ اس کی دعاؤں کوقبول نہیں کرےگا،اٹھواورکام کاج کرو۔[۱]

۳۔ رزق بقدرکفایت:

ایک دفعہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک بیابان سے گزرےتو ایک ساربان سے کہا کہ بھائی ہمیں اپنی اونٹنیوں کے دودھ میں سے کچھ پلاؤ،اس نے جواب دیا کہ جناب اونٹنیوں کے پستانوں میں جو کچھ موجود ہے وہ اہل قبیلہ کے ناشتہ کے لئےمخصوص ہےاور جو کچھ میں نے دوھ کر برتنوں میں رکھا ہوا ہے وہ اُن کے رات کے کھانے کے لئےمخصوص ہے، پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا کی اورفرمایاپروردگار!اس کی اولاداوراس کے مال میں اضافہ فرما،پھرآپ وہاں سے چلے گئےاورراستے میں ایک اورساربان نظرآیا۔آپؐ نے اس سے دودھ کا تقاضا کیا،اس نے اپنی اونٹنیوں کا دودھ دوھ کرآپؐ کی خدمت میں پیش کیا،اس کےعلاوہ اس کے پاس ایک بھیڑموجودتھی وہ اس کا دودھ بھی دوھ کرآپؐ کے سامنے لے آیااورکہا:مولا!اس کےعلاوہ میرے پاس اورکچھ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پیااوردعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اورفرمایا:خداوندا سے ضرورت کےمطابق رزق عطافرما،آپؐ کے ساتھیوں نے آپ سے عرض کی کہ یارسول اللہ!پہلے ساربان نے آپ کے فرمان کورد کردیا تھاتو اُسے ایسی دعادی کہ جس کی ہم سب خواہش کرتے ہیں جبکہ اس شخص نے آپ کے فرمان پرعمل کیااورآپ کودودھ پلایالیکن آپ نے اس کے لئے بقدرکفایت روزی کا سوال کیاآخراس کی وجہ کیا ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:’’جو چیزکم ہولیکن کافی ہوجائےتو وہ اس دولت سے بہتر ہے جوزیادہ ہولیکن یاد خدا سے غافل بنادے‘‘

اس کے بعدآپ نے یہ دعافرمائی۔

’’اللھم ارزق محمدوآل محمدالکفاف‘‘

’’پروردگارتومحمدوآل محمدکوبقدرضرورت رزق عطافرما‘‘[۲]

۴۔صدقہ دے کررزق میں اضافہ کریں:

ایک مرتبہ امام صادق علیہ السلام نے اپنے فرزندمحمد سے فرمایا:’’بیٹادیکھو!اخراجات سے کیا کچھ بچا ہے؟‘‘

بیٹے نےعرض کی:’’چالیس دینار‘‘

[۱] بامردم اینگونہ برخوردکنیم ص ۱۶۳،وافی ۱۰۔۱۵۔

[۲] داستانھاوپندھا۲۔۷۲۔انورنعمانیہ ص،۳۴۲۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

آپ نے فرمایا: چالیس دینار اُٹھا کر راہ خدا میں تقسیم کردو۔

بیٹے نے عرض کی: ''ابا جان! اس وقت گھر میں صرف یہی چالیس دینار موجود ہیں، اس کے علاوہ گھر میں کچھ بھی موجود نہیں ہے''۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''بیٹا! چاہے کچھ بھی ہو اس رقم کو خدا کے نام پر تقسیم کردو،'' ما علمت ان لکل شئی مفتاح و مفتاح الرزق الصدقه' بیٹا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہر چیز کی ایک چابی ہوتی ہے اور صدقہ رزق کی چابی ہے؟

بیٹے نے باپ کے حکم کی تعمیل کی، ابھی صدقہ دیئے دس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک مقام سے چار ہزار دینار آئے۔

آپؑ نے بیٹے کو مخاطب کر کے کہا: ''جان پدر! تم نے دیکھا ہم نے چالیس دینار صدقہ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار ہزار دینار عطا فرمائے ہیں''۔[1]

۵۔عماد الدولہ:

بنی بویہ ایک مشہور خاندان گزرا ہے جن کی حکومت کا آغاز ۳۲۲ ہجری سے ہوا تھا اور انہوں نے ۱۲۶ برس تک حکومت کی تھی اور اس خاندان کے لوگ مذہب تشیع سے منسلک تھے اور رعیت کے خاصے خیر خواہ تھے، اس خاندان کا ایک بادشاہ عماد الدولۃ ابوالحسن علی بن بویہ گزرا ہے جس نے نو سال تک حکومت کی، اس کی زندگی میں عجیب و غریب واقعات رونما ہوئے تھے اور اُن سب کا تعلق رزق و روزی سے تھا، اس کے مشہور واقعات میں سے چند یہ ہیں، کہ وہ شیراز آیا تو شیراز میں مقتدر باللہ عباسی کی طرف سے یاقوت نامی شخص حاکم تھا وہ بھاگ گیا، عماد الدولہ نے چاہا کہ لشکر کو خرچہ دیا جائے تو اس کے پاس کچھ بھی موجود نہیں تھا، وہ اسی پریشانی میں تھا اور پریشانی کے عالم میں شکار کے لئے نکل پڑا، تو راستے میں اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے وہ نیچے اترا تو دیکھا ایک سوراخ ہے جو وسیع ہوتا جا رہا ہے، وہاں پر بہت بڑا خزانہ چھپا ہوا تھا جو یاقوت نے چھپا کر رکھا ہوا تھا، اس نے وہاں سے خزانہ اُٹھا کر اپنے لشکر پر خرچ کیا، اس طرح سے ایک اور واقعہ بھی ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے گھر میں سویا تھا اور اپنے لشکر اور رعیت کے متعلق سوچ رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ چھت کے ایک گوشے سے سانپ نکلا اور دوسری طرف گوشہ میں چلا گیا، اس نے حکم دیا کہ اس چھت کو شگاف کیا جائے اور اس سانپ کو نکال کر مار دیا جائے تا کہ وہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے جب چھت میں شگاف کیا گیا تو وہاں ایک اور چھت موجود تھی جس میں بہت بڑا خزانہ رکھا ہوا تھا جو کہ پانچ لاکھ دینار تھے اور اس نے وہ سارا خزانہ اپنی رعیت میں تقسیم کر دیا۔

اس کی زندگی کا تیسرا واقعہ کچھ اس طرح سے ہے کہ وہ اپنے لئے اور افسروں اور لشکر کے لئے لباس سلوانا چاہتا تھا، اور اس نے اس مقصد کے لئے ایک درزی کو بلوایا جو پہلے حاکم یاقوت کے لئے لباس سیا کرتا تھا، اتفاق سے وہ درزی کانوں سے بہرہ تھا، عماد الدولہ نے کہا کہ درزی کے پاس آنکھیں ضرور ہونی چاہیں اگر کانوں سے بہرا ہو تو کوئی حرج نہیں، درزی کو عماد الدولہ کی خدمت میں

[1] حکایتھای شنیدنی ص۔۹۲، فروع کافی ص۔۱۰۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پیش کیا گیا،عمادالدولہ نے درزی سے کہا کہ دیکھو!میں نے تم سے اپنے اوراپنے غلاموں اوراپنے لشکر کے کپڑے سلوانا چاہتا ہوں۔

درزی چونکہ کانوں سے بہرا تھا وہ سمجھا کہ اس کی کسی نے عمادالدولۃ کے پاس شکایت کی ہے کہ میرے پاس یاقوت کی دولت موجود ہے،درزی نے کہا!جناب میرے پاس یاقوت کی دولت کےصرف چارصندوق موجود ہیں۔

عمادالدولہ نے اپنے آدمی بھیجے جو وہ صندوقیں لے آئے،اُن صندوقوں میں بہت سے رقم تھی جو اُس نے اپنے لشکر اور رعیت میں تقسیم کر دی۔[1]

[1] جامع النورین ص ۳۲۳،الخلفاء ص ۳۱۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 45

رضا

قرآن مجید میں ارشادخداوندکریم ہے:

اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ [1]

اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

"الصبر و الرضا راس طاعة الله"

''صبرورضا تمام اطاعت الٰہی کی بنیاد ہے''

مختصر تشریح:

صفت رضا یہ ہے کہ انسان اپنی پسندیدہ وناپسندیدہ حالت پر راضی رہے، رضا نور معرفت کی شعاع ہے اور صاحب رضا وہ انسان ہے جو اپنے تمام اختیارات سے ہاتھ اُٹھالے اور اللہ کی تقدیر پر دل سے راضی رہے۔

دنیا کے ساتھ دل لگانا شرک ہے اور مفقود چیز کے ساتھ دل لگانا کفر ہے (حضرت امام باقر علیہ السلام) یہ تعلق صفت رضا سے خارج ہے، عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ عبدیت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن جب اپنے مقدر کو دیکھتے ہیں تو اللہ سے جھگڑا شروع کر دیتے ہیں اور اللہ کی شکایتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں جب کہ سچے عارف وہ ہیں جو حق تعالیٰ کے سامنے سرِتسلیم خم کر لیتے ہیں، خدا کی تقدیر پر راضی رہتے ہیں اور خدا کی طرف سے جتنا بھی اُن کی آزمائش ہو خدا کی تقدیر پر ہر صورت راضی رہتے ہیں۔

ا۔ حضرت جابرؓ اور حضرت امام محمد باقرؑ

حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے اس وقت وہ ضعیف ولاغر ہو چکے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''جابر کیسا مزاج ہے؟''

---

[1] سورہ بینۃ،8

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

انہوں نے کہا: ''مولا! اب تو میرا حال یہ ہے کہ ضعیفی کو جوانی اور مرض کو صحت اور موت کو زندگی سے بہتر جانتا ہوں''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ''لیکن میرا حال یہ نہیں ہے اگر اللہ مجھے پیری دے تو پیری کو اور اگر جوانی دے تو جوانی کو اگر مرض دے تو مرض کو اور اگر صحت دے تو صحت کو اور اگر موت دے تو موت کو اور اگر زندگی دے تو زندگی کو اچھا سمجھتا ہوں۔

یہ سن کر جابرؓ اپنی جگہ سے اٹھے اور امام محمد باقرؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا: ''آپ کے نانا جان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ جابرؓ! تم لمبی عمر پاؤ گے اور حسینؑ کے پوتے سے ملو گے جو دفن شدہ علم کو زمین سے ایسے ہی شگافتہ کرے گا جیسے بیل زمین کو شگافتہ کرتا ہے اور اس کا لقب باقر ہوگا۔[1]

۲۔ تین مصیبتوں پر راضی رہنے والا شخص:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ایسے شخص کے پاس سے گزر ہوا جو نابینا بھی تھا مبروص بھی تھا اور مفلوج بھی تھا، بیک وقت وہ تینوں مصائب میں مبتلا تھا۔

آپؑ نے دیکھا جذام کی وجہ سے بہت سے مقامات سے اس کا گوشت گر چکا تھا اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے خدا تیرا لاکھ شکر ہے تو نے مجھے ایسی کئی بلیات سے بچایا ہے جن میں لوگوں کی اکثریت گرفتار ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا: ''اے مرد خدا! وہ ایسی کون سی بلیات ہیں جن سے تجھے خدا نے محفوظ رکھا ہے؟''

اس نے جواب دیا:

اے روح اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں معرفت ڈالی ہے جب کہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ موجود نہیں ہے، اس لئے میری حالت اُن سے بہتر ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے بالکل سچ کہا ہے اب اپنا ہاتھ بلند کرو، حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنا دست شفا اس کی جان پر پھیرا وہ فوراً صحت یاب ہو گیا اور وہ انتہائی خوبصورت چہرہ والا شخص بن گیا، اللہ تعالیٰ نے اُس کی بیماری اس لئے دور کر دی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش پر راضی تھا بعد میں وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفیق بنا وہ آپؑ کے ساتھ عبادت کیا کرتا تھا۔[2]

۳۔ خلادہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ خلادہ دختر اوس کے پاس جائیں اور اسے جنت کی بشارت دیں اور اسے یہ بھی آگاہی دیں کہ وہ جنت میں تمہاری ہم نشین ہوگی۔

---

[1] پندِ تاریخ، ۵۔۱۸۶۔

[2] اخلاق اسلامی، ۳۔۲۶۲، جامع السعادت ۳۔۲۰۸۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

حضرت داؤدعلیہ السلام خلادہ کے گھر تشریف لے گئے اور دستک دی، اس مومنہ خاتون نے دروازہ کھولا، اُس نے داؤدعلیہ السلام کو دیکھا تو پہچان گئی اور کہنے لگی کیا میرے بارے میں بھی کوئی چیز نازل ہوئی ہے جو آپؑ مجھے بتانے آئے ہیں؟

حضرت داؤدعلیہ السلام نے فرمایا: ''جی ہاں''۔

بی بی نے کہا: شاید میری کوئی ہم نام عورت ہوگی، اس کے متعلق کچھ نازل ہوا ہوگا'' حضرت داؤد نے فرمایا: ''نہیں تیرے متعلق ہی نازل ہوا اور تو مجھے اپنی حالت کے متعلق آگاہ کر کہ تیرے شب وروز کی کیا کیفیت رہتی ہے''۔

اس بی بی نے کہا'' مجھے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا مجھے کوئی بھی نقصان ہوتا ہے میں ہر درد تکلیف میں ہمیشہ خدا کے سامنے سر تسلیم خم رکھتی ہوں، میں کبھی نہیں چاہتی کہ کوئی تکلیف مجھ سے دور ہوجائے تو میں خدا کی رضا پر راضی رہتی ہوں اس کی تقدیر پر ہمیشہ شکرادا کرتی ہوں''۔

داؤدعلیہ السلام نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ خدا نے تجھے عظیم مقام عطا کیا ہے اور تیرے متعلق مجھے وحی نازل کی۔

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے یہ قصہ سنانے کے بعد کہا کہ یہ وہی دین ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔[1]

۴۔ حضرت عمار جنگ صفین میں:

حضرت عمار یاسر رسول خداؐ کے عظیم القدر صحابی تھے وہ ایمان کے انتہائی اعلیٰ درجے پر فائز تھے، اُن کے متعلق رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ عمار سر سے لیکر پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے اور ایمان اس کے خون اور گوشت میں مخلوط ہو چکا ہے۔

حضرت عمار، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہمیشہ حضرت علیؑ کے حامی رہے یہاں تک کہ جنگ صفین شروع ہوئی، ایک دن وہ لشکر سے باہر نکلے اور دشمن کی صفوں میں مقابلے کے لئے پہنچے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی کہ اے پروردگار! تو جانتا ہے اگر تیری رضا کے لئے تو چاہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو سمندر کی لہروں کے سپرد کردوں تو یہ کام بھی میں ضرور کرتا، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تیری رضا اس میں ہے کہ میں اپنی شمشیر کی نوک سے اپنے شکم کو پھاڑ دوں تو بھی میں ایسا ضرور کرتا، لیکن پروردگار! میں جانتا ہوں کہ آج تیری رضا اس میں مضمر ہے کہ ان فاسق لوگوں کے ساتھ جنگ کی جائے، پروردگار مجھے یہی عمل تیری خوشنودی کا عمل دکھائی دیا ہے میرے اس عمل کو قبول کرنا، پھر حضرت عمارؓ نے آواز بلند کی کہ جو بھی خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کا خواہشمند ہو اور مال واولاد سے محبت نہ رکھتا ہو تو وہ میرے پاس آجائے۔

آخر کار کافی دیر تک شدید جنگ کرنے کے بعد وہ شہادت کے رتبہ پر فائز ہوگئے۔

امیر المومنین علیہ السلام عمار کے جسد خاکی کے پاس پہنچے اور زمین پر بیٹھ کر آپؑ نے عمارؓ کا سر اقدس اپنی آغوش

[1] داستانھا و پندھا ۳۔ ۷۔ ۳۔ بحارالانوار ۱۷۔ ۸۹۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

میں رکھا اور رو کر فرمایا: ہائے موت تجھ پر افسوس ہو معلوم ہوتا ہے تو نے میرے دوستوں کو پہچان لیا ہے اسی لئے انہیں مجھ سے جدا کر رہی ہے۔[۱]

۵۔ بہترین مخلوق:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ سے درخواست کی: ''پروردگار اپنی مخلوقات میں جو تیری بہترین عبادت و بندگی کرتا ہو مجھے وہ شخص دکھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی اور فرمایا کہ سمندر کے کنارے اور فلاں دیہات کے قریب تمہیں وہ شخص مل جائے گا، موسیٰ علیہ السلام وہاں پر پہنچے تو اُنہیں ایک شخص دیکھائی دیا جو جذام اور برص کی بیماری میں مبتلا تھا اس کے باوجود وہ تسبیح خداوندی میں مصروف تھا، موسیٰ علیہ السلام نے جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھا کہ میں نے جس بندے سے ملنے کی خواہش کی تھی وہ کہاں ہے، جبرائیل امینؑ نے فرمایا: جی ہاں یہ وہی شخص ہے، اب خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کی آنکھیں چھین لوں تو دیکھو کہ اب اپنی آنکھیں ضائع ہونے کے بعد کیا کہتا ہے، جبرائیل امین نے اشارہ کیا تو اس کی دونوں آنکھیں حلقوں سے باہر آ گئیں اور اس کے بعد اس شخص نے کہا: پروردگار جب تک تو نے چاہا تو میں ان آنکھوں سے استفادہ کرتا رہا لیکن اب تو نے مجھ سے آنکھیں لے لیں ہیں، پروردگار تیرا احسان ہے تو نے ہر وقت مجھ سے بھلائی کی ہے اور مجھ سے اچھے تعلقات رکھے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اے بندہ خدا میں مستجاب الدعوات ہوں اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں گا اللہ تجھے تیری بینائی واپس کر دے گا۔

اس شخص نے کہا کہ مجھے آنکھوں کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ جو خدا نے چاہا ہے وہی میری چاہت ہے میں خدا کی رضا پر ہر لحاظ سے راضی ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اے بندہ خدا تو ابھی کہہ رہا تھا اے بھلائی کرنے والی ذات اور احسان کرنے والی ذات تو ان القاب سے کس کو یاد کر رہا تھا۔

اُس نے کہا کہ اس پورے علاقے میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں ہے جو معرفت خدا رکھتا ہو، لہٰذا اس سے بڑھ کر اللہ کا مجھ پر اور کیا احسان ہوگا کہ اس نے مجھے اپنی معرفت سے نوازا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے اُس شخص کو دیکھا اور فرمایا کہ واقعی پروردگار اس سے بڑھ کر تیری مخلوق میں کوئی عبادت گذار نہیں ہے[۲]

---

[۱] پیغمبر و یاران ۵۔۲۸۔بحارالانوار ۸۔۵۲۲۔

[۲] نمونہ، ۵۔۳۷۔۳۔سفینۃ البحار، ۱۔۵۲۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 46

ریا

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ" [۱]

اوراُن لوگوں کی طرح نہ ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلتے تھے۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا یقبل اللہ تعالیٰ عملا فیہ مثقال ذرۃ من ریاء" [۲]

''اللہ تعالیٰ ایسے کسی بھی عمل کو قبول نہیں کرے گا جس میں رائی کے برابر ریا شامل ہو''۔

مختصر تشریح:

ریا ایک ایسا شجر ہے جس کا ثمر شرک کے علاوہ کچھ نہیں ہے، ریا کا سرچشمہ منافقت ہے، ریا ان لوگوں کے سامنے کیا جاتا ہے جو نہ تو کسی کو زندہ کر سکتے ہیں نہ کسی کو موت دے سکتے ہیں اور نہ ہی کسی شخص کی دنیا میں پوری مدد کر سکتے ہیں، قیامت کے دن جب حساب و کتاب ہوگا تو اللہ تعالیٰ ریا کار سے فرمائے گا کہ تو اپنا ثواب اُن لوگوں سے جا کر طلب کر جن کو دکھانے کے لئے تو نے انہیں میرے ساتھ شریک کیا تھا اور جن کے لئے تو اعمال خیر بجالاتا تھا۔

عام طور پر ریا کا تعلق نشت و برخاست اور عادات کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی توجہ مبذول رکھے تا کہ اس شیطانی صفت سے اپنے باطن کو پاک کر سکے۔

۱۔ سمعان:

ابراہیم بن ادھم کا بیان ہے کہ میں نے معرفت کو ایک راہب سے حاصل کیا جس کا نام سمعان تھا ایک دن میں اس کے گرجا

[۱] سورہ انفال آیت ۴۷۔

[۲]

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

میں گیااور پوچھا کتنا عرصہ ہوا ہے تم اس گرجا میں مقیم ہو؟۔

اس نے جواب دیا کہ مجھے ستر برس ہو گئے میں نے اس سے پوچھا کہ تم اتنے عرصے میں کونسی غذا کھاتے رہے ہو؟ اس نے کہا کہ تم مجھ سے ایسے سوال کیوں پوچھ رہے ہو، میں نے کہا کہ میں ویسے ہی جاننا چاہتا ہوں۔

راہب نے کہا کہ میں روزانہ صندق کا ایک دانہ کھاتا ہوں جو میرے لئے کافی ہوجاتا ہے، میں نے کہا بندہ خدا کیا ایک دانہ تیرے لیے کافی ہوجاتا ہے؟

اس نے کہا جی ہاں جناب سنیں میرے پیروکاروں نے سال میں ایک دن مقرر کیا ہوا ہے وہ آتے ہیں اور میرے گرجا کو آرائش وزیبائش سے آراستہ کرتے ہیں اور آکر میرا احترام کرتے ہیں، میرے صومعہ میں آکر طواف کرکے چلے جاتے ہیں، جب میرا نفس، تنہائی، بیماری اور بھوک سے بیزار ہوجاتا ہے تو میں اس دن کی عزت افزائی کو یاد کرتا ہوں جو لوگ میری کیا کرتے ہیں اس کی وجہ سے پھر میں اپنے نفس پر قابو پالیتا ہوں اور میں پھر پورے سال تک روزانہ صرف ایک دانہ کھا کر گزارا کرتا ہوں۔[1]

۲۔ ملاعبداللہ شوستری (متوفی ۱۰۲۱)

ایک دن جناب عبداللہ شوستری شیخ بہائی کی ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے اور کچھ دیر شیخ بہائی کے ہاں بیٹھے رہے اسی اثنا میں اذان ہوگئی، شیخ بہائی نے عبداللہ شوشتری سے امامت نماز کی درخواست کی اور شوق ظاہر کیا کہ وہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا چاہتے ہیں۔

عبداللہ شوستری نے کچھ دیر غور وفکر کیا اور امامت سے معذوری کا اظہار کر کے اپنے گھر واپس آگئے کسی نے اُن سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے اس دن شیخ بہائی کی درخواست کو قبول کیوں نہیں کیا تھا؟

توانہوں نے جواب میں کہا کہ جب شیخ بہائی نے مجھے امامت نماز کا حکم دیا تو میں نے اپنے نفس میں ایک قسم کا تغیّر پایا اور مجھ میں ایک طرح کی خود پسندی پیدا ہونے لگی کہ شیخ بہائی جیسے بزرگ میری اقتداء میں نماز پڑھنے کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھتے ہیں، چنانچہ میں اس خود پسندی اور ریا کے ڈر سے اپنے گھر واپس گیا۔[2]

۳۔ سفیان ثوری کا ریا:

ایک دفعہ سفیان ثوری مسجد الحرام میں سے گزر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بہت قیمتی لباس زیب تن کیا ہوا تھا، سفیان کہنے لگا واللہ میں اُن کے پاس جا کر اُن کو نصیحت کروں گا، وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا ابن

[1] شنیدنیھای تاریخ ص ۶۲ ۳، محجۃ البیضاء ۶۔ ۲۰۷۔

[2] سیمای فرزانگان ص ۷ ۱۴، بیدادگران اقالیم قبلہ ص ۱۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

رسول اللہ! خدا کی قسم جولباس آپؑ نے پہنا ہوا ہے وہ لباس نہ تو رسول خدا کا لباس ہے اور نا ہی آپ کے جدامجد حضرت علیؑ کا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: سنو! پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں اسلامی معاشرے پر غربت وتنگ دستی چھائی ہوئی تھی اور اس وقت الحمداللہ دنیا مسلمانوں پر مہربان ہو چکی ہے اور مسلمانوں کے پاس بہت سی دولت آ چکی ہے اور اس دولت پر سب سے زیادہ حق اہل ایمان لوگوں کا ہے، اس کے بعد آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ۔" [1]

"اے پیامبرؐ کہہ دو کہ کس نے اُن زینتوں کو حرام کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے حلال کی ہیں"۔

اللہ کی نعمتوں کے استفادہ کے لئے ہم سب سے زیادہ اہل لوگ ہیں، آپ نے فرمایا تو جس لباس کو دیکھ کر میرے اوپر اعتراض کر رہا ہے یہ لباس میں نے لوگوں کو دکھانے اور اپنی آبرو محفوظ رکھنے کے لئے پہنا ہوا ہے، پھر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لباس کے اندر لے گئے تو اس نے محسوس کیا کہ اندرونی طور پر ٹاٹ کا لباس پہنا ہوا تھا، پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا، میں نے لوگوں کو دکھانے کے لئے یہ اوپر والا لباس پہنا ہوا ہے اور اپنے نفس کے لئے میں نے موٹا جھوٹا لباس پہنا ہوا ہے"۔

پھر آپ نے سفیان ثوری کے اوپر والا جبہ ہٹایا تو اس نے اندر ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: "تم نے لوگوں کو دکھانے کے لئے درویشانہ لباس پہن رکھا ہے جب کہ اپنے نفس کو راضی رکھنے کے لئے تم نے ریشم کا لباس پہنا ہوا ہے"۔ [2]

۴۔ دکھاوے کی عبادت:

ایک شخص کو ریاکاری کی عادت تھی، وہ اپنی تمام تر عبادت لوگوں کو دکھانے کے لئے کیا کرتا تھا، ایک دفعہ اس نے اپنے دل میں سوچا کہ پوری زندگی تو میں نے ریاکاری کی عبادت کی ہے، ایک رات ریا سے مبرا ہو کر بھی عبادت کرلوں، اس نے دل میں فیصلہ کیا کہ فلاں محلہ میں ایک ویران سی مسجد ہے آج رات میں وہاں جا کر نماز پڑھوں گا، جیسے ہی لوگوں کی آمد ورفت موقوف ہوئی وہ اس مسجد میں چلا گیا اور وہاں خلوت میں جا کر نمازیں پڑھنے لگا۔

اس اثنا میں اس نے مسجد کے دروازے کھلنے کی صدا سنی تو جذبہ ریا سے سرشار ہوا اور دل میں کہا چلو اچھا ہوا اس محلہ والے میری نمازوں سے واقف نہ تھے کوئی نہ کوئی تو اس مسجد میں آ ہی گیا جو میری نمازیں دیکھے گا اور لوگوں کو میرے زہد وتقویٰ کی اطلاع دے گا۔

---

[1] سورہ اعراف ۳۲

[2] با مردم اینگونہ برخورد کنیم ص ۱۶۹، بحار الانوار، ۴۷۔ ۳۶۰۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

چنانچہ اس نے وہ پوری رات عبادت میں صرف کردی، جیسے ہی صبح ہوئی اور روشنی پھیلی تو اس نے دیکھا کہ مسجد کے ایک کونے میں سیاہ رنگ کا کتا سویا ہوا ہے جو کہ رات کی بارش سے بھاگ کر اس ویران مسجد میں چلا آیا تھا، یہ دیکھ کر وہ انتہائی غمگین ہوا اور اپنے چہرہ پر تھپڑ مارے اور اپنے آپ سے کہنے لگا میں کتنا بدنصیب ہوں کہ میں ساری رات ایک کتے کے لئے عبادت کرتا رہا، اس سے پہلے میں اپنے جیسے انسانوں کو اپنی عبادت میں شریک کرتا تھا اور آج رات میں نے سیاہ کتے کو اپنی عبادت میں شریک کیا ہے۔[۱]

۵۔ ریاکار عابد:

بنی اسرائیل میں ایک عابد ہوا کرتا تھا، جس نے سالہا سال خداوندکریم کی عبادت کی تھی، ایک مرتبہ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے اس کا مقام دکھایا جائے اگر میرے عمل مقبول ہوں گے تو پھر میں اور زیادہ محنت سے نیک عمل بجالاؤں گا، اور اگر وہ تیری رضا کے مطابق نہ ہوئے تو مزید عبادت وزہد کے ذریعے ان کی تلافی کروں گا۔

خواب میں اسے یہ جواب سنائی دیا اللہ کے نزدیک تیرا کوئی نیک عمل موجود نہیں ہے، کیونکہ تو نے جب بھی کوئی نیک کام کیا تو لوگوں کو اس سے آگاہ کیا اور تیری جزا بس یہی ہے کہ لوگوں نے تیرے اعمال کی تعریف کردی۔

عابد کو اپنی کوتاہی پر شرمندگی ہوئی چند دن بعد اسے خواب میں بتایا گیا کہ اپنی جان کو دوزخ سے بچانا چاہتے ہو تو اپنے جسم کی تمام رگوں کی مقدار میں روزانہ صدقہ دو، اس نے عرض کی خدایا! تو بہتر جانتا ہے کہ میں ایک مفلس انسان ہوں، میرے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ اپنی رگوں کی مقدار میں روزانہ صدقہ کرسکوں، اسے جواب سنائی دیا کہ ہم کسی کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، تم روزانہ تین سوساٹھ مرتبہ ”سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ“ پڑھا کرو، ہر کلمہ تمہاری ہر رگ کا صدقہ شمار ہوگا، عابد یہ سن کر بہت خوش ہوا، اور کہا خدایا مجھے اس سے زیادہ پڑھنے کا حکم دیا ہوتا تو آواز آئی اس مقدار سے بڑھ کر جتنا بھی پڑھو گے تمہارے اجر میں اضافہ ہوگا۔[۲]

---

[۱] داستانھاوپندھا ۹۔ ۱۷۳۔منتخب قوامیں الدررص ۱۴۴۔

[۲] پندتاریخ،۱۔۳۵۔بحارالانوار ۱۸۔ ۵۲۳۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 47

زنا

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ"[۱]

زنا کارعورت اور زنا کار مرد میں سے ہرایک کو سو کوڑے مارو۔

پیامبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"اذا ظهر الزنا من بعدی كثر موت الفجاة"[۲]

ترجمہ: جب میرے بعد زنا عام ہوجائے تو ناگہانی اموات بڑھ جائیں گے۔

مختصر تشریح:

گناہان کبیرہ میں سے ایک گناہ زنا ہے انسان غلبہ شہوت کی وجہ سے اور خدا پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے لوگوں کی ناموس کو تباہ و برباد کرتا ہے۔

زنا کی وجہ سے رزق میں کمی واقع ہوجاتی ہے، زنا کار کی زندگی مختصر ہوجاتی ہے قیامت کے دن زنا کار کا سخت حساب ہوگا اور اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سامنا کرنا ہوگا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین اور دیگر اولیائے اللہ کے جتنے بھی قاتل تھے سب کے سب زنا زادے تھے، یہ دعوت شیطان کا ثمر ہے جو مرد اور عورت کو اس گناہ کی طرف مائل کرتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حوارین سے فرمایا:" جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت سے کہا کہ زنا نہ کرنا اچھی طرح سن لو میں یہ کہتا ہوں کہ زنا کا تصور تک بھی نہ کرنا"۔

ا۔ پانچ زانی اور اُن کی مختلف سزا:

پانچ افراد کو حضرت عمرؓ کے سامنے پیش کیا گیا جن پر زنا کا جرم ثابت ہو چکا تھا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ ان سب پر حد شرعی

[۱] سورہ نور آیت نمبر ۲۔

[۲] تفسیر معین ص ۳۴۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

جاری کی جائے، اتفاق سے وہاں پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی موجود تھے، آپؑ نے فرمایا کہ عمرؓ آپ نے جو فیصلہ کیا ہے حکم خدا ایسا نہیں ہے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپؑ ان کا فیصلہ کریں اور ان پر حد شرعی جاری کریں۔

اُن میں سے ایک زانی کو آپ نے بلوایا اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے، دوسرے زانی کو بلا کر سنگسار کروا دیا، تیسرے زانی کو اسی کوڑے مارنے کی سزا دی، چوتھے زانی کو آپ نے حکم دیا کہ اسے چالیس کوڑے ماریں جائیں اور پانچویں زانی کو آپ نے چند کوڑے مارنے کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ اور دوسرے لوگوں نے آپ کے اس فیصلے پر تعجب کیا اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ ابوالحسنؑ پانچ لوگوں کا جرم تو ایک تھا لیکن آپؑ نے اُنکی سزائیں مختلف کیوں دیں؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: سنو پہلا شخص ذمی تھا اس نے ایک مسلمان عورت سے گناہ کیا جس کی وجہ سے اس کا ذمہ ختم ہو گیا اس کی سزا تلوار کے علاوہ اور کچھ نہیں بنتی تھی۔

دوسرا شخص شادی شدہ تھا لیکن اس کے باوجود اُس نے زنا کیا اس کی سزا یہ بنتی تھی کہ اسے سنگسار کر دیا جائے، تیسرا شخص کنوارہ تھا اس کی سزا اسی کوڑے بنتی تھی، چوتھا شخص جو کہ کسی کا غلام تھا اس کی سزا چالیس کوڑے بنتی تھی اور پانچواں شخص کم عقل تھا اس لئے ہم نے اس پر تعریز نافذ کی اُسے صرف چند کوڑے مروائے، جب حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ سنا تو کہنے لگے خدا کرے میں اس دن زندہ ہی نہ رہوں جب ہمارے درمیان علی نہ ہوں۔ [۱]

۲۔ خوابوں کی تعبیر:

ابن سیرین ایک انتہائی خوبصورت جوان تھے اور بازار میں اُن کی کپڑے کی دوکان تھی، ایک عورت اُن پر فریفتہ ہو گئی، اس سے کچھ کپڑے خریدے اور کہا کہ ان کی رقم وہ اپنے گھر میں دے گی اس کے لئے تم میرے گھر آ جانا۔

ابن سیرین اس کے گھر میں چلے گئے اور عورت نے گھر کو تالا لگا دیا اور اس سے بدکاری کی درخواست تھی، ابن سیرین نے کہا: ''میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں'' انہوں نے زنا کے متعلق بہت سے احادیث بھی اُس عورت کے سامنے بیان کیں لیکن عورت اس کی باتوں سے متاثر نہ ہوئی ابن سیرین سوچنے لگے کہ ایسا کیا کیا جائے جس سے گناہ سے بچ جائے، انہوں نے عورت سے کہا تو ٹھیک ہے میں تمہارا کہنا مانتا ہوں لیکن آپ مجھے اجازت دیں کہ میں بیت الخلا جا کر اپنے آپ کو فارغ کر لوں، عورت نے اُن کی یہ بات قبول کر لی، وہ بیت الخلا گئے وہاں پر جتنی بھی گندگی تھی اس نے اٹھا کر اپنے چہرے اور کپڑوں پر لگا کر وہ عورت کے پاس آ گئے جب عورت نے اُس کی یہ حالت دیکھی تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے اسے اپنے گھر سے باہر نکال دیا، ابن سیرین اپنے آپ کو غلاظت سے تھوڑی دیر کے لئے آلودہ ضرور کیا تھا لیکن اس طرح سے وہ بہت بڑی برائی سے بچ گئے، اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس نیک عمل کی وجہ سے تعبیر

[۱] قضاوتہای محیر العقول ص ۴۵۔ داستانھای زندگی علیؑ ص ۱۴۵۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

خواب کاعلم عطا کیا تھا۔[1]

۳۔ حضرت یحییٰ کا قاتل زنازادہ تھا:

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام ''ہیرودیاس'' تھا وہ حضرت یحییٰ سے محبت بھی رکھتا تھا اور اُن کوایک عادل انسان مانتا تھا، اس وجہ سے وہ اُن کا خصوصی خیال رکھتا تھا۔

اتفاق یہ ہے کہ بادشاہ غلط کاری پر اتر آیا تھا اور اس نے ایک زانیہ عورت سے تعلقات قائم کر لئے تھے جب وہ عورت بوڑھی ہوگئی تو اس نے اپنی بیٹی کو آرائش وزیبائش سے آراستہ کر کے لے آئی تا کہ بادشاہ اس پر عاشق ہوجائے اور اس سے شادی کر لے، اُس نے حضرت یحیی علیہ السلام سے شادی کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے دین مسیحا کے تحت جواب دیا کہ یہ نکاح نہیں ہوسکتا، جس کی وجہ سے اُس عورت کے دل میں حضرت یحییؑ کا کینہ گھر کر گیا۔

ایک دفعہ بادشاہ شراب میں مدہوش تھا وہ لڑکی آرائش وزیبائش کر کے بادشاہ کے پاس آئی، بادشاہ نے اس سے زنا کرنا چاہا تو اس عورت نے کہا اس کے لئے میری ایک شرط یہی ہے کہ آپ یحیی کا سر میرے سامنے پیش کریں، بادشاہ نے اس کی شرط قبول کر لی اور حکم دیا کہ حضرت یحیی کو قتل کر کے میرے سامنے اُن کا سرلا یا جائے، بادشاہ کے سپاہیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا۔

بعض روایات میں ہے کہ بادشاہ اپنی بھانجی یا بھتیجی سے شادی کرنا چاہتا تھا، حضرت یحیی علیہ السلام نے اُسے اس سے منع کیا تھا جس کی وجہ سے اس لڑکی نے بادشاہ سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کی درخواست کی تھی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یحیی علیہ السلام کا قاتل زنازادہ تھا، اسی طرح سے امام علیؑ اور حضرت امام حسینؑ کے قاتل زنازادے تھے، جب حضرت یحییٰ علیہ السلام شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر یا کردوس نام کے بابل کے بادشاہ کو بیت المقدس پر مسلط کر دیا، اس نے ستر ہزار افراد کو بیت المقدس میں قتل کیا تب جا کر حضرت یحییٰؑ کے خون کا جوش ختم ہوا۔[2]

۴۔ وہ جسے مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہوا:

ایک بدکار شخص پر حالت احتضار طاری ہوئی اس کے دوست اسے لا الہ الا اللہ پڑھنے کی تلقین کرتے تو وہ کلمہ طیبہ پڑھنے کے بجائے شعر پڑھتا۔

یا رب قائلہ یوما وقد تعبت
این السبیل إلی حمام منجاب

---

[1] سفینۃ البحار،ا۔۶۷۸۔

[2] تاریخ انبیاء۲۔۲۸۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

وہ کہاں گئی جوایک دن تھک کر پوچھ رہی تھی کہ منجاب کا حمام کہاں ہے؟

آخرکار وہ مرگیا مرتے وقت بھی اُسے کلمہ طیبہ نصیب نہ ہوا اور وہ یہی شعر پڑھتے پڑھتے دنیا سے رخصت ہوگیا۔

یہ شعر اس کا اپنا کہا ہوا تھا اور اس کا پس منظر یہ تھا کہ ایک دن ایک عورت حمام جا کر نہانا چاہتی تھی اور اس شہر میں ایک ہی زنانہ حمام تھا جو کہ منجاب نامی شخص کی ملکیت تھا اس لئے اس حمام کو حمام منجاب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

عورت گھر سے نکلی تو حمام کا راستہ بھول گئی رہ چلتے چلتے آخر تھک گئی اور اس بدکار شخص کے دروازے پر دستک دی، یہ باہر نکلا تو عورت نے پوچھا کہ منجاب کا حمام کہاں ہے عورت کو دیکھ کر اس کی نیت بدل گئی اور کہا کہ یہی منجاب کا حمام ہے۔

عورت اس کے گھر کو حمام سمجھ کر اندر داخل ہوئی تو اسنے اندر سے کنڈی لگادی اور اپنی مطلب براری کی درخواست کی۔

عورت بڑی دانا تھی اس نے سمجھ لیا کہ اس کے ہاتھ سے نکلنا بڑا مشکل ہے اس لئے عورت نے کہا کہ دراصل مجھے منجانب کے حمام جانا ہی نہیں تھا، میں تو تمہارے لئے ہی آئی ہوں لیکن تم مجھے عطر اور خوشبو لا کر دو تا کہ میں اپنے آپ کو معطر کرسکوں، عورت کی چکنی چپڑی باتیں سن کر وہ عطر لینے کے لئے بازار چلا گیا اور عورت نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں سے روانگی اختیار کی، جب یہ شخص گھر میں آیا تو عورت جا چکی تھی اس نے اپنی حسرت ناتمام کے لئے شعر کہا تھا چنانچہ مرتے وقت بھی یہی حسرت اس کے دل ودماغ پر چھائی رہی اور کلمہ طیبہ کی بجائے وہ یہ شعر ہی پڑھتا ہوا دنیا سے رخصت ہوا۔[1]

۵۔ پیغمبرؐ اور ایک بے باک جوان:

ایک جوان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور بڑے گستاخانہ لہجے میں آپؐ سے کہا: ''یارسول اللہ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں زنا کروں؟ جب اُس جوان نے یہ بات کہی تو ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں اور لوگ اس پر اعتراض کرنے لگے، لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جوان سے کہا: ''میرے قریب آجاؤ'' وہ شخص آنحضرتؐ کے قریب گیا اور آپؐ کے پہلو میں بیٹھ گیا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''اچھا یہ بتاؤ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ کوئی شخص تمہاری ماں کے ساتھ بدکاری کرے؟''

جوان نے کہا: ''میں آپؐ پر قربان جاؤں میں یہ کبھی بھی پسند نہیں کروں گا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس طرح سے تم پسند نہیں کرتے کہ کوئی تمہاری ماں سے بدکاری کرے تو اسی طرح سے دوسرے لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی اُن کی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ تمہاری جوان بیٹی ہو اور کوئی اس کے ساتھ بدکاری کرے، تو اس نے کہا ہرگز نہیں میں کبھی بھی یہ پسند نہیں کرونگا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس طریقے سے تمہیں یہ

[1] عالم برزخ ص ۱۴۱، کشکول شیخ بہائی ۱۔ ۲۳۲۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پسند نہیں کہ کوئی تمہاری بیٹی کے ساتھ بدکاری کرے تو اسی طرح سے دوسرے لوگ بھی یہ پسند نہیں کرتے ، پھر آپؐ نے اس سے پوچھا: ''اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں یہ بات پسند ہوگی کہ کوئی شخص تمہاری بہن کے ساتھ زنا کرے تو اس نے کہا کہ ہرگز نہیں، اپنے سوال پر پشیمان ہوگیا، پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جوان کے سینہ پر اپنا ہاتھ رکھا اس کے حق میں دعا کی اور فرمایا: پروردگار اس کے دل کو پاک کر، اس کے گناہوں کو معاف کر، اس کے دامن کو بے عفتی کی آلودگی سے پاک رکھ، اس کے بعد اس جوان کی کایا ہی پلٹ گئی، اس کی نگاہوں میں سب سے بدترین کام ہی زنا تھا۔[1]

[1] داستانھا وپندھا ج۳۔ ۷۔۱۳ تفسیر المنار ذیل آیت ۱۰۴ آل عمران۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 48

سخاوت

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

"فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝"[1]

"پس جس نے راہ خدا میں مال دیا اور تقوی اختیار کیا اور اچھی بات کی تصدیق کی پس ہم اسے جلد ہی آسانی کے اسباب فراہم کریں گے"۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

"لا یصلح لدینکم الا السخا و حُسن الخلق"۔[2]

"تمہارے دین سے سخاوت اور حُسنِ خلق ہی مشابہت رکھتی ہے"۔

مختصر تشریح:

سخاوت انبیاء کا کردار ہے، سخاوت دین کا ستون ہے اور سخاوت یقین کی شعاع ہے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اولیائے اللہ فطری طور پر سخی ہوتے ہیں، مومن کو چاہیے کہ اس فضیلت میں اُن کی مشابہت اختیار کرے، بلند ہمتی کے ساتھ بخشش کرے، اللہ کے راستے میں مساکین، غریب، رشتہ داروں اور مستحقین کی مدد کرے۔

بہتر یہ ہے کہ سخاوت ایسی چیز سے کی جائے جو انسان کو زیادہ پیاری ہو مثلاً اچھی خوراک، اچھا لباس کسی کو پہنا دے، سخاوت کے بعد پھر انسان کسی پر بھی اپنا احسان نہ جتلائے، سخی شخص کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ایک امین شخص کے طور پر تصور کرے، جس طریقے سے امین امانت واپس کرنے کے بعد اپنا احسان نہیں جتاتا اسی طرح سے سخی شخص کو بھی چاہیے کہ کسی پر سخاوت کر کے اس پر احسان نہ جتلائے۔

ہر انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی ہی میں اپنے مال سے راہ خدا میں سخاوت کرے بجائے اس کے مرنے کے بعد

---

[1] سورۃ الیل، آیت نمبر ۷،۵۔

[2] جامع السعادات، ا۔۳۰۸۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس کے ورثااس کے مال میں سے راہ خدا میں خرچ کریں گے بھی یا نہیں۔

اگر وہ اس مال میں سے خرچ کریں بھی سہی تو اس کا ثواب اُن کو ملے گا نہ کہ صاحب دولت کو۔

۱۔ میں امام زمانہ (عج) کو کیا جواب دوں گا:

شیخ زین العابدین مازندرانی صاحب جو ایک سخی شخص تھے اور شیخ مرتضیٰ انصاری کے شاگرد تھے کربلا میں وہ رہائش پذیر تھے اور اُن کا شمار اعلیٰ درجے کے اسخیاء میں ہوتا تھا، جب کسی کو دینے کے لئے اُن کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو وہ قرض لے کر بھی سائلوں کی مدد کر دیا کرتے تھے۔

کچھ ہندوستانی زائرین ایسے بھی تھے جن کی شیخ زین العابدین مازندرانی نے امداد کی تھی تو کچھ عرصے بعد انہوں نے واپس آ کر اُن کا قرض اُن کو واپس دیا تھا۔

ایک دفعہ ایک غریب آدمی اُن کے دروازے پر گیا اور شیخ صاحب سے مدد کی درخواست کی، اس وقت شیخ صاحب کے پاس کچھ بھی نہ تھا تو انہوں نے مالک مکان کا اپنے گھر میں رکھا ہوا تانبے کا بنا ہوا کٹورہ اٹھا کر اس سائل کو دیا اور کہا کہ اسے بازار میں جا کر فروخت کر دو اور وہ رقم اپنے پاس رکھ لو، کچھ عرصے بعد جب مالک مکان نے دیکھا کہ اس کا تانبے کا کٹورہ نظر نہیں آ رہا تو اس نے چیخنا چلانا شروع کر دیا کہ میرا کٹورہ چوری ہو گیا، اور اس وقت شیخ زین العابدین اپنے کتب خانے میں موجود تھے تو انہوں نے جیسے ہی مالک مکان کی آواز سنی تو اُسے آواز دے کر کہا کہ تیرا کٹورہ میرے پاس ہے۔

ایک دفعہ وہ میرزا شیرازی کے ساتھ کربلا سے سامرا جا رہے تھے کہ راستے میں وہ شدید بیمار ہوئے اور میرزا شیرازی نے اس کی عیادت کرتے ہوئے اسے تسلی دی، شیخ نے میرزا شیرازی سے کہا کہ مجھے موت سے اتنا خوف نہیں ہے، ہم شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جب میں جاؤں گا تو میری روح کو امام زمانہ کے حضور پیش کیا جائے گا، اگر میرے امام نے مجھ سے یہ پوچھ لیا کہ ہم نے تو تجھے بہت زیادہ آبرو عطا کی تھی اور تو اس آبرو کی وجہ سے لوگوں سے زیادہ سے زیادہ قرض لے کر غریبوں کی مدد کر سکتا تھا، لیکن تو نے ایسا کیوں نہ کیا؟ لہٰذا میں اس لئے پریشان ہوں کہ میں اپنے امام زمانہ کو کیا جواب دوں گا؟

لوگ روایت کرتے ہیں کہ جیسے ہی میرزا شیرازی نے اُن کے یہ الفاظ سنے تو فوراً گھر جا کر جتنا بھی اُن کے پاس وجوہات شرعی کا مال جمع تھا، سب کا سب راہ خدا میں غربا میں تقسیم کر دیا۔[1]

۲۔ حاتم سے بڑا سخی:

کسی نے حاتم طائی سے پوچھا کہ کیا تو نے اپنے سے بڑا سخی بھی دیکھا ہے؟ حاتم نے کہا کہ جی ہاں، لوگوں نے پوچھا کہ

[1]

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کہاں دیکھا؟ اس نے جواب میں کہا ”ایک دفعہ میں بیابان میں گیا اور صحرا میں مجھے ایک خیمہ دکھائی دیا، میں اس خیمہ میں گیا وہاں پر ایک بوڑھی عورت بیٹھی ہوئی تھی اور خیمے کے پیچھے ایک چھوٹا سا بکرا باندھا ہوا تھا، بوڑھی عورت میرے پاس آئی اس نے میرے گھوڑے کی لگام پکڑی اور میں نیچے اترا، اس کا بیٹا آ گیا اس نے بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا اس بڑھیا نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا اٹھو اپنے مہمان کے لئے کچھ کھانے پینے کا انتظام کرو اور اس بکرے کو ذبح کرو۔

بیٹے نے کہا اس کے ذبح کرنے سے پہلے مجھے اجازت دیں کہ میں اس کے لئے کچھ ایندھن جمع کرلوں، ماں نے کہا جب تک تو صحرا جائے گا اور ایندھن لائے گا تو دیر ہو جائے گی، ہمارا مہمان اس وقت تک بھوکا رہے گا، یہ بات جوان مردی کے خلاف ہے اس گھر میں دو نیزے رکھے ہوئے تھے اُن نیزوں کے پیچھے جو لکڑی تھی اس کو کاٹ ڈالا اور بکرے کو ذبح کیا اور اس کا گوشت پکا کر میرے سامنے لایا گیا۔

جب میں نے اُن کے حالات دریافت کئے تو مجھے معلوم ہوا کہ اُن کا کل سرمایہ وہ بکرا تھا جس کو ذبح کر کے انہوں نے میری مہمان نوازی کی، میں نے اس بڑھیا سے کہا کہ کیا مجھے جانتی ہو؟ اس نے کہا میں نہیں جانتی، میں نے کہا کہ میں حاتم طائی ہوں، کسی روز آپ میرے قبیلے میں آ ؤ تو میں تجھے کچھ نہ کچھ ہدیہ کروں گا، اس بڑھیا نے کہا کہ ہم اپنے مہمانوں سے کوئی جزا حاصل نہیں کرتے اور ہم کھانا نہیں بیچا کرتے، اس بڑھیا نے میری دعوت کو قبول نہ کیا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ خاندان مجھ سے بھی بڑا سخی ہے۔[1]

۳۔ پروردگار سخاوت کو پسند کرتا ہے:

یمن سے چند افراد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اُن میں ایک شخص بڑا منہ پھٹ تھا اور وہ حضور اکرمؐ سے لایعنی بحث کرنے لگا اور اس کی یاوہ گوئی اتنی بڑھی کہ رسالت مآبؐ کو غصہ آیا اور ناراضگی کے آثار آپ کی پیشانی پر ظاہر ہونے لگے اور آپؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، آپؐ نے سر جھکا کر زمین کی جانب دیکھنا شروع کر دیا، اسی اثناء میں جبرائیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ آپؐ کا پروردگار آپؐ کو سلام و درود کہتا ہے اور فرماتا ہے: ”ھذا رجل سخی یطعم الطعام“ ”یہ سخی شخص ہے یہ لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے“۔

یہ پیغام سنتے ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ ختم ہو گیا اور آپؐ نے فرمایا: ”اگر تیرے متعلق مجھے اللہ یہ نہ بتاتا کہ تو سخی ہے اور لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے تو میں تجھے نشان عبرت بنا دیتا“۔

یہ سن کر اس نے کہا: ”کیا تمہارا پروردگار سخاوت کو پسند کرتا ہے“

آپؐ نے فرمایا: ”جی ہاں“۔

تو اس نے بے ساختہ کہا: ”اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ“ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ

[1] جوامع الحکایات، ص ۲۱۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں''۔

میرے اور آپ کے پروردگار نے سچ فرمایا ہے میں نے آج تک کسی کو اپنے مال و دولت سے مایوس نہیں کیا۔[1]

۴۔ تین سو اشرفی:

ابن عباس روایت کرتے ہیں ایک دفعہ کہیں سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تین سو اشرفیاں ہدیہ کے طور پر موصول ہوئیں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تین سو اشرفیاں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کو عنایت کیں۔

جب حضرت علی علیہ السلام کو وہ اشرفیاں ملیں تو حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ خدا کی قسم میں انہیں راہ خدا میں خرچ کروں گا اور اللہ اسے قبول فرمائے گا۔

پھر ایک شب آپؑ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد ایک سو اشرفیاں اٹھا کر مسجد سے باہر آئے اور وہ ایک سو اشرفیاں ایک عورت کو صدقہ کے طور پر عطا کر دیں۔

جب صبح ہوئی تو لوگوں نے کہا رات امیر المومنین علیؑ نے عجیب کام کیا ایک سو اشرفیاں ایک بدکار عورت کو صدقہ کر دیں، اس پر حضرت علیؑ پریشان ہوئے اور اپنے آپ سے کہنے لگے آج رات میں صدقہ ضرور کسی ضرورت مند کو دوں گا۔

دوسری شب حضرت علیؑ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد ایک سو اشرفی اٹھا کر مسجد سے باہر آئے اور باہر کھڑے ہوئے شخص کو وہ ایک سو اشرفی صدقہ میں دے دی۔

جب صبح ہوئی تو لوگوں نے کہا عجیب بات ہے آج علیؑ نے جس شخص کو ایک سو اشرفی عطا کی ہے وہ پیشہ ور چور تھا۔

پھر تیسری رات علیؑ نے کہا خدا کی قسم آج میں ہر صورت اس کو ایک سو اشرفی صدقہ دوں گا جسے خداوند عالم قبول فرمائے گا، نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد ایک سو اشرفی اٹھا کر حضرت علیؑ نے باہر کھڑے ہوئے شخص کو دی۔

جب صبح ہوئی تو اہل مدینہ نے یہ کہا کہ عجیب بات ہے آج علیؑ نے ایک دولت مند شخص کو ایک سو اشرفی صدقہ میں دی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں اپنی پریشانی سے آگاہ کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام مجھے جبرائیل نے خبر دی ہے کہ اللہ نے آپؑ کے صدقات کو قبول کیا ہے اور اللہ نے آپ کے عمل کو پاکیزگی عطا کی ہے، سو اشرفی جب آپؑ نے پہلی رات ایک بدکار عورت کو دی تھی تو وہ اپنے گھر گئی اور اس نے بدکاری سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی ہے، اب بھی اس کے پاس وہ سو اشرفی موجود ہے اب وہ کسی سے نکاح کی خواہشمند ہے، دوسری رات جو آپؑ نے سو اشرفی ایک شخص کو دی تھی وہ واقعی ایک چور تھا، لیکن اب اس نے توبہ کر لی ہے اور اس سو اشرفی سے کاروبار کرنے کا سوچ رہا ہے، اور تیسری رات آپ نے جو سو اشرفی صدقہ میں دی ہے وہ واقعی ایک دولت مند شخص تھا، لیکن گھر جا کر اس نے

---

[1] علم اخلاق اسلامی، ۲۔ ۱۵۸۔ جامع السعادات ۲۔ ۱۱۵۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

سوچا کہ میں تو دولت مند ہوں نہ تو میں نے کبھی اپنے مال سے زکواۃ ادا کی ہے نہ ہی دوسرے واجبات شرعی ادا کئے، جب کہ علیؑ مجھ سے غریب ہے پھر بھی اس نے مجھے ایک سواشرفی بطور صدقہ عطا کی ہے، یہ سوچ کر اس نے کئی سالوں کا حساب کر کے زکواۃ کا حساب بنایا ہے اور اسے راہ خدا میں خرچ کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس عمل کو قبول فرمایا اور آپؑ کی شان میں یہ آیت نازل کی:

"رِجَالٌ. لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ. يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ"[1]

ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت، ذکر خدا اور قیام نماز اور ادائیگی زکواۃ سے غافل نہیں کرتیں وہ اس دن سے خوف کھاتے ہیں جس میں قلب ونظر منقلب ہو جائیں گے۔

۵۔ قیس بن سعد:

قیس بن سعد بن عبادہ بہت ہی مہمان نواز اور سخی انسان تھے اُن کو یہ سخاوت اپنے آباؤ اجداد سے ورثے میں ملی تھی، قیس کے والد سعد بن عبادہ بہت ہی سخی اور مہمان نواز انسان تھے، سعد کا تعلق قبیلہ بنی خزرج سے تھا اور وہ قبیلہ کے سردار تھے وہ زندگی کے آخری لمحات تک حضرت علی علیہ السلام کی بیعت پر قائم رہے، امام علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد انہوں نے امام حسنؑ کی حمایت کی تھی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں قیس بن سعد ایک جنگ میں شریک تھے راستے میں وہ لوگوں سے قرض لے کر اپنے دوستوں پر خرچ کرتے تھے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے انہوں نے آپس میں سوچا کہ اگر ہم نے قیس کو اس حالت میں رہنے دیا تو یہ اپنے باپ کی تمام جائیداد اس طرح سے ضائع کر دے گا، لہٰذا انہوں نے لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی بھی قیس کو قرض نہ دے۔

جب اس کے باپ سعدؓ نے یہ بات سنی تو بعد نماز جماعت وہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں لوگوں کے سامنے رسول اللہ کی خدمت میں ابوبکر وعمر کی شکایت کرتا ہوں وہ میرے بیٹے کو بخیل بنانا چاہتے ہیں۔

ایک مرتبہ وہ لشکر اسلام کے رئیس لشکر بنے اور لشکر کسی دوسرے ملک کی لشکر کشی کے لئے جا رہا تھا تو راستے میں قیس بن سعد نے اپنے دوستوں کے لئے اپنے نو اونٹ نحر کئے، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قیس کا یہ کردار بیان کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ بخشش اس خاندان کی پرانی سیرت ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہی قیس ایک دفعہ بیمار ہوئے لیکن انہوں نے محسوس کیا کہ بہت کم لوگ اس کی عیادت کو آئے، وہ بہت

[1] (سورہ النور ۳۷)

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پریشان ہوئے اوراپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ میری عیادت کونہیں آرہے؟

ساتھیوں نے جواب دیا کہ اکثر آدمی آپ کے مقروض ہیں لہٰذاوہ آپ کے سامنے آنے سے شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔

قیس نے کہا: ''خدابرباد کرے اس دولت کو جو برادران دینی کوایک دوسرے سے جدا کرے، پھرانہوں نے حکم دیا کہ مدینہ کی مسجداورگلیوں میں اعلان کردو کہ قیس نے جس جس سے بھی قرض لینا ہے، قیس سب کواپنا قرض معاف کرتا ہے، پس یہ اعلان کرنے کی دیرتھی کہ اتنابڑا ہجوم اُن کی عیادت کوآیا کہ اُن کے گھر کی سیڑھیاں تک ٹوٹ گئیں اور بعد میں انہیں نئی سیڑھیاں بنوانی پڑیں۔[1]

[1] پیغمبرویاران،۵۔۱۶۵،قاموس الرجال ۷،۳۹۹۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 49

شرک

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"لَا تُشْرِكْ بِاللهِ، اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ"[1]

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"المعاصی التی یرتکبون فهی شرك طاعة اطاعوا فیها الشیطان"[2]

''وہ گناہ جس کا لوگ ارتکاب کر رہے ہیں یہ شرک اطاعت ہے، اس میں لوگ شیطان کی اطاعت کر رہے ہیں''۔

مختصر تشریح:

شرک کرنا ایک نفسانی رذالت ہے اس کے مختلف علل واسباب ہیں، اکثر اوقات جہالت، غربت اور شک اور ان جیسے اور مسائل انسان کو شرک میں مبتلا کرتے ہیں اور ایسا شخص ایسی چیزوں پر اعتقاد کر لیتا ہے کہ وہ خدائی کی قابلیت رکھتی ہیں، وہ غیر اللہ کو بنیادی طور پر موثر سمجھ لیتا ہے، یا پھر غیر اللہ کی عبادت شروع کر دیتا ہے یا پھر عبادت کے عمل میں کسی غیر اللہ کو شامل کر لیتا ہے۔

مشرک جن چیزوں سے توسل کرتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ میرے لئے یہ بہت فائدہ مند ہیں حالانکہ وہ سخت گناہ کا ارتکاب کر رہا ہوتا ہے اس شرک کی وجہ سے اس کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ منافقت میں مبتلا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اپنے ہاتھوں سے دنیا و آخرت برباد کر دیتا ہے، اور اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن بنا دیتا ہے۔

ا۔ علی ابن حسکہ:

سہل ابن زیاد آدمی روایت کرتے ہیں کہ میرے کچھ دوستوں نے امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں ایک خط بھیجا اور اس میں

[1] سورہ لقمان آیت نمبر ۱۳۔

[2] سفینۃ البحار، ا۔ ۶۹۷۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

انہوں نے تحریر فرمایا کہ علی ابن حسکہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ آپ کے دوستوں میں سے ہے اور آپؑ کا مرید خاص ہے، اور وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آپ حضرات خدا ہیں اور وہ آپ کا دروازہ ہے جسے آپ نے پیغمبر بنایا ہے اور اس کے ساتھ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکواۃ وغیرہ یہ سب آپ کی معرفت کے ذرائع ہیں جو شخص آپ کی معرفت رکھتا ہے وہ مومن کامل ہے اس کے لئے نماز، روزہ اور حج وغیرہ کی پابندی ضروری نہیں۔

امام حسن عسکری علیہ السلام نے اُن کے جواب میں یہ خط لکھا کہ علی بن حسکہ جھوٹ کہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے، وہ ہمارے دوستوں میں سے نہیں ہے خدا کی قسم! محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ سے پہلے جتنے بھی انبیاء گزر رے تھے انہوں نے توحید، نماز، روزہ، زکواۃ، حج اور ولایت کی تبلیغ کی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو توحید خداوندی کی دعوت دی اور ہم رسول خداؐ کے جانشین ہیں اور خدا کے بندے ہیں ہم خدا کے لئے کسی شریک کے قائل نہیں ہیں، اگر اُن میں سے جو دکھائی دیں تو پتھر مار مار کر اُن کے سروں سے مغز تک باہر نکال دینا۔

واضح رہے کہ علی ابن حسکہ غالی تھا اور انحرافی عقائد رکھتا تھا، اُس نے کچھ شاگردوں کی تربیت کی تھی جن میں قاسم شعوانی یقطینی، ابن بابا اور محمد بن موسیٰ شریفی شامل تھے۔

امام علیہ السلام نے اعلان کیا کہ میں ان سب سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں اور خدا ان پر لعنت کرے، چنانچہ اس طرح امام علیہ السلام نے شرک کی تردید کی۔ [۱]

۲۔ مشرک مومن ہوجاتا ہے:

شبیہ بن عثمان مکہ کے رہنے والا تھا اور یہ مشرک تھا اس کا بھائی اور باپ جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے، یہ ہمیشہ کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہتا کہ کسی نہ کسی طریقے سے اسے موقع ملے تو وہ رسول پاک پر حملہ کرے اور آپؐ کو شہید کر کے اپنے بھائی اور باپ کا بدلہ لے۔

مدت تک انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ ۸ھ میں جنگ حنین کا واقعہ رونما ہوا، دوران جنگ اسے ایک دفعہ موقع ملا اور اپنے آپ سے کہنے لگا آج بڑا اچھا موقع میرے ہاتھوں لگا ہے اس نے اپنے آپ کو آپؐ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا اور وہ رسول اللہ کی پشت کی جانب آیا تا کہ وہ ارادے کو عملی جامہ پہنا سکے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی بری نیت سے آگاہ ہوگئے اور آپؐ پیچھے مڑے اور اس کے سینے پر مُکا مارا اور فرمایا کہ میں تیرے شر سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

شبیہ کہتا ہے جیسے ہی مجھے مُکا لگا تو میرے تمام اعضاء پر لرزہ طاری ہوگیا، اچانک میں نے پیغمبر اکرمؐ کے چہرہ پر نگاہ کی تو

[۱] شاگردان مکتب آئمہ، ص ۱۲، رجال کشی ص ۴۳۵۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

مجھے یوں محسوس ہوا کہ پوری کائنات میں مجھے کوئی شخص سب سے زیادہ محبوب ہے تو آپؐ ہی ہیں، حتی کہ مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ آپ مجھے میری آنکھوں اور کانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو اسی وقت میں کھڑا ہوا میں نے اللہ کی توحید اور آپؐ کی رسالت کا اقرار کیا اور مسلمان ہوگیا، اس کے بعد میں نے گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو میری پوشیدہ نیت سے آگاہی دی۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا اور دعا کی کہ پروردگار اس کے سینے سے شیطان کو دور کر دے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیبہ بتاؤ جو کچھ تم نے ارادہ کیا تھا وہ بہتر تھا یا جو کچھ خدا نے چاہا ہے وہ بہتر ہے۔[1]

۳۔ پوشیدہ شرک:

ابوسعید الخذری کہتے ہیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی بہت بڑھ چکی تھی تو ہم چند افراد باری باری رسول اللہ کی حفاظت کیا کرتے تھے، ایک دفعہ ہم بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں سرگوشی کر رہے تھے آپ اسی اثنا میں ہمارے پاس آئے، جب انہوں نے ہمیں ایک دوسرے کے کانوں میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''یہ کانوں میں باتیں کرنے کا عمل کیا ہے'' کیا تمہیں اس سے منع نہیں کیا گیا؟ یعنی ایک دوسرے کے کانوں میں لگ کر باتیں نہ کیا کرو، ہم نے کہا: ''ہم خدا اور رسولؐ کے حضور اپنے اس عمل پر معذرت کرتے ہیں، ہم اس وقت آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے کے کانوں کان لگ کر دجال کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو؟ میں تجھے اس کے متعلق بتاؤں جس کا فتنہ دجال سے بھی بڑا ہوگا''؟

ہم نے عرض کیا: ''کیوں نہیں''

آپؐ نے فرمایا: ''شرک خفی یعنی پوشیدہ شرک یہ انسان کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے اس کا فتنہ دجال سے بھی زیادہ برا ہے''[2]

۴۔ کفر بھی اور شرک بھی:

ولید ابن یزید ۱۲۵ھ کو اموی خلیفہ برسر اقتدار آیا، یہ وہ منحوس شخص تھا جس کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے پشین گوئی کی تھی اور فرمایا تھا میرے بعد میری امت پر ایک ایسا خلیفہ مسلط ہوگا جو فرعون سے بھی بدتر ہوگا۔

وہ ہمیشہ شراب میں مست رہتا تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ کون کہتا ہے کہ نبوت بنی ہاشم میں آئی، نہ ہی خدا کی طرف سے کوئی کتاب نازل ہوئی، اگر واقع خدا ہے تو اُسے کہو کہ مجھے شراب پینے سے روک کر دکھائے۔

ایک شب موذن نے صبح کی اذان دی تو اس وقت وہ اپنی ایک کنیز سے مجامعت کر چکا تھا، موذن نے آکر اُسے کہا کہ خلیفہ

---

[1] حکایتھای شنیدانی، ۳۔ ۸۳، بحار الانوار، ۲۱۔ ۱۸۱۔
[2] داستانھاو پندھا، ۱۰۔ ۶۵ تفسیر قرطبی ۹۔ ۶۱۔ ۶۴

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

صاحب آپ چلیں اور مسلمانوں کونماز صبح پڑھوادیں،خلیفہ نے کنیز کوحکم دیا کہ تم میرا لباس پہن کر جاؤ اور مسلمانوں کونماز پڑھوا کر واپس آؤ، چنانچہ کنیز حالت جنابت میں مسجد گئی اور لوگوں کونماز پڑھوا کر واپس آ گئی۔

ایک دن ولید نے فال حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید سے استخارہ کرنا چاہا تو اس کے سامنے یہ آیت آئی ''وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ''(سورہ ابراہیم آیت نمبر ۱۵)یعنی انبیاء کو کامیابی حاصل ہوئی جب کہ تمام ظالم اور جابر لوگوں کو شکست ہوئی جیسے ہی اس نے یہ آیت دیکھی تو اسے قرآن پر غصہ آیا اور قرآن مجید کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا،حتی کہ قرآن پارہ پارہ ہو گیا، پھر اُس نے عربی میں کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن تو جبار وعنید کو ڈرا رہا ہے جب قیامت کے دن خدا کے نزدیک جانا تو کہنا کہ مجھے ولید نے پارہ پارہ کر دیا ہے.جی ہاں میں جبار وعنید ہوں۔

اس کے اس ظلم اور کفر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایک سال تک بھی حکومت نہ کر سکا بدترین طریقے سے اسے قتل کر دیا گیا تھا،اس کے محل کے دروازے پر اس کی لاش کو لٹکا دیا گیا اور اس کے ناپاک جسم کو شہر کے باہر دفن کیا گیا۔[۱]

۵۔ مشرکین سے مناظرہ:

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے پوری زندگی توحید کا پرچم اُٹھایا،آپ نے بت پرستوں سے مناظرے کئے آپؑ کے دور میں ایسے لوگ بھی تھے جو مظاہر فطرت یعنی چاند، ستاروں اور سورج کی عبادت کیا کرتے تھے،حضرنے بابل حران میں رہنے والے ایسے لوگوں سے بحث ومناظرے کئے، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ستارگان کے ناموں سے اپنے اپنے عبادت خانے بنوائے ہوئے تھے۔

آپؑ نے ستارہ پرستوں سے مختلف طریقوں سے مناظرہ کیا، جب رات ہوئی تو زہرہ ستارہ چمکنے لگا تو آپؑ نے ستارہ پرستوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ کیا یہی میرا رب ہے،انہوں نے کہا کہ جی ہاں، جب کچھ دیر بعد زہرہ ڈوب گیا تو آپؑ نے ستارہ پرستوں سے کہا کہ میں اس کی عبادت نہیں کرتا جو ڈوب جائے۔جب چاند برآمد ہوا تو آپؑ نے چاند کی پوجا کرنے والوں سے کہا کہ کیا یہی رب ہے؟انہوں نے جواب دیا:''جی ہاں یہی رب ہے'' جب چاند ڈوب گیا تو آپؑ نے فرمایا اگر میرے رب نے مجھے راہنمائی نہ دی تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔پھر جب سورج طلوع ہوا تو آپؑ نے سورج کی عبادت کرنے والوں سے کہا کہ کیا یہی پروردگار ہے؟انہوں نے کہا جی ہاں!

جب سورج ڈوب گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ میں مشرکین اور کافروں کے ہر کام سے بیزار ہوں، میں نے اپنا رخ خدا کی طرف متوجہ کیا ہے جس نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے،آپؑ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ خدا نے مجھے راہ راست دکھایا ہے کیا اس کے متعلق مجھ سے جھگڑا کرو گے،تم جن چیزوں کو اس کے ساتھ شریک کرتے ہو تو اُن چیزوں سے ذرا بھی خوف محسوس نہیں کرتا۔[۲]

[۱] تتمۃ المنتھی ص ۹۰۔

[۲] تاریخ انبیائی،۱۔۱۳۴

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 50

شیطان

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ۝" [1]

بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔

"لئس لابلیس اشد من النساء والغضب" [2]

"شیطان کا سخت ترین حملہ عورتوں اور غصہ کے ذریعے ہوتا ہے"

مختصر تشریح:

ہدایت رحمانی کے مقابلے میں ابلیس کی گمراہ کن پالسیاں بھی جاری ہیں، انسان کے پاس عقل سلیم ہے جس میں پورا ایک لشکر ہے، شیطان کا لشکر بھی انسان کے ذہن میں رہتا ہے وہ جہالت ہے اور اس کے بھی بہت سے کارندے ہیں، انسان، شیطان، اور اس کے لشکروں سے تب نجات حاصل کرسکتا ہے جب اس کے وسواس پیدا کرنے کے طریقوں سے واقف ہو۔

اگر انسان محسوس کرے کہ وہ شیطان کے جال میں پھنس چکا ہے تو اس کو چاہیے کہ فوراً توبہ کرے، تاکہ اس کا دل سیاہ نہ ہونے پائے، اگر دل میں سیاہی پھیل گئی تو پھر شیطان کے جال سے نکلنا مشکل ہوجائے گا۔

ا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور شیطان:

جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے اترے تو شیطان آپؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپؑ کے میرے اوپر احسان ہیں میں آپؑ کے احسان کا بدلہ چکانے کے لیے آپؑ کے پاس آیا ہوں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: "مجھے یہ بات پسند ہی نہیں ہے کہ تو کہے کہ میرا تجھ پر احسان ہے اور تو اس کی جزا دینے

[1] سورہ یوسف، آیت نمبر ۵۔

[2] بحار الانوار، ۷۸۔۲۴۶

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کے لئے میرے پاس آئے، بتا! میں نے تیرے اوپر کون سا احسان کیا ہے؟

اس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کافی محنت کی تھی آپؑ نے بددعا کی اور وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے، اب مجھے کسی کو گمراہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی اب میں کچھ دن آرام کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو پیدا کرے گا پھر میں انہیں گمراہ کروں گا تب تک میں آرام وسکون کروں گا، کیونکہ آپؑ نے مجھے آرام وسکون دے دیا ہے اس لئے آپؑ کا مجھ پر احسان ہے۔

اس احسان کا بدلہ میں میں آپ کو نصیحت کرنے کے لئے آیا ہوں، اور آپ سے کہتا ہوں کہ تین چیزوں سے پرہیز کرنا:

نمبر ۱: تکبر نہ کرنا، میں نے تکبر کیا تھا اور اس تکبر کی وجہ سے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی بارگاہ سے دھتکار دیا تھا۔

نمبر ۲: حریص نہ بننا، آدم وحوا جنت میں رہ رہے تھے انہیں وہاں کوئی پریشانی لاحق نہیں تھی انہوں نے حرص کیا اور ممنوعہ درخت کا پھل کھایا جس کی وجہ سے وہ جنت سے محروم ہو گئے اگر وہ حرص نہ کرتے تو وہ جنت میں رہتے۔

نمبر ۳: حسد نہ کرنا کیونکہ اس حسد کی وجہ سے قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا، اور ہمیشہ کے لئے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گیا۔[1]

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شیطان:

ایک روز شیطان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا کہ آپؑ خدا کے پیغمبر ہیں اور خدا تعالیٰ کی مخلوقات میں سے سب سے زیادہ گناہگار میں ہوں، میں چاہتا ہوں کہ کہ میں توبہ کروں، جب خدا تعالیٰ کے حضور جانا تو کہنا کہ گناہگار توبہ کرنا چاہتا ہے میری توبہ کو قبول کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''میں تیری درخواست خداوند تعالیٰ کے ہاں پیش کروں گا، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ! میں تیری شفاعت کورد نہیں کرتا، میرا اور اس کا اختلاف سجدہ آدم پر تھا اس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا اس لئے میں نے اسے دھتکار دیا تھا، اس سے جا کر کہو کہ اگر وہ توبہ کرنا چاہتا ہے تو آدمؑ کی قبر پر چلا جائے اور وہاں جا کر سجدہ کرے اس کی توبہ قبول ہو جائے گی۔

موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور سے واپس آئے تو ابلیس اُن کے انتظار میں تھا اور پوچھا کہ کیا ہوا؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ میں نے خدا کے حضور تیری سفارش کی تھی، خداوند تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر وہ توبہ کرنا چاہتا ہے تو قبر آدم پر جا کر سجدہ کرے پھر میں اس کی توبہ قبول کرلوں گا، اس کی تمام خطائیں معاف کر دونگا۔

ابلیس نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگا جب آدم زندہ تھے تو اس وقت میں نے سجدہ نہیں کیا اب جب آدم مر گئے ہیں تو اُن کی قبر پر جا کر کیوں سجدہ کروں؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا پھر اس نے کہا: ''موسیٰ! تم نے خدا کے حضور میری سفارش کی ہے اس لئے میری گردن پر تمہارا احسان ہے اور میں اس احسان کے بدلے میں تجھے ایک نصیحت کرتا ہوں۔

---

[1] عنوان الکلام، ص ۱۶۷۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ابلیس نے کہا: ''میری پہلی نصیحت یہ ہے کہ تکبر نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدم کے سجدے کا حکم دیا تھا تو میں نے تکبر کیا تھا اور سجدہ نہیں کیا تھا اگر میں اس دن تکبر نہ کرتا تو بزم ملائکہ سے مجھے نہ نکالا جاتا اور میں ذلیل نہ ہوتا۔

میری دوسری نصیحت یہ ہے کہ حرص کے قریب نہ جانا، اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ آدم کے لئے ساری جنت مباح کی تھی، پوری جنت میں صرف ایک درخت ایسا تھا جس سے منع کیا گیا آدم نے حرص سے کام لیا اور ممنوعہ درخت کے پاس چلے گئے اگر آدم حرص نہ کرتے تو انہیں جنت سے نہ نکالا جاتا۔

اور تمہیں تیسری نصیحت یہ کرتا ہوں کہ غیر عورت کے ساتھ کبھی تنہا نہ بیٹھنا، جہاں بھی مرد وعورت اکیلے بیٹھے ہوں تو وہ درحقیقت اکیلے نہیں ہوتے اس مقام پر تیسرا میں ہوتا ہوں۔ [۱]

۳۔ فرعون:

مصر کا ایک شخص انگور کا ایک خوشہ لے کر فرعون کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اسے مروارید میں تبدیل کردو، فرعون وہ خوشہ لے کر اپنے گھر میں آیا اور سوچنے لگا کہ میں اس خوشہ انگور کو جواہرات میں تبدیل کیسے کروں۔

اتنے میں شیطان فرعون کے دروازے پر آیا اور دستک دی

فرعون نے اندر سے کہا کون ہے؟

شیطان نے کہا: لعنت ہے ایسے خدا پر جیسے یہ بھی پتا نہیں کہ دروازے پر آنے والا کون ہے یہ کہا اور اس کے گھر میں داخل ہو گیا اور اس نے فرعون کے ہاتھوں سے وہ خوشہ انگور لیا اور اس پر اسم الٰہی کا ورد کیا اور وہ جواہرات میں تبدیل ہو گیا۔

اس وقت شیطان نے فرعون سے کہا: ''فرعون اب ذرا انصاف کرنا میں نے اتنا صاحب کمال ہونے کے باوجود خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تو اتنا بڑا جاہل اور نادان ہے اس کے باوجود لوگوں سے کہہ رہا ہے کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں، فرعون نے کہا: اچھا یار یہ بتاؤ تم نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا تھا؟

شیطان نے جواب: ''کیونکہ میں جانتا تھا کہ آدم کی پشت سے تجھ جیسے ناپاک انسان ہوں گے اس لئے میں نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا'' [۲]

۴۔ معاویہ:

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ معاویہ اپنے محل میں سویا ہوا تھا اچانک ایک شخص آیا اور اُسے بیدار کیا، جب معاویہ نے اسے

---

[۱] شنیدنیھای تاریخ ص ۲۵۸، محجۃ البیضاء ۵۔۵۹

[۲] پند تاریخ، ۱۔۲۳

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

دیکھا تو حیران ہوگیا کہ اتنے دربانوں کے ہوتے ہوئے یہ شخص کیسے اندرداخل ہوگیا ہونہ ہو یہ کوئی دشمن ہے، معاویہ فوراً اٹھا اور پردوں کے پیچھے چھپ گیا۔

اوراس سے کہا کہ کون ہے گستاخی کرنے والا اورمیرے محل میں بغیر اجازت اندر آنے والا؟

اس نے کہا: ''میں شیطان ہوں''۔

معاویہ نے کہا: مجھے کیوں بیدار کیا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ نماز کا وقت ہے تاکہ اصل وقت میں مسجد میں جاؤ اور نماز ادا کرو۔

معاویہ نے کہا: ''مجھے تو تعجب ہے تو شیطان ہے اور تو لوگوں کی خیرخواہی نہیں چاہتا پھر تو مجھے نماز کے لئے جگانے آ گیا۔

شیطان نے کہا: ''جی ہاں میں نے تجھے بیدار کیا تاکہ تیری نماز قضا نہ ہو، ورنہ ایسا ہوتا تو سو یا رہتا، تیری نماز قضا ہوجاتی اور تیرا دل ٹوٹ جاتا اور تو ''آہ'' بھرنے کا دکھ تیرے لئے نماز پڑھنے سے زیادہ فائدہ مند ہوتا، میں چاہتا ہوں کہ یہ آہ نالہ تجھے نصیب نہ ہو'' یہ کہا اور آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔[1]

۵۔حضرت یحییٰ علیہ السلام اور شیطان:

ایک دن شیطان ملعون موٹی موٹی زنجیریں ہاتھ میں لیکر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سامنے ظاہر ہوا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے پوچھا: ''ابلیس تو ان زنجیروں کو کیا کرتا ہے''؟ شیطان کہنے لگا: ''یہ مختلف قسم کی زنجیریں ہیں ان کے ذریعے سے میں فرزندان آدم کو گرفتار کرتا ہوں''۔

حضرت یحیی علیہ السلام نے فرمایا: ''کیا ان رسیوں اور زنجیروں میں سے تم نے میرے لئے بھی کوئی چیز تیار کر رکھی ہے؟

کہنے لگا: جی ہاں، جب آپ شکم سیر ہو کر کھانا کھائیں گے تو آپ پر سُستی طاری ہوجائے گی اور اس سُستی کی وجہ سے آپ کی نماز اور ذکر الٰہی کی رغبت نہیں رہے گی۔

جیسے ہی حضرت یحیی علیہ السلام نے یہ بات سنی تو کہا: ''خدا کی قسم آج کے بعد کبھی میں شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھاؤں گا''۔

ابلیس نے کہا: ''خدا کی قسم میں آج کے بعد کسی کی خیرخواہی نہیں کروں گا''۔[2]

---

[1] داستانھای مثنوی، ۲۔۱۵۔

[2] ابلیس نامہ، ۱۔۳۵، محاسن برقی ص۴۳۹۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 51

صبر

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ"[۱]

''پس (اے رسول) صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا''

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"حلاوة الظفر تمحوا مرارة الصبر"[۲]

''کامیابی کی مٹھاس صبر کی تلخی کو ختم کردیتی ہے''

مختصر تشریح:

کچھ لوگوں کے لئے صبر کا ابتدائی حصہ تلخ ہوتا اور اس کا انجام شیریں ہوتا ہے، جب کہ کچھ لوگوں کے لئے صبر کا آغاز بھی تلخ ہوتا اور انجام بھی تلخ ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کے لئے صبر کا ہر لمحہ شیریں ہوتا ہے جو شخص کسی تکلیف یا مصیبت پر صبر کرتا ہے اور خلق خدا سے اس کی شکایت نہیں کرتا نہ ہی بے تابی کا مظاہرہ کرتا ہے تو ایسا شخص بہت بڑا صابر ہوتا ہے۔

جس شخص پر کوئی تکلیف آئے تو وہ اس پر صبر نہ کرے اور اس کے لئے خدا کی طرف رجوع نہ کرے تو ایسے شخص کا شمار اہل جزع میں ہوتا ہے۔

تکالیف اور آزمائش میں پہچان ہوتی ہے کہ صابر کون ہے، صادق کون ہے اور کاذب کون ہے، صابر نور الٰہی کو پا کر تمام تکالیف پر صبر کا مظاہرہ کرتا ہے اور ایک کاذب شخص مصیبت کے وقت اضطراب کا شکار ہوتا ہے اور اس کی حالت غیر ہو جاتی ہے۔

---

[۱] سورہ احقاف، آیت نمبر ۳۵۔

[۲] غرر الحکم، ح ۴۸۸۲۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

۱۔ دین کی زندگی صبر میں مضمر ہے:

ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ سے مسجد قبا کی طرف جا رہے تھے راستے میں اُنکا گزر ایک خوبصورت باغ سے ہوا، حضرت علیؑ نے کہا: ''یارسول اللہ! یہ باغ کتنا ہی اچھا ہے'' پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یا علیؑ! جنت میں تیرا باغ اس سے کئی درجہ بہتر ہے''۔

راستے میں سات باغات آئے، حضرت علیؑ ہر باغ کو دیکھ کر یہی بات کہتے تو رسول خداؐ بھی ہر دفعہ یہی جواب دیتے رہے۔

آخر میں رسول خدا نے حضرت علی علیہ السلام کو سینے سے لگایا اور زار و قطار رونے لگے، حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رونے کی وجہ پوچھی تو رسول خداؐ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں لوگوں کے دلوں میں تیرا کینہ بھرا ہوا ہے، میری وفات کے بعد یہ کینے ظاہر ہوں گے''۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! مجھے اُن حالات میں کیا کرنا ہوگا؟'' رسول خداؐ نے فرمایا: ''یا علیؑ! تجھے اُن حالات میں صبر کرنا ہوگا، اگر آپ نے صبر نہ کیا تو آپؑ کی مشکلات اور تکالیف میں اضافہ ہوجائے گا۔

عرض کیا: ''کیا آپ کو میرے دین کی ہلاکت کی بھی فکر ہے؟''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تیری زندگی صبر میں ہے''۔[۱]

۲۔ صبر کے بعد آسانی:

ایک غریب عورت جس کا صرف ایک ہی بیٹا تھا اور وہ سفر پر گیا ہوا تھا اس کا سفر کافی طویل ہوگیا، جس کی وجہ سے وہ خاتون کافی پریشان ہوگئی، اس پریشانی کے عالم میں وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی ''فرزند پیغمبرؐ میرا بیٹا کافی دنوں سے سفر پر گیا ہوا اور واپس نہیں آیا جس کی وجہ سے میں کافی پریشان ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ''بی بی آپ جائیں اور صبر کریں''

وہ خاتون چلی گئی اس نے چند روز مزید اپنے بیٹے کا انتظار کیا جب اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو امام علیہ السلام کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئی اور کہا: اے فرزند رسول ابھی تک میرا بیٹا واپس نہیں آیا اس کا سفر طویل ہوگیا اب میں کیا کروں؟'' امامؑ نے فرمایا: ''کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ صبر کرو''

خاتون نے کہا ''خدا جانتا ہے اب میرا صبر آخری درجہ پر پہنچ چکا ہے، اب میں مزید صبر کرنے کے قابل ہی نہیں رہی''۔

امام نے فرمایا: اچھا یہ بات ہے تو تم اپنے گھر جاؤ، وہاں تمہارا بیٹا آچکا ہے، وہ جلدی سے اپنے گھر گئی اور دیکھا کہ واقعی اس

---

[۱] داستانھای زندگی علیؑ ص ۷۹، مناقب بن شہر آشوب۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کا بیٹا گھر آچکا تھا، بے حد خوش ہوئی اور اپنے آپ سے کہنے لگی کہ آخر امام علیہ السلام کو کیسے معلوم ہوا تھا کہ میرا بیٹا واپس آچکا ہے کیا امام پر وحی نازل ہوتی ہے؟ اور کہا کہ میں امامؑ کی خدمت میں جا کر امام سے پوچھوں گی۔

پھر وہ خاتون امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ مولا جیسے آپ نے فرمایا تھا واقعی میرا بیٹا اس وقت گھر آچکا تھا کیا آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ کو یہ مخفی خبر کیسے معلوم ہوئی؟۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھے یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں معلوم ہوئی کیونکہ رسول خدا کا فرمان ہے ''عند فناء الصبر یاتی الفرج'' جب انسان کا صبر آخری درجہ پر پہنچ جائے تو اس وقت اس کے معاملات میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے''۔

کیونکہ تیرا صبر آخری درجہ تک پہنچ چکا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ اس وقت خدا نے تیری مشکل کشائی کر دی ہے اس لئے میں نے تجھے خبر دی کہ جاؤ تیرا بیٹا واپس آچکا ہے۔[1]

۳۔ حضرت بلال کا صبر:

سبقت اسلام کا شرف حاصل کرنے والے خوش نصیب افراد میں بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا، وہ بنی جمح کے غلام زادوں کی نسل سے تعلق رکھتے تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ابوجہل لعین انہیں گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیتا تھا، گرم ریت اور دہکتے ہوئے انگاروں پر انہیں لٹایا جاتا تھا، ان کی پشت گرمی کی وجہ سے جل جاتی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے صبر کا دامن نہ چھوڑا۔

ابوجہل ان سے کہتا تھا کہ محمد کا دین چھوڑ دے، مگر وہ جواب میں ہمیشہ کہتے تھے: ''احد، احد یعنی اللہ ایک ہے''۔

ایک دن حضرت بلالؓ کو اذیت دی جا رہی تھی اور وہ زبان سے احد، احد کا نعرہ مستانہ بلند کر رہے تھے کہ وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا، وہ بلال کی اس جرات ایمان سے بہت متاثر ہوئے اور کہا: ''بلالؓ اگر اس حالت میں تو مر گیا تو ہم تیری قبر کے مقام کو سوز و گداز اور نالوں کا مقام قرار دیں گے۔

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات کی اور فرمایا: ''اگر میرے پاس کچھ دولت ہوتی تو میں بلالؓ کو اس کے مالک سے خرید لیتا''

حضرت ابوبکرؓ نے عباس بن عبدالمطلبؓ سے درخواست کی کہ وہ بلالؓ کو ان کے لئے خرید کریں۔

عباسؓ، بلالؓ کی مالک عورت کے پاس گئے اور بلال کی خریداری کے لئے اس سے رابطہ کیا، عورت نے کہا آپ اسے مت خریدیں یہ خبیث اور بدسیرت غلام ہے، عباسؓ دوسرے دن پھر اس عورت کے پاس گئے، آخر کار عورت نے بلالؓ

---

[1] حکایتہای شنیدنی ۵، ۷ء۱۴۔لئالی الاخبار، ا۔۲۶۶

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کوفروخت کردیا۔

عباسؓ، بلالؓ کوخرید کرحضرت ابوبکر کے پاس لے گئے،حضرت ابوبکرؓ نے بلالؓ کوآزادکردیا، پھررسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلالؓ کواپناموذن مقررکردیا۔[۱]

۴۔ بدلہ سے صبر بہتر ہے:

جب جنگ احد ختم ہوئی تو رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا:''میرے چچاحمزہؓ کے متعلق کسی کوعلم ہے؟'' حارث بن صمت نے کہا: میں نے ان کا مقام شہادت دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا کہ جاکر دیکھوکہ میرے چچا کی لاش کس حالت میں ہے۔

حارث نے حضرت حمزہ کی لاش کی حالت دیکھی تو رسول خداکوبتانے پرآمادہ نہ ہوا۔

بعدازاں پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حمزہ کوتلاش کرنے کے لئے خوداُٹھے جب آپؐ حمزہ کی لاش پر پہنچے تو لاش کا مُثلہ ہو چکا تھا یعنی ناک اورکان کاٹ لئے گئے تھے اوراُن کا شکم چیر کا کلیجہ نکال کر چبایا جاچکا تھا۔

اپنے چچاحمزہ کی مظلومیت دیکھ کرآپ رونے لگے اورفرمایا: اللہ تو ہی قابل حمد ہے اورتو ہی ہمارا ناصر ومددگار ہے ظالموں کا شکوہ ہم تیرے حضور ہی کرتے ہیں پھرآپؐ نے فرمایا: مجھ پرحمزہ کی مصیبت جیسی اورمصیبت کبھی واردنہ ہوگی''۔

پھرآپ نے فرمایا: اگراللہ نے مجھے قریش پر مسلط کیا تو میں ان کے ستر افراد کا مثلہ کروں گا، اس وقت جبرائیل امین یہ آیت لےکرنازل ہوئے:

''وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۚ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ''

اگرتم بدلہ لوتواتنی ہی سزادوجتنی سزاتمہیں ملی ہے اوراگرتم صبرکروتو یہ صابرین کے لئے بہتر ہے۔

آپ نے تین مرتبہ فرمایا: میں صبرکرتاہوں۔

حضرت حمزہ کوغلام نے ہندجگرخوار کے کہنے پر قتل کیا تھا، کیونکہ ہند کا باپ عتبہ جنگ بدر میں حضرت حمزہ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا، جب غلام نے حضرت حمزہ کوشہید کیا تو ہند حضرت حمزہ کی لاش پرآئی ان کا مثلہ کیا یعنی ناک اورکان کاٹ لئے اورشکم چیرکرکلیجہ نکال کراسے چبایا۔

ہند نے حضرت حمزہ کےقتل کےعوض غلام کواپنا گلوبنداورکچھ رقم دےکرآزادکردیا۔[۲]

---

[۱] پیغمبرویاران، ۲-۶۶، اسدالغابہ، ۱-۲۰۶۔

[۲] منتخب التواریخ ص ۵۱۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

۵۔شب عروسی:

سبط الشیخ نقل کرتے ہیں کہ اطراف بغداد میں رہنے والے شیعوں کا رواج یہ تھا کہ جب وہ اپنے بیٹوں کی شادی کرتے تو ایک ہی رات میں نکاح اور رخصتی ہو جاتی تھی، چنانچہ ایک عرب شیخ نے اپنے بیٹے کے لئے ایک رشتہ طلب کیا اُس نے قبول کیا اور تاریخ مقرر ہوئی اور شادی کا جشن شروع ہوا۔

اس وقت مرجع تقلید عرب حاج شیخ مہدی خالصی کو عقد کے لئے بلوایا گیا، چند نوجوان دولہا کو لینے گئے تا کہ اسے تمام مراسم کے ساتھ محفل میں لایا جائے انہوں نے دولھا کو ساتھ لیا اور ہوائی فائرنگ شروع کی، اُن جوانوں میں ایک سید نوجوان بھی تھا جب اس نے ہوائی فائرنگ کی تو غلطی سے ایک فائر دولہے کے سینے پر جالگا جس کی وجہ سے دولھے کی موت واقع ہوگئی، وہ نوجوان خوف سے وہاں سے بھاگ نکلا، لوگوں نے جا کر دولھا کے باپ کو اس واقعے کی اطلاع دی تو وہ رونے لگ گیا، اور پوری شادی کا جشن محفل عزا میں تبدیل ہو گیا۔

مرحوم شیخ مہدی خالصی نے اس مرحوم نوجوان کے والد کو صبر کا حکم دیا اور فرمایا: کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم سب پر زیادہ حق ہے اور ہم سب رسول اللہ کی شفاعت کے حقدار ہیں، اس سید نوجوان نے جان بوجھ کر یہ حرکت نہیں کی اور یہ قضا وقدر کا فیصلہ تھا تیرے بیٹے کو گولی لگ گئی اور وہ فوت ہو گیا، لہٰذا رسول خدا کی شفاعت حاصل کرنے کے لئے تم اس سیدزادے کو معاف کر دو اور اس مصیبت پر صبر کرو، خداوند تعالیٰ تجھے صابرین کی جزا عطا کرے گا، دولھا کا باپ کافی دیر تک شیخ مہدی خالصی کی باتیں سنتا رہا اور خاموش رہا، پھر اس نے کہا کہ جناب بات یہ ہے کہ ہم نے اتنے مہمانوں کو بلایا ہے اور اب ہماری شادی کی محفل محفل عزا میں بدل چکی ہے اور میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کو ادا کرنا چاہتا ہوں آپ ایسا کریں کہ وہ سیدزادہ کنوارہ بھی ہے، میں اس سیدزادے کو اپنے بیٹے کا خون بھی معاف کرونگا اور اپنے بیٹے کی بجائے میں اس سیدزادے کا نکاح اسی دولہن سے کرنا چاہتا ہوں آپ اس سیدزادے کو بلوائیں۔

شیخ نے اُسے آفرین کہی، چند نوجوان اس سید کو لینے کے لئے گئے اور اُسے کہا کہ دولھا کا باپ تجھے معاف بھی کرتا ہے اور اپنے بیٹے کی بجائے اس دلہن سے تیری شادی بھی کرنا چاہتا ہے اُسے یقین نہ آیا وہ یہ سمجھنے لگا کہ اس بہانے سے مجھے لے جا کر قتل کر دیا جائے گا جب اُسے مسلسل یقین دہانی کرائی گئی تو وہ آ گیا، آخر کار اُسی رات اس نوجوان سید کا نکاح ہوا اور دوسرے دن اس دوسرے جوان کی تجہیز وتکفین کی گئی۔ [1]

[1] داستانھای شگفت، ص ۲۵۵۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 52

صدقہ

قرآن مجید میں ارشادخداوندی ہے:

"اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ"[1]

''اگرتم علانیہ خیرات دوتو وہ بھی خوب ہے''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تصدقو ولو بتمرة"[2]

''صدقہ دواگرچہ کھجورکاایک دانہ ہی کیوں نہ ہو''

مختصرتشریح:

صدقہ دوطرح کا ہوتا ہے،صدقہ کی ایک قسم یہ ہے کہ چھپا کر دیا جائے جیسا کہ ائمہ معصومین علیہ السلام کی سیرت تھی،اس طرح کا صدقہ مصیبتوں کے دورہونے،طویل عمراورفقر کے خاتمہ کا سبب بنتا ہے اورانسان سے ستر قسم کی مرگ بدکو دورکرتا ہے خاموشی کے ساتھ دیئے جانے والے صدقے سے اللہ کا غضب خاموش ہوجاتا ہے۔

صدقہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ یہ صدقہ ظاہری طور پر لوگوں کے سامنے دیا جاتا ہے اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اوراس سے شیطان کی کمر ٹوٹ جاتی ہے،عام بات یہ ہے کہ صدقہ میں مالیت،خوراک ولباس معیارکمال نہیں ہے اس میں اہم بات خلوص نیت کی ہے اوراس کی کیفیت کی ہوتی ہے۔

بعض اوقات پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صدقہ دینے کے لئے رقم نہیں ہوتی تھی تو آپؐ اپنا لباس بھی صدقہ میں دے دیتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ یہ سفارش کرتے تھے کہ اپنے دن کا آغاز صدقہ دے کر کرنا چاہیے۔

۱۔صدقہ سے نحوست دورہوتی ہے:

---

[1] سورۃ البقرۃ،آیت نمبر ۲۷۱

[2] جوامع الحکایات ۲۔۱۴۵

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ایک شخص کے ساتھ میری زمین مشترک تھی، میں نے اس سے تقسیم کا مطالبہ کیا، وہ شخص علم نجوم سے بھی شغف رکھتا تھا وہ جان بوجھ کر تقسیم میں تاخیر کرتا رہا تا کہ سعد ساعت آ سکے، آخر کار ایک دن اس نے تقسیم کی حامی بھر لی اور میں تقسیم کے لئے روانہ ہوا تو وہ ساعت اس کے علم کے مطابق اس کے لئے سعد تھی اور میرے لئے نحس تھی۔

ہم نے زمین تقسیم کی، قرعہ اندازی ہوئی تو اسے زمین کا ٹکڑا ملا جو غیر آباد تھا اور آباد ٹکڑا میرے حصے میں آیا۔

یہ دیکھ کر اس نے ٹھنڈی سانس بھر لی اور کہا: ''اس دن جیسا نحس دن میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

اس نے کہا: ''میں نے تقسیم کے لئے اس ساعت کا انتخاب کیا تھا جو میرے لئے سعد اور آپ کے لئے نحس تھی، مگر قرعہ اندازی میں الٹا مجھے نقصان پہنچا۔

میں نے کہا: ''اگر چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سناؤں جو میرے والد نے مجھے سنائی تھی؟''۔

اس نے کہا: ''ضرور سنائیں''۔

میں نے کہا: ''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ دن کی نحوست اس سے دور رہے تو اپنے دن کا آغاز صدقہ سے کرے اور جو چاہتا ہو کہ رات کی نحوست سے محفوظ رہے تو رات کا آغاز صدقہ سے کرے''، اور آج صبح جب میں تقسیم کے لئے روانہ ہوا تو میں نے پہلے صدقہ دیا''۔

یاد رکھو! علم نجوم پر بھروسہ کرنے سے صدقہ دینا زیادہ بہتر ہے۔[۱]

۲۔ حاتم کی والدہ:

حاتم طائی کی والدہ کا نام عتبہ بنت عضیف تھا وہ انتہائی سخی خاتون تھیں وہ اپنی دولت محتاجوں اور مستحقین میں تقسیم کیا کرتی تھی۔

جب اس کے بھائیوں نے اس کی سخاوت کو دیکھا اور سوچا کہ ہماری بہن کے پاس جو کچھ بھی آتا ہے وہ لوگوں کو لٹا دیتی ہے تو انہوں نے اس سے اپنی ساری دولت واپس لے لی اور کہا کہ تو ہماری ساری دولت تباہ کر رہی ہے۔

پورے ایک سال تک اسے بھائیوں نے کچھ بھی نہ دیا، ایک سال گزرنے کے بعد انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ پورے ایک سال تک ہماری بہن کے ہاتھ کچھ نہیں رہا اب اسے تجربہ ہو گیا ہو گا لہذا اب اسے کچھ نہ کچھ دولت دے دینی چاہیے اور ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ ہماری بہن اس دولت کو اعتدال کے ساتھ خرچ کرے گی۔

انہوں نے اونٹوں کا ایک گلہ اُسے دے دیا اور کہا کہ آپ اس سے استفادہ کریں۔ جیسے ہی وہ بی بی اونٹوں کے گلے کی مالک بنی تو قبیلہ بنی ہوزان کی ایک خاتون حاتم کی ماں کے پاس آئی تو حاتم کی ماں نے اسے اچھا کھانا کھلایا اور اس کا احترام کیا، اور

---

[۱] با مردم اینگونہ برخورد نمائیم ص ۱۳۵، الکافی ۴۔۶

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پورا کا پورا اونٹوں کا گلہ اس خاتون کو دے دیا اور کہا معاف رکھنا پورے ایک سال تک میرے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا اور میں نے اپنے آپ سے عہد کیا تھا کہ جیسے ہی میرے ہاتھ میں کچھ نہ کچھ آئے گا تو میں سائلین اور مستحقین میں تقسیم کردوں گی۔[1]

۳۔ رات کی تاریکی میں صدقہ دینے والا:

معلیٰ بن خنیس کا بیان ہے کہ ایک شب جب کہ بادو باراں جاری تھا میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادقؑ کوئی بھاری چیز اٹھائے ہوئے تھے اور گھر سے نکل کر ''ظلہ بنی ساعدہ'' (بنی ساعدہ نے رفاہ عامہ کے لئے چھپر سا بنایا ہوا تھا جہاں مسافر اور خستہ حال افراد آکر آرام کرتے تھے) کی طرف جارہے تھے۔

میں آہستہ سے اُن کے پیچھے چل پڑا، راستہ میں کچھ چیز گری تو امام عالی مقامؑ نے کہا: ''بسم الله اللهم رد علينا'' خدایا! ہماری گری ہوئی چیز ہمیں واپس کردے۔

میں نے آگے بڑھ کر آپ کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا۔

آپؑ نے فرمایا: ''معلیٰ ہو؟''

میں نے عرض کی: ''جی ہاں! معلیٰ ہوں''

آپؑ نے فرمایا: ''اچھی طرح سے نیچے نظر کرو تمہیں جو کچھ ملے وہ مجھے پکڑا دینا''

میں نے تلاش شروع کی تو بہت سی روٹیاں بکھری ہوئی تھیں، میں نے جمع کر کے آپؑ کو دیں اور عرض کیا: ''آقا! اتنا بڑا وزن آپ نہ آٹھائیں، آپ یہ وزن میرے سپرد کریں، اسے میں اٹھاؤں گا:''

آپؑ نے فرمایا: ''نہیں تمہاری نسبت اس وزن کے اٹھانے کا میں زیادہ حقدار ہوں، تم میرے ساتھ ظلہ بنی ساعدہ تک آؤ''۔

جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے بہت سے افراد کو سویا ہوا دیکھا، امام جعفر صادقؑ ہر شخص کے سرہانے ایک ایک یا دو دو روٹیاں رکھتے گئے، آپؑ نے روٹیوں کی بھری ہوئی ٹوکری وہاں تقسیم کی اور وہاں سے واپس آئے تو میں نے عرض کی: ''فرزند رسول! کیا یہ لوگ حق کی معرفت رکھتے ہیں؟'' مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ آپؑ کے شیعہ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ''اگر یہ حق کے عارف ہوتے تو ہم نمک میں بھی ان کی مدد کرتے'' (ممکن ہے اس سے یہ مقصد ہو کہ اگر یہ شیعہ ہوتے تو ہم انہیں اپنے دسترخوان پر بیٹھا کر کھانا کھلاتے اور خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے)۔[2]

---

[1] جوامع الحکایات۔
[2] منتھی الامال ۲۔۱۲۷

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

۴۔ شیطانوں کی دادی:

سیدنعمت اللہ جزائری اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ ایک سال قحط پڑااور ایک واعظ مسجد میں منبر پر تقریر کی، اور کہا جب کوئی شخص صدقہ دینا چاہتا ہے تو ستر شیطان اس کے ہاتھوں سے لپٹ جاتے ہیں اور اُسے صدقہ دینے سے روک لیتے ہیں۔

مجمع میں ایک مومن بیٹھا ہوا تھا اور اپنے دوستوں کہا کہ بھائی صدقہ دینا کوئی اتنا بڑا مشکل تو نہیں ہے میرے گھر میں کچھ گندم رکھی ہوئی وہ میں مسجد میں لے آؤں گا اور اسے غرباء اور فقراء میں بطور صدقہ تقسیم کروں گا دیکھتا ہوں میرے ہاتھوں سے کیسے ستر شیطان لپیٹتے ہیں۔

یہ نیت کر کے وہ شخص اُٹھا اور اپنے گھر گیا جب اس کی بیوی کو اس کے ارادے سے آگاہی ہوئی تو کہنے لگی کچھ تو خوف کا خدا کرو کم ازکم اپنے بچوں پر ترس کرو، میرے اوپر ترس کرو، پہلے ہی اس شہر میں قحط پڑا ہوا ہے اور ہوسکتا ہے کہ قحط کا عرصہ طویل ہوجائے تو ہم بھوک سے مرجائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ عورت نے اس کو اتنا ملامت کیا اور اتنے وسوسے ڈالے تو وہ شخص خالی ہاتھ مسجد میں لوٹ آیا۔

مسجد میں بیٹھے ہوئے حاضرین نے پوچھا: ''ہاں کیا ہوا؟ ستر شیطان دیکھے تھے جو آکر تیرے ہاتھوں میں لپیٹ گئے ہوں گے:''

اس مردمومن نے جواب دیا: نہیں جناب مجھے شیطان تو دکھائی نہیں دیئے البتہ مجھے شیاطین کی دادی ملی اس نے مجھے یہ نیک عمل کرنے سے روک دیا۔[1]

۵۔ صاحب بن عباد:

صاحب بن عباد ایک مشہور شخصیت تھے اور اوراق تاریخ میں ان کی خوبیوں کا تذکرہ ملتا ہے آپ بہت بڑے علم فاضل اور دانش مند فقیہ تھے۔

آپ ۳۴۶ھ میں پیدا ہوئے، موید الدولہ دیلمی کے دور سے ان کی وزارت کا آغاز ہوا تھا اور فخر الدولہ کے دور تک منصب وزارت پر فائز رہے، آپ باکردار اور باکمال شخصیت کے مالک تھے اور وزراء کی فہرست میں ان جیسا صاحب کمال اور کوئی نہیں گزرا ان کی زرین ملکی خدمات سے متاثر ہوکر سلطان نے انہیں ''کافی الکفاۃ'' کا لقب دیا تھا۔

شیخ صدوق رضوان اللہ علیہ نے اپنی کتاب عیون الاخبار بھی انہی کے لئے تالیف کی تھی حسین بن محمد قمی نے تاریخ قم بھی انہی کے لئے تالیف کی تھی۔

---

[1] ابلیس نامہ ص ۶۰، انوار نعمانیہ ۳۔۹۶۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ماہ رمضان میں اگر کوئی شخص عصر کے وقت ان کے پاس آتا تو افطار کئے بغیر اسے جانے نہیں دیتے تھے صاحب بن عباد کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات ان کے دسترخوان پر ایک ہزار افراد کھانا کھاتے تھے۔

صاحب بن عباد گیارہ ماہ میں جتنا انفاق کرتے تھے اتنا ہی انفاق ماہ رمضان میں کیا کرتے تھے، یہ سب کچھ اُن کی والدہ کی تربیت کا اثر تھا، ان کی والدہ کا معمول تھا کہ جب بچپن میں صاحب قرآن مجید پڑھنے کے لئے مسجد جاتے تھے تو وہ انہیں ایک دینار اور ایک درہم روزانہ دیتی تھیں اور کہتی تھی کہ بیٹا راستے میں تجھے جو پہلا سائل ملے یہ رقم صدقہ کے طور پر اسے دے دینا۔

ماں کی تربیت ان میں اتنی راسخ ہوئی کہ انہوں نے اپنی جوانی اور اپنی وزارت کے ایام میں بھی اس معمول کو ترک نہیں کیا تھا۔

انہوں نے اپنی خواب گاہ کے ملازم کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ وہ روزانہ ان کے سرہانے کے نیچے یہ رقم رکھ دیا کرے اور جوں ہی وہ صبح بیدار ہو کر مسجد جاتے تھے تو وہ رقم ساتھ لے جاتے اور کسی نہ کسی مسکین کو دے دیتے۔

ایک شب خادم رقم رکھنا بھول گیا صاحب حسب عادت اٹھے تو رقم موجود نہ تھی اور اس وجہ سے صاحب پریشان ہو گئے اور دل میں کہنے لگے کہ شاید آج میری موت کا وقت آ گیا ہے، آج صبح کا صدقہ دینے سے محروم ہو گیا ہوں۔

انہوں نے خادم سے کہا کہ: ''میرے اس کمرے کی تمام اشیاء کو جمع کرو اور باہر جا کر دیکھو جو سائل تمہیں سب سے پہلے ملے اسے یہاں لے آؤ اور تمام سامان اس کو دے دو''۔

خادم باہر گیا تو ایک نابینا شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ اس کی بیوی نے پکڑا ہوا تھا۔

خادم اس کے پاس گیا اور کہا: ''اے سائل! ہم جو کچھ تمہیں دیں گے کیا تم لو گے؟''

سائل نے کہا: کیوں نہیں، تم مجھے کیا دینا چاہتے ہو؟''

خادم نے اسے بتایا کہ اطلس وخواب کا بستر، قالین اور دیبا کی رضائی تمہیں دینا چاہتے ہیں''۔

جب سائل نے ان چیزوں کے نام سنے تو فرط مسرت سے بے ہوش ہو گیا، خادم نے آ کر اسے اطلاع دی، صاحب گھر سے باہر گئے تو سائل پر بے ہوشی طاری تھی صاحب نے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے کچھ دیر بعد وہ ہوش میں آ گیا۔

صاحب نے کہا: ''بندہ خدا! تجھے کیا ہوا تھا اور تو بے ہوش کیوں ہو گیا؟''

اس نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا تعلق خاندان سادات سے ہے اور میں ایک آبرومند شخص ہوں لیکن چند سالوں سے گردش ایام کی وجہ سے تہی دست ہو گیا ہوں اس عورت سے خدا نے مجھے ایک بیٹی عطا کی ہے، میری بیٹی سن رشد کو پہنچ چکی ہے اور ایک نوجوان کے ساتھ میں نے اس کا عقد کر دیا ہے لیکن رخصتی ابھی باقی ہے مجھے بیٹی کے لئے جہیز کی ضرورت ہے آج رات میری بیوی مجھ سے یہ کہتی رہی کہ بیٹی کے لئے دیبا کا ایک طاف تیار کرواؤ اور کچھ ریشمی جوڑے بھی بچی کو جہیز میں دو۔

میں نے بیوی سے کہا نیک بخت میرے حالات تجھ سے مخفی نہیں ہیں میں ایک غریب اور نابینا شخص ہوں میں یہ اشیاء کیسے

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

فراہم کرسکتا ہوں؟ مگر تمام حالات جاننے کے باوجود میری بیوی کا اصرار پھر بھی قائم رہا میں نے مجبور ہوکر کہا کہ صبح ہوگی تو تم میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے دروازے پر لے جانا ممکن ہے اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب پیدا کردے، اب جو تمہارے خادم نے مجھے اتنی قیمتی اشیاء دینے کے پیشکش کی تو میں فرط مسرت سے بے ہوش ہوگیا۔

صاحب بن عباد یہ ماجرا دیکھ کر متعجب ہوئے اور حکم دیا کہ تم یہ سامان بھی لے جاؤ اور تمہاری بیٹی کے لئے جہیز ہم خود تیار کریں گے، تمہیں اس کے لئے فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس کے بعد اس کے داماد کو بلایا اور اسے معقول رقم دے کر کہا کہ تم اس سے اپنے لئے کوئی کاروبار کرو۔ [1]

[1] پند تاریخ ۴۔ ۱۱۲، اوقات الجنات ص ۱۰۵۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 53

صلہ رحمی

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ"[1]

"پھر اگر تم نے (جہاد) سے منہ پھیر لیا ہے تو تم سے توقع کی جاسکتی ہے کہ تم زمین میں فساد برپا کرو گے اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو گے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

"صلة الارحام تطيب النفس وتزيد في الرزق"۔[2]

"صلہ رحم سے انسان کا نفس پاکیزہ ہوتا اور اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے"

مختصر تشریح:

لفظ رحم کا اطلاق رشتہ داری اور قرابت داری پر ہوتا ہے اور قطع رحمی ایک بہت بڑا جرم ہے۔

رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرنا، بھلائی کرنا اور غربت کی حالت میں روپے پیسے سے اُن کی مدد کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور صلہ رحمی کرنے والے افراد کی عمر کو خداوند تعالیٰ لمبا کر دیتا ہے اُن کے رزق میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور قیامت کے دن اُن کا حساب آسان ہوگا۔

وہ لوگ جو اپنے قبیلہ وقوم سے نفرت کرتے ہیں اُن کے لئے پریشانی کا باعث بنتے ہیں اور قاطع رحم بن جاتے ہیں، اُن کی دنیا وآخرت تباہ وبرباد ہوجاتی ہے اُن کی عمر اور رزق میں کمی واقع ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اپنے لطف وکرم سے محروم کر دیتا ہے، حدیث قدسی میں ارشاد خداوندی ہے میں رحمان ہوں، جوبھی اپنے رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتا ہے تو میں بھی اس سے قطع تعلق کر لیتا ہوں'

---

[1] سورہ محمد آیت ۲۲۔

[2] جامع السعادات، ۲۔ ۲۶۰

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہو گا عرش بریں پر

۱۔ وبا:

امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی مولا! میرے چچا کی اولاد نے مجھ پر زندگی تنگ کر دی ہے اور مجھے اتنا مجبور کر دیا ہے کہ اب میں صرف ایک کمرے میں رہنے پر مجبور ہو گیا ہوں اگر آپ اجازت دیں تو میں حاکم کے پاس جا کر ان کی شکایت کروں اور ان سے اپنا حق وصول کروں؟

آپؑ نے فرمایا: صبر سے کام لو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اس مشقت سے رہائی دلائے گا پس چند دن گزرے کہ ۱۳۱ھ کو وبا پھیل گئی اور اس کے چچازاد بھائیوں میں سے کوئی بھی زندہ باقی نہ بچا اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

چند دنوں بعد وہ شخص خدمت امامؑ میں حاضر ہوا امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے رشتہ داروں کا کیا حال ہے؟

اس نے کہا وہ سب کے سب مر گئے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: ان کی موت اسی لئے واقع ہوئی کہ انہوں نے تجھ سے قطع رحمی کی تھی اور کیا تم یہ پسند نہیں کرتے چاہے وہ تم پر ظلم کریں پھر بھی زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں میں ان کی موت پر خوش نہیں ہوں۔ [۱]

۲۔ امام علیہ السلام کی صلہ رحمی:

حسن بن علی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے وہ انتہائی دلیر انسان تھے لوگ انہیں رُمیح آل ابو طالب (آل ابوطالب کا نیزہ) کہتے تھے اُن کی ناک انتہائی حسین تھی جس کی وجہ سے لوگ اُسے حسن افطس بھی کہتے تھے۔

جب عبداللہ محض نے (جو حضرت امام حسنؑ کے پوتے تھے) منصور دوانیقی کے خلاف خروج کیا تھا تو یہ بھی اُنہی کے ساتھ تھے اسی عنوان پر اُسے امام جعفر صادق علیہ السلام سے شدید کدورت تھی، معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ ایک دفعہ اس نے چاقو نکال کر امام علیہ السلام پر حملہ کرنا بھی چاہا تھا۔

امام علیہ السلام کی ایک کنیز تھی جس کا نام سالمہ تھا، کنیز بیان کرتی ہے کہ جب امام علیہ السلام کی شہادت کا وقت قریب آیا تو میں بھی امام علیہ السلام کے سرہانے اُن کی عیادت کے لئے وہاں موجود تھی امام یک مرتبہ بے ہوش ہوئے پھر اس کے بعد جب ہوش میں آئے تو مجھے فرمایا کہ ستر دینار حسن افطس کو دینا، فلاں فلاں مقدار فلاں فلاں افراد کو دینا، میں نے عرض کیا: آقا! کیا ایسے شخص کو ستر دینار دیئے جائیں جس نے آپ پر چھری سے حملہ کیا اور آپ کو شہید کرنے کا خواہشمند تھا؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے پسند نہیں ہے کہ میں اُن لوگوں میں سے بنوں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد

---

[۱] سفینۃ البحار، ا۔ ۵۱۵، الکافی۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

فرمایا''وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ''(سورہ رعد آیت نمبر۲۱)

ہمارے نیک بندے وہ ہیں جس تعلق کواللہ نے حکم دیا ہے کہ قائم کروو وہ اس تعلق کوقائم کرتے ہیں، وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوف رکھتے ہیں' پھرآپ نے فرمایا سالمہ سنو!اللہ نے جنت کو پیدا کیا ہے اوراُسے پاکیزہ قرار دیا ہے انسان اس کی خوشبو دو ہزار سال کے فاصلے سے محسوس کرتا ہے لیکن قطع رحمی کرنے والے اوراپنے والدین کی نافرمانی کرنے والے شخص کی ناک تک یہ خوشبوکبھی نہیں پہنچے گی۔[1]

۳۔ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلہ رحمی:

جنگ بدر میں ابوبشیرانصاری نے عباس بن عبدالمطلب اورعقیل بن ابوطالب کوگرفتارکر کے حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:ان کی گرفتاری میں کسی نے تمہاری مدد کی تھی؟

ابوالبشیر انصاری نے کہاجی ہاں!ایک سفیدلباس والے شخص نے ان کی گرفتاری میں میری مدد کی تھی۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:وہ فرشتہ تھا،بعدازاں آپؐ نے اپنے چچا عباس کی جانب رخ کرکے فرمایا،اپنا فدیہ اورخون بہااوراپنے بھتیجے عقیل کا فدیہ ادا کرو۔

عباس نے کہایارسول اللہ!میں تومسلمان ہوچکا تھا مکہ والے مجھے اپنے ساتھ زبردستی لائے تھے۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،اللہ تمہارے اسلام کوبخوبی جانتا ہے اگراس میں حقیقت ہوئی تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایمان کابدلہ دے گا،مگرتم نے ظاہری طورپر ہمارے خلاف چڑھائی کی اورتم نے خدا سے جنگ کی اورتم نے خدا کواپنا مخالف بنایا ہے۔

پھرآپؐ نے دوسری مرتبہ فرمایا کہ تم اپنااوراپنے بھتیجے کافدیہ ادا کرو۔

عباس نے کہا:آپ مجھے اس حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں۔

بعدازاں رسول خدانے عباس کے متعلق حکم دیا کہ اسے بھی دوسرے اسیران قریش کے ساتھ قیدکردیا جائے،جیسے ہی رات گزری توتمام مجاہدین اسلام سوگئے بعض مجاہدین جوکہ جاگ رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ حضوراکرمؐ کونیندنہیں آرہی بے چین ہوکرکبھی دائیں اورکبھی بائیں کروٹیں بدل رہیں ہیں،لوگوں نے آپؐ سے عرض کی آپ جنگ بدر سے تھکے ماندے واپس آئے ہیں آپ کوآرام کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''کیف انام واستقر و انا اسمع انین عمی العباس فی الحبل ونشیجه''میں کیونکرنیندکرسکتا ہوں جبکہ میں اپنے چچا عباس کے گریہ ونالہ کی فریادسن رہا ہوں۔

---

[1] حکایتہای شنیدنی ۵،۳۰۔الغیبہ للطوسی۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

مسلمان عباس کے پاس گئے اور اس کی رسیاں کھول دیں اور اسے بتایا کہ تمہارے گریہ ونالہ کی وجہ سے رسول اکرمؐ بے چین ہیں، عباس کی آہیں جیسے ہی خاموش ہوئیں رسول خداؐ کو نیند آ گئی۔ [1]

۴۔ صلہ رحمی کا زندگی سے براہ راست واسطہ:

شعیب عقرقوفی، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معتمد ساتھیوں میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایام حج تھے اور ہم حج کے لئے گئے ہوئے تھے ایک دن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مجھے فرمایا: شعیب! کل تم سے ایک شخص ملاقات کرے گا جس کا تعلق مراکش کے علاقے سے ہوگا، اور وہ تجھ سے میرے متعلق دریافت کرے گا تو تم اسے جواب میں کہنا خدا کی قسم موسیٰ بن جعفرؑ امام ہیں اور امام صادقؑ نے اُن کی امامت پر نص فرمائی ہے، اور اگر وہ تجھ سے حلال وحرام کے متعلق سوال کرے تو تم میری طرف سے اسے جواب دینا، میں نے عرض کیا: ''مولا! میں آپ پر قربان جاؤں اس مغربی شخص کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ بلند قامت اور درشت خدوخال کا مالک ہے اس کا نام یعقوب ہے اور جب تم اس سے ملاقات کرنا تو بالکل نہ گھبرانا اور تم سے وہ جو چیز بھی پوچھے تو تم اس کا جواب دینا اور اگر وہ میرے پاس آنا چاہے تو اسے میرے پاس لے آنا۔

شعیب کہتا ہے خدا کی قسم دوسرے دن میں مصروف طواف تھا کہ ایک لحیم وشحیم شخص نے میری طرف رخ کیا اور کہا میں تجھ سے تیرے آقا ومولا کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: ''آپ میرے کس آقا ومولا کی بات پوچھنا چاہتے ہو؟''

اس نے کہا میں موسیٰ بن جعفرؑ کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں، میں نے پوچھا ''تمہارا نام کیا ہے اور کہاں کے رہنے والے ہو اور تم نے مجھے کیسے پہچانا؟''

اس نے کہا میرا نام یعقوب ہے اور میں مغرب کے رہنے والا ہوں اور مجھے خواب میں ایک شخص نے حکم دیا تھا کہ شعیب سے ملاقات کرو اور جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو اس سے پوچھو، اور جب میں بیدار ہوا تو میں نے تمہیں تلاش کرنا شروع کیا اور آخرکار تمہیں ڈھونڈ نکالا۔

میں نے کہا آپ یہاں کچھ دیر انتظار کریں تا کہ میں طواف مکمل کرلوں پھر آ کر آپ سے گفتگو کروں گا، طواف مکمل کرنے کے بعد میں نے اس سے ملاقات کی اور اس سے گفتگو کی تو وہ شخص مجھے دانا اور عاقل نظر آیا، اس نے امام موسیٰ کاظمؑ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا میں اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں لے آیا۔

امام علیہ السلام نے اسے دیکھ کر فرمایا، تو کل سرزمین مکہ میں وارد ہوا اور فلاں مقام پر تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جھگڑا ہوا اور تم نے ایک دوسرے کو گالیاں دی، یاد رکھو! یہ ہمارا کردار نہیں ہے میرے آباؤ اجداد اور میرا دین اس چیز کا مخالف

[1] پیغمبر و یاران، ۲۔۸۵، طبقات ۴۔۷۔۲۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ہے اور ہمارا دین ہمیں ایسا کرنے سے منع کرتا ہے، خدا سے ڈرو اور پرہیزگاری اختیار کرو، عنقریب موت تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جدائی ڈال دے گی، اور تمہارا بھائی اس سفر میں مرجائے گا اور اسے وطن کا منہ بھی دیکھنا نصیب نہ ہوگا تم نے چونکہ قطع رحمی کی ہے اس لئے اللہ نے تمہاری عمر قطع کر دی ہے۔

اس شخص نے پوچھا، مولا! تو میں کب مروں گا؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں بھی موت آنے ہی والی تھی کہ تم نے فلاں منزل پر اپنی پھوپھی سے مہربانی اور صلہ رحمی کی اس لئے تمہاری عمر میں بیس سال کا اضافہ کر دیا گیا۔

شعیب عقر قوفی کہتے ہیں کہ ایک سال بعد مکہ کے راستے میں میری یعقوب سے ملاقات ہوئی اور میں نے اس سے پچھلے سال کی سرگزشت دریافت کی تو اس نے بتایا کہ پچھلے سال میرا بھائی وطن پہنچنے سے پہلے ہی مرگیا تھا اور راستے میں میں نے اسے دفن کیا تھا۔[1]

۵۔محمد بن اسماعیل:

یحییٰ بن خالد برمکی نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے کہا کہ امام موسیٰ کاظمؑ کے متعلقین میں سے کسی ایسے فرد کو تلاش کیا جائے جو امام علیہ السلام کی ہارون کے سامنے مخالفت اور شکایت کرے۔

یحییٰ کے دوستوں نے مشورہ دیا کہ یہ کام محمد بن اسماعیل بن جعفر صادقؑ سرانجام دے سکتا ہے اور اس کے لئے وہی موزوں ترین شخص ہے کیونکہ وہ امام علیہ السلام کا بھتیجا بھی ہے۔

یحییٰ بن خالد برمکی نے محمد بن اسماعیل کو خط لکھ کر بغداد طلب کیا، امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے بھتیجے پر ہمیشہ شفقت کیا کرتے تھے، اور جب امام عالی مقام نے سنا کہ وہ بغداد جا رہا ہے تو آپ نے اسے بلا کر فرمایا: میں نے سنا ہے کہ تم بغداد جا رہے ہو؟

اس نے کہا کہ میں اس وقت قرض اور تنگ دستی میں مبتلا ہوں ممکن ہے بغداد جانے کی وجہ سے میرا قرض ادا ہو سکے۔

آپ نے فرمایا: میں تمہارا قرض ادا کر دیتا ہوں مگر وہ آمادہ نہ ہوا، اس کے باوجود آپؑ نے اسے تین ہزار دینار اور چار ہزار درہم عطا فرمائے، جب وہ آپؑ کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تو آپؑ نے فرمایا میرے بچوں کو یتیم بنانے کی کوشش نہ کرنا، اور میرے خون میں ہاتھ رنگین نہ کرنا۔

جب وہ آپ کے بیت الشرف سے نکلنے لگا تو آپ نے فرمایا، میں جانتا ہوں یہ بغداد جا کر مجھ پر چغل خوری کرے گا اور میرے لئے مصائب کا سامان فراہم کرے گا:

[1] منتہی الآمال، ۲۔۲۰۶۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

آپ کے ساتھیوں نے عرض کی: مولاتو پھر آپ نے ایسے شخص کی مدد کیوں کی؟ آپ نے فرمایا: میرے آبائے طاہرین نے رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: ''ان الرحم اذاقطعت فوصلت قطعها الله'' جب ایک رشتہ دار دوسرے پر جفا کرے اور دوسرا اس سے نیکی کرے تو ستم گار تباہ ہوجاتا ہے اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

علی بن اسماعیل مدینہ سے بغداد گیا، یحییٰ بن خالد نے اس کا پرتپاک استقبال کیا، محمد بن اسماعیل نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شکایتیں کی، یحییٰ برمکی اسے ہارون کے پاس لے گیا جاتے ہی محمد بن اسماعیل نے ہارون سے کہا مجھے تعجب ہے کہ ایک وقت میں دوخلیفہ موجود ہیں، مدینہ میں موسیٰ بن جعفرؑ خلیفہ ہیں اور مشرق ومغرب سے ان کے پاس خراج آرہا ہے اور ادھر بغداد میں آپ خلیفہ ہیں۔

ہارون الرشید نے بیس ہزار درہم کی اسے رسید لکھ دی اور محمد بن اسماعیل نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ رقم کا خط مشرق علاقے کے کسی حکمران کے نام لکھ کر دیا جائے تاکہ مجھے وہاں سے لے جانے میں آسانی رہے۔

ابھی اسے انعام کی رقم نہیں ملی تھی وہ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گیا تو وہاں سے اس کی زوردار چیخیں سنائی دیں، لوگ اسے وہاں سے اٹھا کر لائے تو اس کی انتڑیاں اور ہاضمہ کا نظام باہر آچکا تھا۔

طبیبوں نے اس کے بچانے کی سرتوڑ کوششیں کیں وہ بستر پر تڑپ رہا تھا حکومت کے ملازمین اس کے انعام کی رقم کو لیکر آئے اور کہا کہ تمہارا انعام حاضر ہے۔

اس نے کہا اب میں اس انعام کو لے کر کیا کروں گا میں تو چند لمحات میں مرنے والا ہوں، چند ساعات بعد وہ مرگیا۔

اس کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید کرلیا گیا اور زندان میں ہی امام علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی۔ [1]

[1] جامع النورین، ص ۲۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 54

ظلم وستم

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ''[1]

اور ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام کو پلٹ کر جائیں گے۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''ما من احد یظلم بمظلمۃ الا اخذہ اللہ تعالیٰ بھا فی نفسہ او مالہ''[2]

''جو شخص کسی پر ظلم کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے مال یا جان میں سے کچھ نہ کچھ لے لے گا''

مختصر تشریح:

ظلم وستم اللہ تعالیٰ کے فرمان سے سرکشی کا دوسرا نام ہے یہ چیز شریعت اور عقل کے حدود سے خارج ہے، ظلم وستم انتہائی قابل مذمت ہے، انسانیت کی پوری تاریخ ظالموں اور مظلوموں سے بھری ہوئی ہے تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ہر دور کے ظالموں اور سرکشوں اور طاقتوروں نے ناتوانوں پر مظالم ڈھائے جو بھی حریم الٰہی کو توڑے، قتل کرے یا زنا کرے یا انسانوں کی جانوں سے کھیلے وہ شخص حدود خداوندی سے تجاوز کرتا ہے، شہوات نفسانی میں غوطہ کھا رہا ہے سرکشی کی مرض میں وہ شخص مبتلا ہے، عنقریب جلد یا دیر سے ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی عقوبت میں گرفتار ہو جاتا ہے، آخر بے نوا لوگوں اور مظلوموں کی آہ اُسے لے ڈوبتی ہے۔

ا۔ ظلم داذنہ:

ملک شام میں ایک بادشاہ گزرا ہے جس کا نام داذنہ تھا وہ خدا کو نہیں مانتا تھا بت پرستی کیا کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے حَرجیس پیغمبر کو نبوت دے کر اس کی طرف مبعوث کیا۔

حَرجیس پیغمبر اس کے پاس گئے اسے توحید خداوندی کی دعوت دی، داذنہ نے اُن سے پوچھا کہ تم کس شہر کے

---

[1] شعراء آیت نمبر ۲۲۷۔

[2] جامع السعادات، ۲۔۲۲۰۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

رہنے والے ہو؟

حضرت جرجیس نے فرمایا کہ میں اہل روم اور فلسطین سے تعلق رکھتا ہوں، اس نے حکم دیا کہ جرجیس کو قید میں ڈال دیا جائے اور لوہے کی کنگھیاں اُن کے جسم پر پھیری جائیں اسے زخمی کر دیا جائے، اس کا گوشت اُن کنگھیوں کے ذریعے سے نکال دیا جائے، اس کے زخمی بدن پر سرکہ ڈالا جائے اور آگ سے تپی ہوئیں فولادی سیخیں اس کے رانوں اور زانوں پر ماری جائیں اور اس کے سر پر اتنی سیخیں ماری جائیں کہ مرجائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جرجیس کے پاس ایک فرشتہ بھیجا اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے صبر کر، شاد رہ اور مت ڈر، اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نجات دے گا، یہ چار مرتبہ تجھے قتل کریں گے لیکن ہر بار میں تجھے تکلیف اور درد سے محفوظ رکھوں گا۔

داذنہ نے آپ پر ظلم کیا اور آپ کو قتل کر دیا، خدا نے آپ کو زندگی دے دی، دوسری مرتبہ پھر آپ داذنہ کے پاس تبلیغ کے لئے گئے تو اس نے حکم دیا کہ اس کی پشت اور شکم پر تازیانے مارے جائیں اور حکم دیا کہ جتنے بھی ساحر اور جادوگر ہمارے ملک میں رہتے ہیں اُن سب کو لایا جائے تا کہ وہ اس پر جادو کریں، جادوگروں نے آکر پورا زور لگایا لیکن کسی کا جادو اُن پر اثر نہ کرسکا۔

بعد میں اُن کو زہر کھلایا گیا حضرت جرجیس نے خدا کا نام لیا تو زہر نے اُن پر کوئی اثر نہ کیا، جادوگر کہنے لگا اگر یہ زہر پوری زمین میں رہنے والوں کو کھلایا جاتا تو سب کے سب مرجاتے اُن کی شکلیں بدل جاتیں اُن کی آنکھیں اندھی ہوجاتیں لیکن جرجیس پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا، یہ دیکھا تو وہ شخص حضرت جرجیس پر ایمان لے آیا، بادشاہ نے اس تازہ مسلمان جادوگر کو قتل کر دیا۔

کئی مرتبہ حضرت جرجیس کو زندان میں ڈالا گیا اور حکم دیا کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔

خداوند تعالیٰ نے اُن پر زلزلہ بھیجا لیکن اس کے باوجود بھی وہ متنبہ نہ ہوئے، خداوند تعالیٰ نے حضرت جرجیس کی طرف حضرت میکائیل کو بھیجا انہوں نے آپ کو کنویں سے نکالا اور کہا کہ صبر کرو اور ثواب الٰہی کی تجھے بشارت ہو۔

جرجیس پیغمبر پھر بادشاہ کے پاس گئے اس بار بھی اُسے خدا کی توحید کی دعوت دی اس نے پھر بھی قبول نہ کی، لیکن اس دفعہ بادشاہ کے لشکر کا سالار اور چار ہزار افراد ایمان لائے، بادشاہ نے حکم دیا کہ سب کو قتل کر دیا جائے اس دفعہ داذنہ نے ایک تانبے کی تختی بنوائی اس پر جرجیس کو لٹا کر سیسہ پگھلا کر اُن کے منہ میں ڈالا گیا اور بعد میں اس تختی کے نیچے آگ جلائی گئی تا کہ وہ جل جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے میکائیل کو بھیجا انہوں نے اسے صحت و سلامتی عطا کر دی، صحت یاب ہو کر حضرت جرجیس پھر بادشاہ کے پاس گئے اسے دعوت توحید دی اور بت پرستی سے منع کیا، اس دفعہ بادشاہ نے گندھک اور پگھلے ہوئے سیسہ کی دیگ تیار کروا کر اسے دیگ میں ڈال کر نیچے آگ لگوادی تا کہ اُن کا جسم گندھک اور سیسے کی وجہ سے پگھل جائے۔

اس دفعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت میکائیل کو بھیجا انہوں نے زور سے آواز بلند کی جس کی وجہ سے دیگ الٹ گئی اور حضرت جرجیس اس سے سلامتی کے ساتھ باہر آگئے۔

حضرت جرجیس بار بار قدرت خداوندی سے شفایاب ہوتے رہے اور ہر بار داذنہ کے پاس آتے اور اسے خدا پرستی کی

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

دعوت دیتے تھے، داذنہ نے حکم دیا کہ تمام اہل شہر جمع ہو جائیں، تمام اہل شہر ایک بیابان میں جمع ہو گئے حکم دیا کہ سب مل کر جرجیس کو قتل کریں اس وقت جرجیس کی آواز بلند ہوئی اور انہوں نے خدا سے صبر کا تقاضہ کیا، اُن لوگوں نے حضرت جرجیس کو شہید کر دیا جیسے ہی گھروں کو واپس آئے تو اُن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور پورا علاقہ تباہ و برباد ہو گیا۔[۱]

۲۔ ظالموں کے لئے کام کرنا:

ایک شخص جس کا نام مہاجر ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں افراد آپ کو سلام پیش کرتے ہیں:

آپؑ نے فرمایا: ''میری طرف سے بھی انہیں سلام پہنچا دینا''۔

میں نے عرض کی: ''مولا وہ آپؑ کی دعا کے طلب گار ہیں''۔

آپؑ نے فرمایا: ''اُن پر کونسی مصیبت وارد ہوگئی ہے؟''۔

میں نے عرض کی: ''منصور دوانیقی نے انہیں زندان میں ڈالا ہوا ہے''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''انہیں منصور کے ساتھ کیا کام تھا؟''

میں نے عرض کی: ''مولا! وہ منصور کے دفتر میں ملازمت کرتے تھے منصور کو اُن پر غصہ آیا اور انہیں زندان میں ڈال دیا''۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: ''میں نے تو انہیں اس ظالم حکومت کا کارندہ بننے سے منع کیا تھا لیکن انہوں نے اس ظالم حکومت کی نوکری ہی کر ڈالی'' اس کی وجہ سے اُن پر یہ پریشانی نازل ہوئی، پھر آپؑ نے دعا مانگی پروردگار! اُن کو اس تکلیف سے دور فرما اور انہیں آزادی عطا کر''۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب میں مکہ سے واپس لوٹا تو میں نے اپنے دوستوں کے متعلق پوچھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہو چکے تھے جب میں نے حساب کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ امام علیہ السلام کے دعا مانگنے کے تیسرے روز انہیں منصور کی قید سے آزادی نصیب ہوئی۔[۲]

۳۔ مکافات عمل:

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مقام سے گزر رہے تھے کہ پہاڑ کے کنارے انہیں چشمہ نظر آیا، آپ نے اس چشمہ کے پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھی اسی دوران ایک گھڑسوار شخص آیا اس نے چشمہ سے پانی پیا لیکن جاتے وقت اپنی رقم کی تھیلی اُٹھانا بھول گیا اور

---

[۱] حیوۃ القلوب۔ا۔۴۷۷۔

[۲] شنیدنھاری تاریخ ص ۵۷۔محجۃ البیضاء ۳۔۲۵۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

وہ گھڑے سوار وہاں سے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک چرواہا لڑکا چشمہ پر آیا اور اس نے وہ رقم سے بھری تھیلی دیکھی تو اس نے وہ تھیلی اٹھائی اور وہاں سے چل دیا۔

لڑکے کے جانے کے بعد ایک ضعیف شخص اس چشمہ پر آیا، ضعیف آدمی کے چہرے سے غربت کے آثار نمایاں تھے اور اس نے لکڑیوں کا ایک گٹھرا اٹھایا ہوا تھا اس نے آکر پانی پیا اور ستانے کی غرض سے چشمہ کے کنارے بیٹھ گیا۔

راستے میں گھڑسوار کو اپنی رقم کی تھیلی یاد آئی تو اس نے گھوڑا موڑا اور چشمہ پر واپس آگیا، اور اس نے لکڑہارے کو بیٹھا ہوا دیکھا تو اس سے اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

بوڑھے نے کہا کہ مجھے رقم کے متعلق کوئی علم نہیں ہے:

مگر گھڑسوار نہ مانا، پھر ان دونوں کے درمیان تلخ جملوں کا تبادلہ ہوا گھڑسوار نے اس بوڑھے کو اتنا مارا پیٹا کہ اس کی روح پرواز کرگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ بے نیاز میں عرض کیا: ''پروردگار! یہ تو بڑا ظلم ہے تھیلی اٹھانے والا کوئی اور تھا اور قتل ہونے والا کوئی اور ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے موسیٰ! جو کچھ تم نے دیکھا ہے یہ میرے عدل کے عین مطابق ہے کیونکہ کسی زمانے میں اس بوڑھے نے گھڑسوار کے باپ کو قتل کیا تھا لہٰذا بوڑھا قصاص میں مقتول کے بیٹے کے ہاتھوں مارا گیا، اور چرواہے کے باپ کو گھڑسوار کے باپ سے اتنی ہی رقم قرض لینی تھی مگر اس نے قرض واپس نہیں کیا تھا لہٰذا آج قرض خواہ کے بیٹے نے مقروض کے بیٹے سے اپنا حق وصول کرلیا ہے۔[۱]

۴۔ ضحاک حمیری کا انجام:

جمشید بادشاہ نے کئی سالوں تک ملک ایران پر حکومت کی، اس کی حکومت کی وجہ سے اس میں غرور پیدا ہوا اور اس نے خدائی کا دعویٰ کردیا۔

لوگوں نے اس کی تلوار کے خوف سے تصدیق کردی، اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ ایک ظالم پر دوسرے ظالم کو مسلط کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر ضحاک حمیری کو مسلط کردیا، اس نے لشکر لیکر اس پر حملہ کیا اور جمشید کو قتل کردیا، جب ضحاک حمیری تخت نشین ہوگیا تو اس نے ظلم وستم کی داستانیں رقم کیں اس نے سب سے پہلے اپنے باپ کو قتل کردیا، اور عوام پر مختلف عذاب نازل کرنا شروع کردیئے شیطان کا مکمل دوست بن گیا۔

---

[۱] پندِ تاریخ ۳۔۱۶۱۔سفینۃ البحار ۲۔ ۴۲۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اتفاق سے ضحاک حمیری بیمار ہوگیا، ایک شیطان صفت طبیب اس کے علاج کے لئے آیا تو اس نے اس سے کہا کہ تیرا علاج یہی ہے کہ تو دونو جوانوں کے مغز بھون کر کھائے تو تیرے سر کی تکلیف دور ہو جائے گی، اس نے حکم دیا کہ دو جوان قیدیوں کو میرے سامنے لایا جائے اور اُن کو قتل کر کے اُن کے سر سے مغز نکال کر اس نے اُن کا مغز بھون کر کھایا۔

اسے اپنے وجود میں تکلیف کی کچھ کمی واقع ہوئی تو اُسے نیند آ گئی ہر دو دنوں کے بعد وہ دو جوانوں کے مغز کو بھون کر کھاتا تھا اس طرح سے اُس نے کئی جوانوں کو قتل کر کے ان کے مغز کھائے تھے آخر میں اس نے اصفہان کے کاوا لوہار کے دو بیٹوں کو قتل کیا جس کی وجہ سے اس کے خلاف شورش برپا ہوئی آخر کار اسے بدترین حالت میں قتل کر دیا گیا، اُس کے قتل کے متعلق دو روایات ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ اُسے نیزہ مار کر قتل کر دیا گیا، جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ اسے کنویں میں ڈال دیا گیا جس کی وجہ سے وہ واصل جہنم ہوا اور اس کی جگہ پر ''فریدون'' تخت نشین ہوا۔[1]

۵۔ واقعہ حرہ:

یزید لعین دنیا کا بدترین ظالم تھا اس نے صرف حضرت امام حسین علیہ السلام پر ظلم نہیں کیا تھا اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد بھی بہت زیادہ مظالم ڈھائے تھے، اُس نے اپنی موت سے ڈھائی ماہ پہلے ۲۸ ذوالحجہ ۶۳ھ کو مدینہ طیبہ پر حملہ کیا، وہاں پر اس نے کافی مردوں اور بچوں کو قتل کروایا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر اطہر کی بے حرمتی کروائی، اس نے اپنی فوج کا جرنیل ظالم بوڑھے مسلم بن عقبہ کو بنا کر بھیجا تھا، اس ظالم بوڑھے کو لوگ مسلم کی بجائے مُسرف کہا کرتے تھے۔

واقعات کی بنیاد یہ ہے کہ جب اہل مدینہ پر یزید لعین کا فسق و فجور واضح ہوا تو انہوں نے ایک وفد کو شام کی طرف بھیجا انہوں نے جا کر اس کے اعمال کا مطالعہ کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ وہ انتہائی خراب انسان ہے، وہ واپس آئے تو انہوں نے لوگوں کو اس کے ظلم اور غلط کاموں سے آگاہ کیا، اہل مدینہ نے اس کے حکمرانوں عثمان بن محمد، مروان بن الحکم اور دوسرے امویوں کو شہر سے باہر نکال دیا، اور لوگوں نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کی بیعت کی تھی۔

یزید نے دوبارہ مدینہ پر قبضہ کرنے کے لئے مُسرف کو بہت بڑی فوج دے کر مدینہ طیبہ روانہ کیا، مدینہ کے لوگ ایک پُرسنگ جگہ پر جہاں پر چھوٹے چھوٹے گول پتھر پائے جاتے تھے جسے مقام حرہ کہا جاتا تھا وہاں اپنے دفاع کے لئے مُسرف کے لشکر کے سامنے آئے فوج شام کے ساتھ اُن کی لڑائی ہوئی اہل مدینہ کے بہت سے افراد وہاں قتل ہوئے اور جو بچے تو وہ رسول اللہ کے روضہ اطہر کی طرف بھاگے تا کہ انہیں وہاں پناہ حاصل ہو۔

لشکر شام بھی اُن کے تعاقب میں اپنے گھوڑوں سمیت روضہ رسولؐ میں داخل ہو گیا، وہاں بے تحاشہ لوگوں کا قتل عام کیا، بیان کیا جاتا ہے کہ مسجد اور روضہ رسول کے اندر گیارہ ہزار افراد کو قتل کیا گیا، مدینہ طیبہ میں لشکر یزید نے ظلم کی بڑی بڑی داستانیں رقم

[1] جوامع الحکایات، ص ۵۲۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کیں اُن میں ایک داستان یہ بھی ہے کہ ایک شامی فوجی ایک انصاری کے گھر میں داخل ہوا، وہاں دیکھا کہ ایک خاتون اپنے نوزائیدہ بچے کو دودھ پلا رہی تھی اسے کہا کہ تمہارے گھر میں جو بھی رقم ہو لے آوٴ، اس عورت نے کہا کہ خدا کی قسم میرے گھر میں کچھ بھی نہیں ہے، وہ شامی فوجی کہنے لگا کہ اگر تو نے مجھے رقم نہ دی تو میں تجھے تیرے بیٹے سمیت قتل کردوں گا، اس عورت نے کہا خدا کا خوف کر کچھ تو ترس کر یہ صحابی رسولؐ ابن ابی کبشہ کا بیٹا ہے، لیکن اس بے رحم شامی نے اس بچے کو جو اس وقت اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اسے پاوٴں سے پکڑ کر دیوار میں زور سے دے مارا جس سے اس معصوم بچے کا مغز زمین پر بہنے لگا۔

اہل مدینہ میں سے بہت سے افراد شہید ہوئے آخر کار اُن سے جبراً یزید کی دوبارہ بیعت لی گئی، صرف دو افراد بیعت یزید سے محفوظ رہے ایک امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور دوسرے علی بن عبداللہ بن عباس تھے۔

امام علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی اور آپ وہ دعا پڑھ کر مُسرف کے پاس گئے تھے اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ مسرف اپنے دل میں کانپ اٹھا، اسی لئے نہ تو اس نے امام علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ ہی اُن سے بیعت کا مطالبہ کیا، علی بن عبداللہ بن عباس اس لئے محفوظ رہا کہ اس کے مادری رشتہ دار مسرف کی فوج میں شامل تھے انہوں نے مسرف کو اس کے قتل سے منع کر دیا تھا۔[1]

[1] منتھی الامال، ۲۔۳۲۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 55

عبادت

قرآن مجید میں ارشاد باری ہوتا ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ"[۱]

''اور میں نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں۔''

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا:

"من عمل بما افترض الله فهو من اعبد الناس"[۲]

''جو شخص واجبات خداندی پر عمل کرے وہ دنیا کا سب سے بڑا عابد ہے''

مختصر تشریح:

مومن کو چاہیے کہ واجبات ہوں یا مستحبات اُن کی ادائیگی اخلاص اور محنت سے کرے کیونکہ یہی دو چیزیں بندگی کی بنیاد ہیں، اگر کوئی شخص انہیں بجالاتا ہے تو گویا اس نے عبودیت کا حق ادا کر دیا۔

بہترین عبادت یہ ہے کہ انسان بیرونی عوارض اور اندرونی آفات سے محفوظ ہو۔

عمل اگرچہ تھوڑا ہو اس میں ہمیشگی ہونی چاہیے اور بے عیب ہونا چاہیے، وہ شخص بندگی معبود میں موفق شمار ہوتا ہے جس کے عمل میں تسلسل پایا جاتا ہو۔

وہ لوگ جو فضائل ظاہری حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ روح عبادت سے محروم رہتے ہیں، منعم حقیقی کی بندگی صحیح نہیں بجالاتے البتہ اُن کی بندگی عبادت کی ایک شکل ضرور ہوتی ہے۔

ا۔خشک عبادت کا نتیجہ:

خوارج وہ لوگ تھے جو افراط کا شکار ہوئے تھے اور اس وجہ سے اُن میں بہت زیادہ انحرافات نے جنم لیا تھا، ان کا سر

[۱] سورہ الذرایات آیت نمبر ۵۶۔

[۲] سفینۃ البحار، ۲۔ ۱۱۳۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

گروہ ”حرقوص بن زہیر“ نامی ایک شخص تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہ شخص نماز، روزہ اور دوسری عبادت میں اتنا غرق رہتا تھا جس کی وجہ سے بہت سے مسلمان اس کے عاشق ہو گئے تھے۔

یہی عابد خشک یا مشہور الفاظ کے تحت اسے مقدس گدھا کہنا چاہیے، جنگ حنین کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غنائم جنگی تقسیم کر رہے تھے تو اس نے بڑی بے حیائی سے کہا کہ محمدؐ! عدالت کر اس نے تین مرتبہ یہ جملہ کہا۔

جب تیسری مرتبہ اس نے یہ جملہ دہرایا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم پر لعنت ہو، اگر میں انصاف نہیں کرونگا تو دنیا میں اور کون انصاف کرے گا؟

اس عابد خشک کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ جنگ نہروان میں حضرت علی علیہ السلام کے مدمقابل آیا، جب امام علیہ السلام نے جنگ نہروان میں ہلاک ہونے والوں میں اس کے نجس جسم کو دیکھا تو امام علیہ السلام نے سجدہ شکر بجالایا اور کہا کہ تم نے بدترین افراد کو قتل کیا۔[1]

۲۔ عشق کے ساتھ عبادت:

سعدی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں کچھ باصفا اور پاکیزہ دل نوجوان کے ساتھ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے مکہ جا رہا تھا، وہ عارفانہ نغمے پڑھتے تھے اور اہل تحقیق کے مناسب اشعار پڑھتے تھے اور پورے خلوص کے ساتھ عبادت خداوندی کرتے تھے۔

راستے میں ایک عابد خشک ہمارا ہم سفر بنا، اسے یہ عرفانی حالت پسند نہ آئی وہ اُن نوجوانوں کے سوز دل سے بے خبر تھا اسی لئے وہ اُن کے اعمال کو غلط کہنے لگا۔

ہم سفر کرتے رہے یہاں تک کہ ہم ایک جگہ پر پہنچے جو بنی ہلال کے نام سے مشہور تھی وہاں پر ہم نے نسل عرب سے تعلق رکھنے والا سیاہ چہرہ والا لڑکا دیکھا جس نے انتہائی پرسوز آواز میں کوئی نظم پڑھی اس کی آواز میں کشش اتنی زیادہ تھی کہ پرندے ہوا میں ٹھہر گئے اور اس عابد خشک کے اونٹ نے رقص کرنا شروع کر دیا، اور اس نے اتنا رقص کیا کہ عابد زمین پر گر گیا اور اونٹ دیوانہ وار بیابان کی طرف بھاگ گیا۔

میں نے عابد سے کہا کہ بوڑھے عابد تو نے دیکھا کہ ایک خوبصورت آواز نے ایک حیوان پر تو اتنا اثر کیا ہے لیکن تجھ پر اس کا کوئی بھی اثر مرتب نہیں ہوا۔

[1] داستانھا و پندھا ۹۔ ۷ ے، علی وفرزندان دکتر طہ حسین، ص ۱۲۳۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

۳۔ حضرت اویس قرنی:

حضرت اویس قرنی حق تعالیٰ کے مجذوب لوگوں میں سے تھے اُن کی عادات بڑی عجیب تھیں بعض دفعہ پوری رات حالت رکوع میں بسر کر دیتے تھے اور دوسری رات کہتے کہ آج رات سجدہ کی رات ہے، پوری رات عالم سجدہ میں گزار دیتے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔

لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ کتنی تکالیف اٹھا رہے ہیں فرماتے تھے کہ کاش ازل سے ابد تک ایک ہی رات ہوتی تو میں وہ پوری رات حالت سجدہ میں گزار دیتا۔

حضرت ربیع بن خشیم (جو خواجہ ربیع کے نام سے بھی مشہور تھا اور وہ مشہد میں مدفون ہیں) کا بیان ہے: ایک دفعہ میں کوفہ میں تھا اور میری پوری کوشش تھی کہ میں اویس قرنی سے ملاقات کروں ایک دن دریائے فرات کے کنارے اُن کو حالت نماز میں دیکھا اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ بہتر ہے میں انتظار کرلوتا کہ ان کی نماز مکمل ہو جائے۔

جب اُن کی نماز ظہر ختم ہوئی تو انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے، دعا ختم کرنے کے بعد انہوں نے نماز عصر پڑھی اور یہاں تک کہ انہوں نے اسی حالت میں نماز مغرب اور نماز عشاء سرانجام دی، نماز عشاء کے بعد مستحب نمازیں پڑھیں کسی وقت سجدہ میں جاتے کبھی طویل رکوع کرتے یہاں تک کہ رات تمام ہوئی، صبح ہوئی تو اس وقت وہ دعا میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ سورج چڑھ آیا کچھ دیر کے لئے انہوں نے آرام فرمایا اور تھوڑی دیر سونے کے بعد اٹھے اور تجدید وضو کر کے عبادات میں مشغول ہونے لگے تو میں اُن کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ تم اپنے آپ کو بہت زیادہ تکلیف دے رہے ہو تو فرمانے لگے کہ آسائش کے لئے تھوڑی بہت زحمت اٹھانی پڑتی ہے۔

میں نے اُن سے کہا کہ اس پورے عرصے میں میں نے آپ کو کچھ کھاتے ہوئے نہیں دیکھا، آپ اپنے اخراجات کہاں سے پورے کرتے ہیں۔

حضرت اویس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی روزی کا ضامن ہے مجھ سے آئندہ اس طرح کے سوالات نہ کرنا یہ کہا اور چلے گئے۔[1]

۴۔ ابلیس کی عبادت:

امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے: لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو شیطان کے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے عبرت حاصل کرو کیونکہ اس کی تمام تر محنت اور عبادت تکبر کی وجہ سے باطل اور تباہ ہوگئی، اس نے اللہ تعالیٰ کی چھ ہزار سال تک عبادت کی تھی جب کہ تمہیں یہ

---

[1] پیغمبر و یاران، ا۔ ۵۰ ۳۔ ناسخ التواریخ علی علیہ السلام ص ۱۷۶۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

معلوم نہیں ہے کہ ان چھے ہزار سالوں کا تعلق دنیا کے سالوں سے تھا یا آخرت کے سالوں سے تھا جن کا ایک دن اس دنیا کے پچاس ہزار سالوں کے برابر ہوتا ہے اس کی ایک لمحہ کی سرکشی نے اُسے کسی کام کا نہیں رکھا جب اتنے بڑے عابد کی ایک لمحہ کی غفلت اُسے عذاب خدا سے نہیں بچاسکی تو اورکون شخص عذاب خداوندی سے بچ سکتا ہے۔[۱]

امام صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو وقت معلوم تک کی کیوں مہلت دی؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر بجالا یا تھا، پوچھا گیا کہ اس کا حمد اور شکر کیا تھا؟ فرمایا کہ اس نے چھ ہزار سال تک عبادت کی تھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان نے چھ ہزار سال میں صرف دو رکعت نماز ادا کی تھی۔[۲]

۵۔ امام سجاد علیہ السلام:

امام سجاد علیہ السلام کو زین العابدین کہا جاتا ہے اور اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک رات عبادت کے لئے محراب میں کھڑے ہوئے، ابلیس لعین نے چاہا کہ آپ کو نماز سے روک دے تو اژدھا کی شکل میں نمودار ہوا، امام علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی وہ آگے بڑھا اور آپؑ کے پاؤں کے انگوٹھے کو کاٹنا شروع کیا، چاہتا تھا کہ حضرت کو تکلیف ہوگی لیکن اس کے باوجود آپ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔

جب آپ نماز سے فارغ ہوئے آپؑ سمجھ گئے کہ وہ شیطان لعین ہے، آپؑ نے اسے آواز دے کر کہا اے لعین دور ہو جا اس کے بعد آپؑ پھر عبادت خداوندی میں مشغول ہو گئے۔

اس وقت ملائکہ میں سے ایک ہاتف نے آواز دے کر تین مرتبہ کہا:

"انت زین العابدین" "انت زین العابدین" "انت زین العابدین"

توعبادت گزاروں کی زینت ہے۔[۳]

---

[۱] نہج البلاغہ فیض الاسلام ص ۸۰۷ خطبہ نمبر ۲۳۴۔
[۲] ابلیس نامہ ص ۱۶۸۔ علل الشرائع ۲۔ ۲۴۳۔
[۳] منتھی الامال ۔ ۲، ۳۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 56

عہدوپیمان

قرآن مجید میں ارشادخداوندی ہوتا ہے:

"وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ" [۱]

اور جب تم عہد کروتو اللہ سے عہد کو پورا کرو۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا دين لمن لا عهد له" [۲]

ترجمہ: جس شخص کا کوئی عہدوپیمان نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

مختصرتشریح:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے وعدے کئے ہیں اوراپنے بندوں کوبھی وعدہ نبھانے کی تلقین کی ہے۔

جوشخص کسی سے عہد کرے تو اُسے چاہیے کہ اپنے عہد پر عمل کرے اور عہدشکنی سے پرہیز کرے، عہد چاہے خدا اور رسول سے ہو یا خلق خدا سے ہوعہد سے پھر جانا مصیبت کا باعث بنتا ہے، عہد قیامت کے دن کسی گردن بند کی طرح اس کی گردن میں لٹکا ہوا ہوگا۔

جوشخص عہدشکنی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دشمن کومسلط کردیتا ہے، حد یہ ہے کہ معاہدہ اگرچہ کافراورفاجرلوگوں سے کیا جائے تو اسے بھی ختم نہیں کرنا چاہیے، ایسے معاہدہ کوختم کرنے کے لئے مسلمان کوکبھی بھی پہل نہیں کرنی چاہیے۔

ا۔ پیغمبراکرمؐ اورابوھیشم:

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک بزرگوارصحابی کا نام ابوھیشم بن تیھان تھاایک دفعہ پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوھیشمؓ سے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی اللہ مجھے کوئی خادم عطا کرے گاتو میں تجھے خادم عطا کروں گا۔

[۱] سورہ نحل آیت نمبر۹۱۔

[۲] سفینۃ البحار،۲۔۲۹۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اتفاقاً تین قیدی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے، پیغمبر اکرمؐ نے اُن میں سے دوافراد دوسرے لوگوں کو بخش دیئے اب ایک غلام باقی رہا، اسی اثناء میں آپؐ کی صاحبزادی جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا آپؐ کے پاس آئیں اور آپ سے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے کام کاج کرنے کے لئے کوئی غلام دیں، چکیاں پیس پیس کر میرے ہاتھوں میں گٹھے پڑ چکے ہیں۔

پیغمبر اکرمؐ کو ابوہیثم سے کیا ہوا وعدہ یاد تھا اور فرمایا کہ میں اپنی بیٹی کو ابوھیثم سے کئے گئے وعدے سے کیسے مقدم رکھ سکتا ہوں؟ جب کہ یہ بھی سچ ہے کہ میری بیٹی کے ہاتھوں پر چکی پیسنے کی وجہ سے گٹھے پڑ چکے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے وہ خادم ابو ھیثم کے سپرد کر دیا۔[1]

۲۔ وعدہ خلافی جائز نہیں:

ایران کے آخری شہنشاہ یزدگرد کے دورحکومت میں اہواز کا گورنر ہرمزان تھا جب مسلمانوں نے اہواز کو فتح کیا تو ہرمزان کو گرفتار کر کے حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ روانہ کیا گیا۔

خلیفہ نے ہرمزان سے کہا: ''اگر زندگی چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ ورنہ میں قتل کر دوں گا۔

ہرمزان نے کہا: ''اچھا قتل سے پہلے مجھے پانی پلاؤ، میں سخت پیاسا ہوں''

حضرت عمرؓ نے کہا: اسے پانی پلاؤ، لکڑی کے پیالے میں اسے پانی پیش کیا گیا، ہرمزان نے کہا: ''میں اس پیالے سے پانی نہیں پیوں گا میں تو جواہرات لگے پیالے سے پانی پینے کا عادی ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اسے جواہرات لگے پیالے میں پانی دیا جائے چنانچہ جواہرات سے مرصع پیالے میں پانی لاکر ہرمزان کے ہاتھ پر رکھا گیا مگر ہرمزان نے اسے لبوں سے نہ لگایا۔

حضرت عمرؓ نے کہا: جلدی سے پانی پیو کیونکہ میں وعدہ کر چکا ہوں کہ پانی پلانے سے قبل تجھے قتل نہیں کروں گا۔

ہرمزان نے یہ سن کر پیالہ زمین پر دے مارا اور پیالہ تڑاخ سے ٹوٹ گیا اور سارا پانی بہہ گیا۔

حضرت عمرؓ اس کا حیلہ دیکھ کر متعجب ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام سے کہنے لگے آپؑ بتائیں کہ کیا کیا جائے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم وعدہ کر چکے ہو کہ پانی پلانے سے پہلے اس کو قتل نہیں کرو گے اپنے وعدہ پر قائم رہو تمہیں اس کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں البتہ اس پر جزیہ نافذ کر دو۔

ہرمزان نے کہا: میں جزیہ دینے پر راضی نہیں ہوں البتہ اب میں بے خوف اور مطمئن ہو کر مسلمان ہوتا ہوں چنانچہ اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا حضرت عمرؓ نے مدینہ میں اس کو ایک گھر دیا اور سالانہ دس ہزار درہم اس کا وظیفہ مقرر کیا۔[2]

---

[1] شنیدنھای تاریخ ص ۲۹۰۔ محجۃ البیضاء ۵۔ ۳۳۸۔

[2] پندتاریخ ۲۔ ۴۲، الکلام یجر الکلام۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

۳۔ حلف الفضول کا معاہدہ:

بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیس برس قبل مکہ میں ایک معاہدہ ہوا تھا جسے حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپؐ نے بھی اس معاہدہ میں شرکت کی تھی، اس معاہدہ کی وجہ یہ بنی کہ قبیلہ بنی زبید کے ایک شخص نے کچھ سامان عاص بن وائل سے فروخت کیا، عاص بن وائل نے اس سے سامان تو لے لیا لیکن اُسے رقم نہ دی۔

وہ شخص کوہ قبیس کے اوپر چڑھ کر زور سے آوازیں دینے لگا کہ اے لوگو! مظلوموں کی مدد کرو، مسافروں کی حمایت کرو اور احترام کے قابل وہ شخص ہوتا ہے جو مظلوموں کی مدد کرے، کوئی فریب کار شخص احترام کے قابل نہیں ہوتا۔

جب لوگوں نے اس شخص کی آہ وزاری سنی تو خانہ کعبہ میں اکٹھے ہوئے قبائل کے چند لوگ عبداللہ ابن حدعان کے گھر میں اکٹھے ہوئے اور معاہدہ کیا کہ ہم آئندہ مظلوموں کی مدد کریں گے، مکہ میں کسی بھی شخص کو اجازت نہیں ہوگی کہ وہ کسی پر ظلم کر سکے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس معاہدہ میں شریک ہوئے بعد میں رسول خدا گئے اور عاص بن وائل سے اس شخص کی رقم واپس دلائی، جب حضرت محمدؐ مبعوث بہ نبوت ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے عبداللہ بن جدعان کے گھر ایک معاہدہ میں شرکت کی تھی اور اگر آج اسلام کے اندر اسی معاہدے کے تحت مجھے کوئی شخص دعوت دے گا تو میں اس شخص کے گھر جاؤں گا بلکہ اسلام نے آکر اس معاہدے کو تقویت عطا کی ہے۔[1]

۴۔ انس بن نضرؓ:

انس بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت گزار تھے ان کے چچا کا نام انس بن نضر تھا انس بن نضر غزوہ بدر میں کسی بھی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تو بعد میں انہوں نے رسول اکرمؐ سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس جنگ میں آپؐ کے ہمرکاب نہیں تھا آپؐ کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اگر کبھی بھی کسی دشمن سے آپؐ کی جنگ ہوگی تو میں ضرور شامل ہوں گا۔

چند دنوں بعد غزوہ احد کا واقعہ رونما ہوا تو انس بن نضر اس میں شامل ہوا، دوران جنگ ایک دفعہ پانسا پلٹ گیا اور مسلمان میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ رسول پاک شہید ہو چکے ہیں۔

کچھ لوگ کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس کوئی نمائندہ ہوتا تو ہم اسے رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی کے پاس بھیجتے اور کہتے کہ ہمارے لئے ابوسفیان سے امان طلب کرے، کچھ لوگ ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ کر سوچنے لگے کہ اب جب کہ محمدؐ بھی نہ رہے تو ہمیں اپنے سابقہ دین کی طرف پلٹ جانا چاہیے۔

جب ابن نضر نے اُن کی باتیں سنی تو کہنے لگا: ''پروردگار! جو کچھ یہ لوگ تجاویز پیش کر رہیں ہیں میں ان تجاویز سے بے زار

[1] داستانھای زندگی پیغمبرؐ۔۳۶، طبقات الکبری ا۔۱۲۸

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ہوں'' بعد میں لوگوں سے کہا کہ اگر محمدؐ ہی مارے گئے تو خدائے محمدؐ تو زندہ ہے پیغمبرؐ کے بعد زندگی کس مقصد کے لئے ہے اُٹھو کفار سے جنگ کرو، اُسی مقصد کے لئے ان سے جنگ کرو جس مقصد کے لئے رسول خدا نے جنگ کی یہ کہہ کر انس بن نضر نے تلوار اٹھائی اور دشمنان خدا سے جنگ شروع کر دی۔

آخر کار جنگ کرتے کرتے راہ حق میں شہید ہو گئے جب شہادت کے بعد اُن کے جسم اطہر پر لگے گئے زخموں کو گنا گیا تو تیر اور نیزے کے اسی زخم لگے ہوئے تھے۔

زخم اتنے زیادہ تھے کہ اُن کی بہن نے اپنے بھائی کی لاش کو اس کے ہاتھوں کی انگلیوں کے سروں سے پہچانا تھا۔[۱]

۵۔ ایک مسلمان غلام:

فضیل بن زید رقاشی نام کا شخص مسلمانوں کی فوج کا سالار تھا، مسلمانوں کی فوج نے ان کی سربراہی میں فارس کے علاقے سہریاج نامی قلعے کا محاصرہ کیا تھا، اُن کا ارادہ تھا کہ اس قلعہ کو فتح کریں گے کچھ دیر لڑائی کے بعد فوج اپنی آرام گاہ میں چلی گئی۔

کچھ بردے جو مسلمانوں کی قید میں آئے ہوئے تھے وہ مسلمان تھے، لہٰذا کسی کی ملکیت وہ بن نہیں سکتے تھے لہذا اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ دشمن کے خلاف جنگ میں وہ بھی شامل تھے۔

اسی اثنا میں ایک غلام فوج سے پیچھے تھا تو دشمن نے قلعے کے برج پر چڑھ کر اس سے مقامی زبان میں گفتگو کی اور اس سے امان چاہی، تو اس غلام نے انہیں امان دے دی۔

جب مسلمانوں کا لشکر قلعے پر چڑھائی کرنے کے لئے آگے بڑھا تو انہوں نے قلعے کے دروازے کھول دیئے، مسلمان حیران ہوئے کہ آخر یہ کیا ہوا؟

دشمنوں نے کہا کہ ہم نے اس لئے قلعے کا دروازہ کھولا ہے کہ تمہارے اس غلام نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا ہے اس نے ہمیں امان دی ہے لہٰذا ہم نے امان پر اعتماد کر کے دروازہ کھول دیا ہے۔

مسلمان کافی پریشان ہوئے آخر کار یہی مسئلہ خلافت کے مرکز مدینہ بھیجا گیا جب یہ مسئلہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے کہا کہ مسلمان غلام مسلمان ہی ہوتا ہے لہذا اس کا کیا ہوا معاہدہ تمہارے کئے گئے معاہدہ کی طرح محترم ہی ہے، لہٰذا اس کے امان نامہ کا احترام کیا جائے اور اسے نافذ العمل سمجھا جائے۔[۲]

---

[۱] پیغمبران ویاران۔ ا، ۳۳۴۔

[۲] داستانھای ما۔ ااا، کودک فلسفی ۲۔ ۱۷۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 57

عدالت

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"اِعۡدِلُوۡا۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ"[۱]

(ہر حال میں) عدل کرو! یہی تقویٰ کے قریب ترین ہے۔

حضرت علی امیرالمومنین علیہ السلام کا فرمان ہے:

"العدل یضع الامور مواضعها"[۲]

عدل کے ذریعے سے ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھا جاسکتا ہے۔

مختصر تشریح:

عدالت یعنی اپنی استطاعت کے مطابق مساوات پر عمل کرنا، ایک دوسرے کے حقوق کا خیال کرنا اور ہر شخص کا حق اس کے حوالے کرنا اور شریک افراد میں انصاف برتنا یہ سب عدالت کے ضمن میں شامل ہے، انسان کا شرف انصاف برپا کرنے میں ہے اگر حاکم عادل ہو تو اس کی رعایا عنایات الٰہی اور رحمانی برکات سے مستفید ہوتی ہے۔

خداوند تعالیٰ نے انبیاء کو روشن دلائل دے کر مبعوث فرمایا تاکہ وہ عدل قائم کریں اور معاشرہ زوال پذیر نہ ہوسکے۔

انسانی معاشرہ میں لوگوں کی ایک دوسرے سے ضروریات وابستہ ہوتی ہیں اور ان ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ ہر مقام پر عدل واعتدل کو قائم کیا جائے خواہ وہ نظم امور، اخلاق یا ایک دوسرے کے ساتھ معاہدے ہوں، حد یہ ہے کہ اولاد کے درمیان بھی انسان عدل واعتدال کو ملحوظ خاطر رکھے۔

افراط وتفریط کی وجہ سے عدل کا پایہ لرزنے لگ جاتا ہے اور لوگوں میں اختلافات کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

---

[۱] سورۃ المائدہ آیت نمبر ۸۔

[۲] سفینۃ البحار ۲۔۱۶۶

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

۱۔حکومت شدید:

شدادنامی ایک بادشاہ گزرا ہے جس نے خدائی کا دعوی کیا تھا، اسی شداد کا ایک بھائی بھی حکمران تھا جس کا نام شدید تھا اور وہ بڑا انصاف پسند اور نیک طبیعت تھا حکمران چونکہ خود اچھا اور عادل تھا اسی لئے رعایا میں سے کسی فرد کو یہ جرات نہ تھی کہ وہ کسی پر ظلم وستم کرے۔

اس نے ایک شخص کو مقدمات کے فیصلہ کے لئے قاضی مقرر کیا، پورے سال میں قاضی کے پاس کوئی بھی مقدمہ نہ آیا تو اس نے شدید سے کہا''میں تنخواہ لینا ناجائز سمجھتا ہوں کیونکہ پورا سال گزر گیا میرے پاس کوئی مقدمہ نہیں لایا گیا اور نہ میں نے کوئی فیصلہ کیا ہے''۔

شدید نے کہا:''کوئی بات نہیں تم تو اپنی مسند پر موجود رہے ہو،لہذا تنخواہ لینا تمہارا حق ہے''۔

ایک سال بعد قاضی کے پاس پہلا مقدمہ آیا اور اس کی کیفیت یہ تھی کہ ایک شخص نے کہا:''میں نے اس آدمی کے ہاتھ اپنی زمین فروخت کی تھی اور میں نے اس سے رقم وصول کر لی تھی، اب اس کھیت میں سے دفینہ برآمد ہوا ہے تو یہ شخص کہتا ہے دفینہ کا مالک میں نہیں تم ہو؟

قاضی نے دوسرے فریق کا بیان سنا اس نے کہا:''جی ہاں! یہ بیان درست ہے میں نے اپنے دوست سے زمین خریدی تھی دفینہ نہیں خریدا تھا،لہذا اب اگر کچھ برآمد ہوا ہے تو وہ میری ملکیت نہیں بلکہ اس کی ملکیت ہے، جب کہ فریق اول یہ کہتا تھا کہ جب میں زمین ہی بیچ چکا ہوں تو دفینہ میرا کیسے ہوسکتا ہے؟

قاضی نے دونوں سے پوچھا کہ آیا خدا نے تمہیں کوئی اولاد بھی عطا کی ہے تو فریق اول نے کہا:''جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹا عطا کیا ہے''اور فریق دوم نے کہا مجھے اللہ نے ایک بیٹی سے نوازا ہے''

یہ سن کر قاضی نے کہا:''ان بچوں کی آپس میں شادی کر دی جائے اور وہ دفینہ ان بچوں کا ہوگا''۔[۱]

۲۔ اولاد کے درمیان عدالت:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کے گھر میں ایک خاتون آئی، اس خاتون کے ساتھ اس کے دو چھوٹے بچے بھی تھے، بی بی عائشہ نے اسے خرما کے تین دانے دیئے ماں نے اپنے ایک ایک بچے کو خرما کا ایک ایک دانہ دیا، خرمے کے تیسرے دانے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، ایک نصف حصہ ایک بچے کو اور دوسرا نصف حصہ دوسرے بچے کو دیا جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف لائے تو بی بی عائشہ نے اس عورت کا واقعہ آپؐ کے گوش گزار کیا تو آپؐ نے بی بی عائشہ سے فرمایا: کیا تم اس عورت کے اس عمل

[۱] رہمائی سعادت ۲۔۱۵۴، روضۃ الصفا ۷۹۱۱۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

پر تعجب کررہی ہو؟ توسنو! اللہ تعالیٰ نے اس کی مساوات اورعدل کے ذریعے سے اس پر جنت واجب کردی ہے“۔

روایت میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنے دو بیٹوں کولیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپؐ کی موجودگی میں وہ اپنے ایک بیٹے کو بوسے دیتا رہا اور دوسرے کی طرف کوئی توجہ نہ کی، جیسے ہی رسول اکرمؐ نے اس کے اس طور طریقے کو دیکھا تو کہا: ”اپنی اولاد کے درمیان مساوات کیوں نہیں کرتے؟“[۱]

۳۔ لباس سرخ:

ایک زاہد اور عبادت گزار شخص منصور دوانیقی کے پاس آیا تا کہ اسے نصیحت کرسکے، اس شخص نے کہا: ”میں کبھی کبھی چین جایا کرتا ہوں وہاں ایک بادشاہ حکومت کرتا تھا، اور اتفاق سے اس کی قوت سماعت ختم ہوگئی تو وہ زاروقطار رونے لگا، وزراء نے اس کے رونے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں قوت سماعت کی محرومی کی وجہ سے نہیں روتا میں تو اس لئے روتا ہوں کہ اب میں فریادیوں کی فریاد نہیں سن سکوں گا، اب اگرچہ میں قوت سماعت سے محروم ہو چکا ہوں مگر ابھی میرے پاس قوت بصارت موجود ہے میں اسی قوت بصارت کے ذریعے سے فریادیوں کی مدد کروں گا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے ملک میں مظلوم اور ستم رسیدوں شخص کے علاوہ کوئی شخص سرخ رنگ کا لباس نہ پہنے تا کہ اسے مظلوم کے پہچاننے میں آسانی رہے، پھر وہ روزانہ ہاتھی پر سوار ہوکر پورے شہر کا چکر لگا تا تھا اسے جہاں کہیں بھی سرخ لباس والا شخص نظر آتا تو اس کی دادرسی کرتا تھا۔[۲]

۴۔ غنائم میں مساوات:

جب جنگ حنین اختتام پذیر ہوئی تو غنائم تقسیم کئے گئے وہاں پر کچھ اعرابی بھی موجود تھے ابھی وہ مومن نہیں بنے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپؐ ہمیں بھی حصہ عنایت فرمائیں انہوں نے اتنا زیادہ ہجوم کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درخت کی پناہ لینی پڑی، اُن لوگوں نے آپؐ کے جسم اطہر سے عبا تک چھین لی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن سے کہا کہ میری عبا مجھے واپس کردو، اس کے بعد آپ نے فرمایا: ”مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میرے قبضے میں اتنے اونٹ، اتنی گائیں اور اتنے گوسفند ہوتے کہ جتنے زمین پر درخت ہیں تو میں وہ بھی تمہارے اندر تقسیم کرتا۔“

اس کے بعد آپؐ نے ایک اونٹ کے کوہان سے کچھ بال کھینچے اور فرمایا: میں اپنے خمس کے علاوہ اتنی مقدار میں بھی اس مال

---

[۱] روایتھا و حکایتھا، ص ۷۳۔ الحدیث ۲۔ ۲۶۷۔

[۲] جوامع الحکایات، ص ۷۳۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

میں سے تصرف نہیں کروں گا، تمہارا بھی حق بنتا ہے کہ تم بھی غنیمت میں کسی چیز کی خیانت نہ کرو، اگر چہ وہ چیز ایک سوئی یا ایک دھاگے کے برابر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ غنیمت کی چوری شرم وعار کا باعث ہے اور آتش دوزخ کا سبب ہے''

اس وقت انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے آپؐ کے سامنے کچھ رنگین دھاگے پیش کئے اور کہا کہ میں نے یہ کچھ رنگین دھاگے اپنے پاس رکھے تھے اور چاہتا تھا کہ ان دھاگوں سے میں اپنے اونٹ کا پلان بناؤں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صحابی سے کہا کہ ان میں سے میں نے اپنا خمس کا حصہ تجھے معاف کیا۔

انصاری نے کہا یارسول اللہ! جب معاملہ اتنا دقیق ہو اور دشوار ہو تو مجھے ان دھاگوں کی کوئی ضرورت نہیں یہ کہہ کر اس نے وہ دھاگے آپؐ کے سامنے زمین پر رکھ دیئے۔[1]

۵۔ دشمن کے روبرو عدل علی علیہ السلام کا تذکرہ:

معاویہ بن ابوسفیان ایک سال حج کرنے گیا وہاں اس نے حکم دیا کہ دارمیہ حجونہ کو میرے سامنے لایا جائے، یہ خاتون مقام حجون میں قیام پذیر تھی، معاویہ کے قاصد اس خاتون کو معاویہ کے سامنے لائے:

معاویہ نے کہا: ''تجھے علم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلوایا ہے؟''

خاتون نے کہا: ''غیب کا علم اللہ کے پاس ہے''۔

معاویہ نے کہا: میں نے تجھے اس لئے یہاں بلوایا ہے کہ مجھے بتاؤ تم علیؑ سے محبت کیوں کرتی ہو اور مجھ سے نفرت کیوں کرتی ہو؟

خاتون نے کہا: ''بہتر یہ ہوگا کہ آپ اس سوال سے مجھے معذور ہی رکھیں، لیکن معاویہ نے اپنا اصرار جاری رکھا۔

خاتون نے کہا: میں علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ علیؑ عادل تھے اور وہ ہمیشہ عدل ومساوات کا خیال رکھتے تھے اور تجھ سے مجھے اس لئے نفرت ہے کہ تو نے اس سے جنگ کی جو تجھ سے خلافت کا زیادہ حقدار تھا، اور تو نے اس مقام پر قبضہ کیا ہے جس کے تو لائق نہیں تھا، میں علیؑ سے اس لئے محبت کرتی ہوں کہ پیغمبر اکرمؐ نے اسے خلافت کے لئے نامزد کیا تھا، اور میری محبت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ علیؑ غربا ومساکین سے محبت کرتے تھے اور خدا کے نیک بندوں کا احترام کیا کرتے تھے میں تجھ سے اس لئے نفرت کرتی ہوں کہ تو ناحق خون بہانے کا عادی ہے اور تیرے فیصلے انصاف پر مبنی نہیں ہیں، تو خدا کے حکم کی بجائے اپنی خواہشات پر عمل کرتا ہے۔

خاتون کی یہ کڑوی باتیں سن کر معاویہ بدتمیزی پر اتر آیا اور باتوں کو گول مول کرنے لگا، اس کے بعد معاویہ نے پوچھا کیا تو نے علی کو دیکھا ہے؟

خاتون نے کہا: ''ہاں میں نے علیؑ کی زیارت کی تھی''۔

---

[1] داستانھا و پندھا ۲۔۴۰، ناسخ التواریخ حضرت رسول ۳۔۱۵۰۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

معاویہ نے کہا: پھرتو نے علی کوکیسا پایا؟

خاتون نے کہا: ''میں نے دیکھا ہے کہ علی تمہاری طرح سے سلطنت پانے کی وجہ سے خودفریبی کا شکارنہیں تھے اوراپنے آپ سے علیؑ بےخبر نہ تھے، نہ ہی دولت کی چمک سے مرعوب تھے جیسا کہ تو مرعوب ہے۔

معاویہ نے کہا: کیاتو نے علیؑ کی تقریر بھی سنی تھی؟

خاتون نے کہا: ''جی ہاں، علیؑ کی گفتگو بڑی صاف ستھری ہوتی تھی اور سیدھی دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھی علی کی گفتگو دلوں کوجلابخشتی تھی اوردل کی تشنگی کوصاف کردیتی تھی۔

معاویہ نے کہا: ''تونے سچ کہااورتمہاری کوئی حاجت ہوتو بیان کرو' خاتون نے کہا'' پھرمیں چاہتی ہوں کہ مجھےایک سو مادہ اونٹ اورکچھ نراونٹ دیدو۔

معاویہ نے کہا: ''یہ سب لیکرکیا کروگی؟''

خاتون نے کہا: ''اس کے دودھ سے ہم اپنے بچوں کی پرورش کریں گے، غربا اورمساکین کی مدد کریں گے اورقبائل عرب کے تنازعات اس ذریعے سے ختم کریں گے۔

معاویہ نے خاتون سے کہا اگرمیں ایسا کروں توکیاتم اپنے دل میں مجھے وہی مقام دوگی جوتم نے علیؑ کودے رکھا ہے؟

خاتون نے بڑے تعجب سے کہا: ''سبحان اللہ! یہ تو ناممکن ہے اگرتم علیؑ کی محبت کے ہزارویں حصے کا بھی مطالبہ کروتو بھی میں تمہیں نہیں دے سکتی۔

پھرمعاویہ نے دوشعر پڑھے: اورکہا اگرآج علیؑ زندہ ہوتے تو وہ تجھے ایک اونٹ بھی نہ دیتے۔

خاتون نے کہا: ''خدا کی قسم یہ سچ ہے، علی بڑے محتاط تھے وہ مسلمانوں کے مال سے ایک اونٹ تو اونٹ خوداس کا ایک بال بھی مجھے نہ دیتے۔ [1]

---

[1] داستانھای استاد ۲۔ ۷۔ ۹۷، بیت گفتار ص ۶۷۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 58

عذاب

قرآن مجید میں ارشادربانی ہے:

"اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ"[1]

آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہونے والا ہے۔

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا یعذب اللہ قلبا وعی بالقرآن"[2]

جس دل میں قرآن ہوگا اللہ اسے عذاب نہیں دے گا۔

مختصر تشریح:

خدا چاہتا ہے کہ مخلوقات اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرے کیونکہ حکم خداوندی کی خلاف ورزی سے معاشرہ خراب ہوجاتا ہے،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو حکم دیا کہ وہ اپنی امتوں سے کہیں عذاب خدا سے ڈرتے رہیں۔

عذاب کی قسموں کا تعلق بھی گناہ کی قسموں اوراوصاف رذیلہ سے ہے، چنانچہ عرب اپنے تعصب کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے،امراء یعنی حکام ظلم وجور کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے،علماء حسد کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے،دیہاتی جہالت کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بنیں گے،تاجرخیانت کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے،دوزخ کے درکات اوردرجات میں فرق ہے،اسی طریقے سے عذاب کی شدت میں بھی فرق ہے کچھ ایسے دوزخی ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کچھ ایسے دوزخی ہوں گے جو کچھ عرصے کے بعد شفاعت کی وجہ سے عذاب سے چھٹکارا حاصل کریں گے، بدترین عذاب یہ ہے کہ انسان دنیا میں سنگ دل ہوا ورآخرت میں دوزخ کے پست ترین درکات میں پڑا ہوا ہو۔

---

[1] سورہ الطور،آیت نمبر ۷۔

[2] سفینۃ البحار ۲۔۲۱۵۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ا۔قوم عاد پر عذاب

حضرت ہودعلیہ السلام کی عمر جب چالیس برس ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی اور انہیں مبعوث نبوت فرمایا، انہوں نے اپنی قوم کو توحید خداوندی کی دعوت دی، حضرت ہودعلیہ السلام کی قوم کو قوم عاد کہا جاتا ہے وہ تیرہ قبائل پر مشتمل تھی جن کے پاس بہترین زراعت اور اعلیٰ اقسام کی کھجوروں کے باغات تھے، اُن کے شہر عرب دنیا کے آبادترین شہر تھے اُن لوگوں کی عمر دراز اور لمبے قد ہوتے تھے۔

حضرت ہودعلیہ السلام نے کئی برسوں تک اپنی قوم کو تبلیغ کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، آخر کارتنگ آ کر انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہیں بددعادوں، گا اُن کی قوم نے کہا: ہود! ہمارے اور قوم نوح کے درمیان بہت سافرق ہے، قوم نوح کے جسم کمزور تھے اور ناتوان لوگ تھے اسی لئے وہ عذاب میں ہلاک ہوگئے جب کہ ہمارے خدا بھی طاقتور ہیں اور ہمارے جسم بھی بڑی طاقت والے ہیں اسی لئے ہم کسی عذاب سے نہیں ڈرتے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے اوپر باد عقیم کو بھیجا یہ وہ ہوا ہے جس کے متعلق امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں باد عقیم سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں، یہ باد عقیم عذاب الٰہی لیکر قوم عاد پر نازل ہوئی، جب عذاب نازل ہوا تو قوم عاد کے محلات قلعے شہر تمام عمارتیں ملنے لگ گئیں اور ہوا نے انہیں ریزہ ریزہ کردیا، وہ تند و تیز ہوا سات راتیں اور آٹھ دن متواتر چلتی رہی جس کی وجہ سے اُن کے محلات اور گھر اور سب لوگ نیست و نابود ہوگئے۔

قوم عاد کو ذات العماد بھی کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عماد، عمود کی جمع ہے اور عمود ستون کو کہا جاتا ہے یہ لوگ اتنے طاقتور تھے کہ وہ پہاڑوں کو تراش کر ستون بنا لیتے تھے اور ان میں رہائش پذیر ہوتے تھے جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو ہر چیز زیروزبر ہوگئی۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان پر عذاب (ریحا صرصراً) لے کر آئی ''ریحا صرصراً'' کا معنی تیز و تند سرد ہوا ہے جو ایک چیز کو کسی جگہ سے اکھاڑ کر رکھ دے جیسے ہی وہ ہوا چلی تو جس طریقے سے ہوا مکڑی کو بلند کرتی ہے اسی طریقے سے اُن لوگوں کو ہوا اوپر بلند کرتی اور پھر نیچے زمین پر دے مارتی تھی ان لوگوں کی ہڈیاں تک اس نے پھیلا دی تھیں۔ [1]

۲۔ابن ملجم لعین اور عذاب برزخ:

ابن رقاء بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکہ میں مسجد الحرام کے پاس موجود تھا میں نے دیکھا کہ لوگوں کا گروہ مقام ابراہیم کے پاس بیٹھا ہوا ہے، میں نے پوچھا کہ کیا کوئی نئی بات ہے مجھے بتایا گیا کہ عیسائی عالم اور راہب تازہ مسلمان ہوا ہے اور وہ لوگوں

[1] حیوۃ القلوب ۲۔۹۹۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

سے گفتگو کررہا ہے، میں بھی اُسے دیکھنے کے لئے مقام ابراہیم کے پاس گیا۔

میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص جس نے پشمینا کا لباس پہنا ہوا ہے اور سر پریشم کی ٹوپی رکھی ہوئی ہے جو بلند قدوقامت رکھتا ہے لوگوں سے محوگفتگو تھا، وہ لوگوں سے کہہ رہا تھا کہ ایک دن میں اپنے صومعہ میں بیٹھا ہوا تھا جب میں نے اپنے صومعہ کے باہر نگاہ کی تو مجھے ایک عجیب منظر نظر آیا، ایک بہت بڑا پرندہ جو کہ شکاری باز سے بھی کئی گناہ بڑا تھا اچانک وہ دریا کے کنارے پڑے ہوئے پتھر پر آ کر بیٹھا اوراس نے کسی چیز کو قے کر کے منہ سے نکال پھینکا، جب میں نے غور سے دیکھا تو اس نے اپنے منہ سے انسانی جسم کا چوتھائی حصہ اگل دیا تھا، پھر کچھ دیر کے بعد وہ پرندہ واپس آیا اس بار بھی میں نے دیکھا کہ اس نے قے کر کے اپنے منہ سے انسانی جسم کا چوتھائی حصہ نکالا، کچھ دیر کے بعد وہ پھر واپس آیا اس نے پھر قے کی اور انسانی جسم کا چوتھائی حصہ باہر نکالا، چوتھی مرتبہ وہ پھر واپس آیا تو اس مرتبہ بھی اس نے انسانی جسم کا چوتھائی حصہ قے کیا۔

پھر میں نے دیکھا کہ وہ ٹکڑوں میں تقسیم ہونے والا شخص مکمل انسان کی شکل اختیار کر گیا اور مجھے یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ زندہ انسان ہو، چند لمحات ہی گزرے تھے وہ پرندہ پھر واپس آیا، اس نے اپنی چونچ سے اس کے چار حصے کئے اور ایک حصہ کو دوبارہ نگل لیا پھر باری باری آ کر باقی ٹکڑوں کو بھی نگلتا رہا، میں نے تعجب کیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ پروردگار! یہ کونسا بدبخت ہے جسے اتنا عذاب دیا جارہا ہے؟

مجھے افسوس ہوا کہ میں اس کے پاس جا کر اس سے پوچھتا کہ اسے کس گناہ کی سزادی جارہی ہے اللہ کا مجھ پر کرم ہوا کہ پھر وہ پرندہ دوبارہ اس جگہ پر آیا اور ایک حصے کو قے کئے اسی طرح وہ چار مرتبہ آیا اوراس انسان کو مکمل قے کیا، اب وہ شخص مکمل انسان بن گیا، تو میں دوڑتا ہوا اس بدبخت کے پاس پہنچا اوراس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اور تجھے کونسے گناہ کی سزامل رہی ہے؟

اس نے مجھ سے کہا کہ میں ابن ملجم ہوں اور میں نے امیرالمومنین علی علیہ السلام کو قتل کیا تھا، عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ نے اس پرندہ کی ڈیوٹی لگائی ہے جو روزانہ مجھے قتل کرتا ہے اور نگل جاتا ہے پھر باہر نکالتا ہے اور میرا وجود مکمل بن جاتا ہے پھر مجھے اسی طرح قتل کرتا ہے۔

میں نے اس سے پوچھا کہ یہ تو بتا علی بن ابوطالب کون تھے؟

اس نے کہا: ”وہ رسول خدا کے ابن عم اور اُن کے جانشین تھے“

چنانچہ مین نے یہ منظر دیکھا اس منظر کو دیکھنے کے بعد میں نے گواہی دی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی ہیں اور حضرت علی اُن کے جانشین ہیں پھر میں مسلمان ہوگیا۔[1]

---

[1] عالم برزخ ص ۱۷۸، بحارالانوار ۴۲۔۳۰۷

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

۳۔عمل کی جزا:

چنگیز خان نے ایران پر وحشیانہ حملہ کیا تھا اس نے خون کی ندیاں بہا دیں تھیں وہ جس بھی شہر میں جاتا تو لوگوں کو اکٹھا کر کے پوچھتا اچھا یہ بتاؤ میں تمہیں قتل کر رہا ہوں یا خدا تمہیں مار رہا ہے؟ اگر لوگ کہتے کہ تو ہمیں قتل کر رہا ہے پھر بھی سب کو قتل کر دیتا اور اگر لوگ یہ کہتے کہ نہیں خدا ہمیں مار رہا ہے تو پھر کہتا کہ جب خدا تمہیں مار رہا ہے تو پھر میں تمہیں کیوں نہ قتل کروں، یہ کہتا اور پھر قتل عام شروع کر دیتا۔

یہاں تک کہ وہ شہر ہمدان پہنچا اور اس نے شہر ہمدان کے بزرگوں کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا کہ تم میں سے چند لوگ میرے پاس آئیں میں اُن سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، تمام لوگ پریشان تھے کہ اب کیا کیا جائے؟

ایک بہادر جوان نے آگے بڑھ کر کہا کہ آپ میں سے کوئی نہ جائے میں اکیلا ہی اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

بزرگوں نے کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہ وہ تمہیں قتل کر دے گا۔

اس جوان نے کہا: ''میں بھی تو دوسرے انسانوں کی طرح ہوں اگر میں نہ گیا تو تم لوگ بھی مارے جاؤ گے''۔

جب وہ جوان جانے لگا تو وہ اپنے ساتھ ایک اونٹ، ایک مرغ اور ایک بکرے کو بھی لے گیا۔

وہ وہاں پر پہنچا جہاں چنگیز خان نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا چنگیز کی خدمت میں اسے لایا گیا۔

اس نے چنگیز خان سے کہا سردار عالم! اگر آپ کو کسی بڑے قد والے کی ضرورت ہے تو میں یہ اونٹ اپنے ساتھ لایا ہوں اور اگر آپ کو کسی بڑی داڑھی والے کی ضرورت ہے تو یہ بکرا میرے پاس ہے۔

اور اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ کوئی آپ سے زیادہ باتیں کرے تو باتیں کرنے اور آذان دینے کے لئے یہ مرغ بھی میں اپنے ساتھ لایا ہوں، اگر گفتگو کرنی ہے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

چنگیز خان نے اس سے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ کیا میں لوگوں کو قتل کر رہا ہوں یا خدا کر رہا ہے؟

اس شخص نے جواب دیا: ''نہ تو کسی کو قتل کر رہا ہے اور نہ ہی خدا کسی کو قتل کر رہا ہے''۔

چنگیز خان نے کہا: ''اچھا جلدی بتا تو پھر اُن کو کون قتل کر رہا ہے؟''

اس شخص نے کہا: ''اُن کے اعمال کی جزا اُن کو قتل کر رہی ہے''۔[1]

۴۔عذاب کے نازل ہونے کی وجہ:

سب سے پہلے پیمانے اور ترازو حضرت شعیب علیہ السلام نے متعارف کروائے تھے، ایک مدت کے بعد اُن کی قوم نے

[1] داستانھا و پندھا ۶۔۱۵۷۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

ناپ تول میں کمی کر دی تھی، وہ کفر اختیار کر گئے جب حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں نصیحت کی تو وہ آپؑ کو جھٹلاتے تھے اگر وہ کسی سے سامان خریدتے تو اُن کے پاس اور باٹ ہوتے تھے اور اگر کسی کے پاس مال فروخت کرتے تو اُن کے پاس علیحدہ باٹ ہوتے تھے، وہ ہمیشہ کم ناپ و تول کے ساتھ اشیاء فروخت کرتے تھے۔

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ یہ قوم بہت اچھی تھی لیکن بعد میں اُن کا ایک حاکم بنا جس نے پوری قوم کو کم فروشی اور ذخیرہ اندوزی کی طرف رغبت دلائی تھی، لوگوں نے بھی اس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کم فروشی اور ذخیرہ اندوزی شروع کر دی، حضرت شعیب علیہ السلام نے اُن کو بہت تبلیغ کی لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔

بادشاہ کے حکم کے تحت حضرت شعیبؑ اور اُن کے ساتھیوں کو شہر مدین سے نکال دیا گیا، اس کے بعد اس قوم پر عذاب نازل ہوا، وہ عذاب زلزلہ اور آتش بار بادل کی شکل میں تھا۔

جب وہ عذاب نازل ہوا تو اس وقت سخت گرمیوں کے دن تھے اور سخت لو کی وجہ سے لوگوں کی جانیں نکل رہی تھیں، اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ بادل نمودار ہوا ہے جس سے ٹھنڈی ہوا خارج ہو رہی ہے لوگ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے اس بادل کے سائے میں جمع ہوئے جیسے ہی تمام لوگ اس بادل کے سائے میں جمع ہوئے تو اسی بادل سے آگ کے شرارے ٹپکنے لگے، جس سے پورے شہر میں آگ لگ گئی، سب کے سب اس میں جل گئے اور اوپر سے اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں پر زلزلہ مسلط کر دیا، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ عذاب اُن پر پورے نو دنوں تک رہا، قوم شعیب شہر مدین میں رہتی تھی اور عذاب کی وجہ سے پورا شہر تباہ و برباد ہو گیا۔[1]

۵۔ حق کو پوشیدہ کرنے والوں کے لئے عذاب:

جابر ابن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے ہمارے سامنے خطبہ دیا، حمد و ثنا کے بعد آپؑ نے سامعین کی طرف نگاہ کی جس میں کچھ اصحاب پیغمبر بھی موجود تھے جن میں انس بن مالک، براء بن عازب انصاری، اشعث بن قیس، اور خالد بن یزید بجلی موجود تھے۔

علی علیہ السلام نے باری باری اُن چاروں کی طرف دیکھا اور سب سے پہلے آپؑ نے انس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''انس! اگر تو نے خود اپنے کانوں سے سنا ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں کہا تھا'' من کنت مولاہ فھذا علی مولا '' جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے، تو میرے حق میں گواہی دے اگر تو نے میرے حق میں گواہی نہ دی تو اللہ تعالیٰ تجھے برص کی بیماری میں مبتلاء کر دے، اور تیرے چہرہ اور سر پر برص کے داغ نمودار ہوں گے جسے تیرا عمامہ بھی نہیں چھپا سکے گا۔

اس کے بعد آپؑ نے اشعث بن قیس کی طرف منہ کر کے فرمایا: ''اشعث! اگر تو نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے حق میں'' من کنت مولاہ فھذا علی مولا '' کی حدیث سنی ہو تو آج میرے حق میں گواہی دو، اگر آج تم نے یہ گواہی نہ

[1] تاریخ انبیاء ۲۔ ۳۴۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

دی تو تم عمر کے آخری حصے میں دونوں آنکھوں سے اندھے ہو جاؤ گے"۔

اس کے بعد آپؑ نے خالد ابن یزید سے کہا: "خالد! اگر تم نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی "من کنت مولاہ فهذا علی مولا" کی حدیث سنی ہو تو میرے متعلق گواہی دو اگر آج تم نے میرے متعلق گواہی نہ دی تو اللہ تعالیٰ تجھے زمانہ جاہلیت کی موت مارے گا۔"

پھر آپ نے براء بن عازب سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اگر تم نے اپنے کانوں کے ساتھ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے من کنت مولاہ فھذا علی مولا کی حدیث سنی ہو تو آج میرے متعلق گواہی دو اگر آج تو نے گواہی نہ دی تو اللہ تعالیٰ تجھے وہاں موت دے گا جہاں سے تو نے ہجرت کی تھی۔

لیکن حضرت علی علیہ السلام کے اس تاکیدی فرمان کے باوجود اُن چار افراد نے حق کو چھپا دیا اور کہا کہ ہمیں پوری طرح سے یوم غدیر کے دن کا واقعہ یاد نہیں۔

جابر ابن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم کچھ عرصے کے بعد میں نے انس بن مالک کو دیکھا تو وہ برص کی بیماری میں مبتلا ہو چکا تھا اور اس کا عمامہ بھی اُن داغوں کو نہیں چھپا سکتا تھا۔

پھر میں نے اشعث بن قیس کو اس کی عمر کے آخری ایام میں دیکھا تھا تو وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو چکا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ علیؑ نے مجھے اس دنیا میں ہی اندھا ہونے کی بددعا دی تھی اور آخرت کے لئے بددعا نہ کی تھی ورنہ میں دنیا و آخرت میں اندھا ہو جاتا۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے خالد بن یزید کو دیکھا وہ اپنے گھر میں مرا اس کے خاندان والوں نے چاہا کہ اُسے اس کے گھر میں دفن کریں لیکن اس کے قبیلہ (بنی کندہ) کو معلوم ہوا تو انہوں نے حملہ کر کے اسے زمانہ جاہلیت کے رسومات کے تحت دفن کیا گیا اور اسے جاہلیت کی موت ہی نصیب ہوئی۔

براء ابن عازب کو معاویہ نے یمن کا حاکم بنایا تھا اور اس نے یمن ہی میں وفات پائی تھی جہاں سے اس نے ہجرت کی تھی۔

یوں حضرت علی علیہ السلام کی بددعا چاروں افراد کے خلاف موثر ثابت ہوئی۔ [1]

---

[1] حکایتھای شنیدنی، ۱۰۲/۱/منہاج البراعہ ۱۲/۲۱۶۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

باب نمبر 59

عفوودرگزر

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

"وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى"[1]

''اورتمہارامعاف کردیناتقویٰ سے زیادہ قریب ہے''

پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

"العفولا یزید العبد الا عزا"[2]

''عفوودرگزرکی وجہ سے انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے''

مختصرتشریح:

قدرت رکھنے کے باوجوددشمن کومعاف کردیناانبیاء کی سیرت ہے عفوکی تفسیر یہ ہے کہ انسان کسی کے جرم وخطا کومعاف کر دےاورظاہری طور پرمجرم پراحسان کرےاس طریقہ کارکوعفوکہتے ہیں۔

جوشخص دوسرےلوگوں کے گناہ معاف نہیں کرتاتواسے کیاحق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے۔

عفوودرگزرکاتعلق ایسی صفات سے ہے جسے اللہ تعالیٰ دنیاوآخرت میں پسند کرتا ہے،اس لئےضروری ہے کہ بندے بھی ایک دوسرے کے گناہوں کومعاف کریں،اگرکسی نے عمداًسہواًکوئی جرم کیاہےتوانسان کو چاہیے کہ اس کومعاف کردے تا کہ اللہ اس درگزرکی وجہ سے ہمارے گناہ بھی معاف کرے۔

ا۔غلام کی مارپیٹ:

بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی نے کسی بات پرناراض ہوکرکوڑااٹھایااوراپنے غلام پر

[1] سورہ البقرہ،آیت نمبر ۲۳۷

[2] جامع السعادات/۲۸۱ ۳۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

کوڑے برسانے شروع کردیئے، غلام بار بار یہ کہہ رہا تھا کہ تجھے خدا کی قسم مجھے نہ مار مجھے معاف کردے، لیکن اس کے آقا کو اس پر رحم نہ آیا وہ بدستور اس پر کوڑے برساتا رہا۔

کچھ لوگوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ سے مطلع کیا تو رسول خداؐ بڑی تیزی سے اس جگہ پر آئے جب صحابی نے رسول خدا کو آتے دیکھا تو اس نے اُسے کوڑے مارنے بند کردیئے۔

رسول خداؐ نے اس سے کہا: اس غلام نے تجھے خدا کے حق کی قسم دی لیکن تو اس کے باوجود بھی اس پر تشدد کرتا رہا، اب تو نے مجھے دیکھا تو اس پر کوڑے برسانا چھوڑ دیئے۔

اس صحابی نے کہا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسے راہ خدا میں آزاد کرتا ہوں''۔

رسول خداؐ نے فرمایا: ''تو نے اچھا کیا جو اسے آزادی دے دی، تو اگر اسے آزادی نہ دیتا تو اس وقت جہنم کا شعلہ نمودار ہوتا اور تجھے اپنی لپیٹ میں لے لیتا''۔ [۱]

۲۔ قاتل کو معاف کرنے والے:

آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانی جس وقت نجف اشرف میں مقیم تھے وہ لوگوں کو نماز مغربین پڑھا رہے تھے، انہوں نے لوگوں کو نماز مغرب ادا کرائی ابھی عشاء کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ لوگوں نے آکر بتایا کہ اس کے بیٹے کو کسی نے چھری کے وار کرکے مسجد نجف ہی میں قتل کردیا ہے، اُن کا قتل ہونا والا بیٹا دین دار اور متقی شخص تھا۔

جیسے ہی سید ابوالحسن اصفہانی کو بیٹے کی موت کی خبر ملی تو انہوں نے بڑی بردباری اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا اور صرف اتنا کہا ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' اور اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو نماز عشاء ادا کرائی۔

لوگ آپ کے پاس آئے اور آپ سے کہا کہ ہم نے قاتل کو پکڑ لیا ہے اب اُسے کیا سزا دینی چاہیے، آپ نے فرمایا: میں نے اسے معاف کردیا ہے اور تم بھی اُسے چھوڑ دو۔ [۲]

۳۔ کنیز کی آزادی:

کچھ لوگ امام سجاد علیہ السلام کے ہاں مہمان تھے تو ایک غلام ان مہمانوں کے لئے سیخ پر بنائے گئے کباب لا رہا تھا اتفاق سے اس کے ہاتھ سے ایک گرم سیخ گری اور وہاں پر موجود امام سجاد علیہ السلام کے معصوم بچے کے سر پر لگی، جس کی وجہ سے وہ معصوم بچہ موقع پر ہی دم توڑ گیا۔

---

[۱] شنیدنیھای تاریخ ص ۹۸۔ محجۃ البیضاء ۵ ۴۴ /۳۔

[۲] سیمای فرزانگان ص ۳۳۶، گنجینہ دانشمندان ۱/۲۲۱۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

وہ غلام سخت متحیر اور مضطرب ہو گیا، امام علیہ السلام نے اُسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: جاؤ! میں نے خدا کی رضا کے لئے تمہیں آزاد کر دیا ہے پھر آپ نے حکم دیا کہ اس بچہ کی تجہیز و تکفین کی جائے۔ [۱]

سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا چہرہ متغیر ہے، میں نے امام علیہ السلام سے اس کی وجہ دریافت کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا: ''میں نے تمام اہل خانہ کو منع کر رکھا تھا کہ کوئی گھر کی چھت پر نہ چڑھا کرے اتفاق سے آج جب میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میری ایک کنیز جو میرے بچوں کی دایہ کے فرائض سرانجام دیتی ہے میرے ایک بچے کو اٹھا کر سیڑھیاں چڑھ رہی تھی جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا تو خوف سے لرزنے لگی اور اس کے ہاتھوں سے میرا بچہ گرا اور چوٹ لگنے سے فوت ہو گیا۔

مجھے میرے بچے کے مرنے کا اتنا غم نہیں لیکن میں پریشان اس لئے ہوں کہ وہ کنیز میرے خوف سے کیوں لرز رہی تھی، میں نے اس کنیز کو معاف کر دیا اور اسے راہ خدا میں آزادی دے دی۔ [۲]

۴۔ جب بیٹے نے باپ کے قاتل کو معاف کیا:

جب بنی عباس کی خلافت کا دور آیا تو بنی امیہ کے بزرگ ادھر اُدھر بھاگ گئے اور چھپ گئے اُن چھپنے والوں میں ابراہیم بن سلیمان بن عبدالمالک بھی شامل تھا، وہ بوڑھا آدمی تھا لیکن اس کے باوجود وہ انتہائی دانشمند اور ادیب تھا۔

ابوالعباس سفاح نے اس کے لئے امان نامہ جاری کر دیا، چنانچہ اُس نے امان نامہ ملنے کی وجہ سے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔

ایک دن ابوالعباس سفاح نے اس سے پوچھا: ''یہ بتائیں جب آپ پریشان تھے اور چھپتے پھر رہے تھے اُن دنوں آپ کی کیا حالت تھی؟''

ابراہیم نے کہا: ''عجیب بات ہے کہ میں نے ''حیرہ'' کے قریب ایک بیابان میں پوشیدگی اختیار کی ہوئی تھی ایک دن میں نے دیکھا کہ کوفہ سے سیاہ پرچم اسی طرف آرہے ہیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ بنوعباس کے سپاہی مجھے گرفتار کرنے اس طرف آرہے ہیں، میں نے بھاگنا شروع کر دیا، بھاگتے ہوئے میں کوفہ پہنچا اور کوفہ کے گلی کوچوں میں حیران ہو کر بھاگتا رہا، ایک بہت بڑے گھر کے دروازے پر میں پہنچا اور دیکھا کہ ایک سوار ہے اور اس کے ساتھ اس کے چند غلام بھی اس گھر میں داخل ہو رہے ہیں۔

اس نے مجھ سے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے؟

میں نے اُن سے کہا کہ میں ایک پریشان آدمی ہوں اور تجھ سے پناہ چاہتا ہوں، اس نے مجھ سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ آؤ،

---

[۱] منتھی الامال ۲۔۴۔

[۲] منتھی الامال، ۲۔۱۲۸

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

اس نے مجھے اپنے گھر کے ایک کمرے میں جگہ دے دی اور بہت اچھے طریقے سے میری مہمان نوازی کی، میں کافی عرصہ اُن کے پاس رہاانہوں نے مجھ سے کوئی بھی سوال نہیں کیا کہ میں کون ہوں؟ اور میں نے بھی صاحب منزل سے کچھ نہ پوچھا کہ وہ کون ہے؟ البتہ میں روزانہ دیکھتا تھا کہ وہ شخص کچھ غلاموں کوساتھ لیکر سارا دن باہر رہتا جیسے کسی کی تلاش میں رہتا ہو۔

ایک دن میں نے اس شخص سے پوچھا کہ تم روزانہ کس کو تلاش کرنے جاتے ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں ابراہیم بن سلیمان کوتلاش کرتا پھر رہا ہوں کیونکہ اس نے میرے باپ کوقتل کیا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ وہ جہاں کہیں بھی چھپا ہوا ہے اسے تلاش کر کے اس سے اپنے باپ کا انتقام لوں۔

میں نے اس شخص سے کہا کہ آپ نے میری بہت اچھی مہمان نوازی کی ہے اور اس مہمان نوازی کے بدلے میں میں تمہارے باپ کے قاتل کوتلاش کرنے میں تمہاری راہنمائی کروں گا جیسے ہی میں نے یہ کہا تو وہ بڑی بے صبری سے بولا کہ وہ کہاں ہے؟

میں نے اس سے کہا کہ میں ہی ابراہیم بن سلیمان اموی ہوں، اس نے مجھ سے کہا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔

میں نے اس سے کہا: ''نہیں میں جھوٹ نہیں بول رہا خدا کی قسم میں نے ہی تمہارے باپ کوفلاں تاریخ اور فلاں جگہ پر قتل کیا تھا۔

جب اس نے مجھ سے یہ الفاظ سنے تو اُسے یقین ہو گیا اس کا غصہ سے رنگ تبدیل ہو گیا اور اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، تھوڑی دیر تک وہ نیچے زمین کی طرف دیکھتا رہا اور پھر سر بلند کر کے مجھ سے کہا کہ میں خدا کی عدالت میں اپنے باپ کا تجھ سے انتقام لوں گا، خدا بڑا عادل ہے میں تجھ سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن میں نے تجھے پناہ دی اب میں تجھے معاف کرتا ہوں اس کے بعد اس نے مجھے ایک ہزار درہم دیئے اور کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ، میں وہ ایک ہزار درہم نہیں لینا چاہتا تھا اس نے مجھے وہ زبردستی دیئے اس کے بعد میں وہاں سے چلا گیا۔

خدا کی قسم خلیفہ کے بعد میں نے اس شخص کوسب سے زیادہ سخی پایا۔[1]

۵۔ فتح مکہ:

چشم فلک نے یہ منظر دیکھا کہ مکہ سے تاریکی شب میں نکلنے والا شخص دن کے وقت فاتحانہ شان سے مکہ داخل ہوا اس کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام معافی کا اعلان کر دیا، مگر آپ نے کچھ افراد کو معاف نہ کیا اور کہا کہ انہیں گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

ان میں عبداللہ بن ربعری جو آپؐ پر ہجوگوئی کرتا تھا، آپ کے چچا جناب حمزہؑ کا قاتل وحشی (جس نے جنگ احد میں امیر حمزہ کوشہید کیا تھا)، عکرمہ بن ابی جہل صفوان بن امیہ اور ھبار بن الاسود شامل تھے۔

[1] پندتاریخ ۲/۹۲، ثمرالاوراق ابن حجہ۔

Presented by://jafrilibrary.com

Presented by://jafrilibrary.com

تمام لوگ باری باری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آتے رہے اور معافی طلب کرتے رہے آپ نے سب کو معاف کر دیا۔

آخر میں ھبار ابن الاسود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ وہ بدبخت تھا جب آپ کی بیٹی (ربیبہ بیٹی) جناب زینبؑ اپنے خاوند ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ مکہ سے مدینہ آ رہی تھی اس نے راستے میں اُن پر ظلم کیا تھا جس کی وجہ سے حضرت زینبؑ کا اسقاط حمل ہو گیا تھا آپؐ نے اس کے خون کو مباح کر دیا تھا۔

جب کہ وہ سخت پریشان تھا اور معافی کا طلب گار تھا اور کہنے لگا: ''یا رسول اللہ! پہلے میں مشرک تھا اب میں اسلام قبول کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور میں آپ سے بھلائی کی امید رکھتا ہوں''۔

آپؐ نے فرمایا: ''میں نے تجھے معاف کر دیا ہے اور خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے کہ تجھے اسلام کی طرف ہدایت دی اور تم نے اسلام قبول کر لیا اب تیرے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔[1]

پھر آپ نے تمام مکہ والوں سے تاریخی جملہ کہا: ''اذھبوا فانتم الطلقاء'' جاؤ تم سب ہمارے آزاد کردہ غلام ہو۔

آپ کی زبان سے ادا ہونے والا لفظ ''طلقاء'' ہمیشہ ان کی پیشانیوں پر ثبت ہو گیا، شام کے دربار میں یزید لعین نے اپنی فتح کی مستی میں چند طربیہ اشعار پڑھے تو جناب سیدہ زینب الکبریٰؑ نے اس لعین کو خطاب کر کے اسے اس کی اصل حیثیت یاد دلائی تھی اور حضرت سیدہؑ نے فرمایا تھا ''امن العدل یابن الطلقاء تخدیرك امائك وحرائرك''۔

ہمارے آزاد کردہ غلاموں کی نسل! کیا یہی انصاف ہے کہ تیری کنیزیں تو پردے میں رہیں اور رسول خداؐ کی بہو بیٹیاں بازاروں میں لائی جائیں۔

[1] شجرہ طوبیٰ ص ۱۱۲

Presented by://jafrilibrary.com